مناظرہ سنبھل و دروضلع نینی تال کی مفصل روداد

فتح الابرار علی الفجار

۱۳۴۷ھ

صاعقۂ آسمانی بر فرقۂ رضاخانی

طاہ

حصّہ اوّل

مرتبہ

مولانا ابوالمجاہد محمد عابد خلش

انجمن ارشاد المسلمین

۱۴- بہاولپور روڈ، مزنگ لاہور

نقاب ابر جہالت ہٹا دیا کس نے ۔ یہ نور ہر ہدایت دکھا دیا کس نے

وبیدہ السیف الصواعق فیصیب بھا من یشاء ھم یجادلون فی اللہ وھو شدید المحال

الحمد للہ تعالیٰ کہ مباحثہ سنبھل و دروغ بافی نئی تال کی مکمل و مفصل روئداد

مسمی بنام تاریخی

فتح الابرار علی الفجار

۱۳۴۰ھ

ملقب بہ

صاعقہ آسمانی بر فرقہ رضاخانی

مرتبہ جناب مولٰنا ابو المجاہد محمد عابد صاحب خلش پیشکش ناظرین کیجاتی ہے

اس روئداد میں صفحہ ۹۹ تک اس مباحثہ کی مکمل و مفصل کارروائی درج ہے جو آخر محرم ۱۳۴۰ھ میں مابین اہل سنت و جماعت و فرقہ رضاخانی بمقام نئی تال ضلع مراد آباد اہل سنت کیطرف سے پیش المناظرین حضرت مولانا مولوی محمد منظور صاحب نعمانی سنبھلی مدظلہ اور رضاخانیوں کیجانب سے مولوی محمد رحم الٰہی صاحب صدر المدرسین مدرسہ حنفیہ رضاخانی صاحب بریلوی و محدث جماعت رضویہ مناظر تھے ۔ ۔ ۔

فہرستِ عنوانات

	صفحہ نمبر
مقدمہ	۸
تمہید	۱۶
عرضِ ناشر	۲۰
تمہید و کیفیت مناظرہ	۲۲
حفظ الایمان کی عبارت پر مناظرہ	۳۰
مناظرہ کا دوسرا دن	۵۱
مناظرہ بر عبارت تحذیر الناس	۵۹
لفظ خاتم النبیین کے معنی حضرت نانوتویؒ کے نزدیک	۶۷
مناظرہ کا تیسرا دن	۹۲
مناظرہ بر مسئلہ علمِ غیب	۹۲
ضمیمہ، بارقہ آسمانی	۱۰۵
رضاخانی تہذیب کی ننگی تصویر	۱۱۹
فہرست مطالباتِ قسم اوّل	۱۴۵
فہرست مطالباتِ قسم دوم	۱۵۱
رضاخانی روئیداد کے متعلق ایک استفساری خط اور مولانا نعمانیؒ صاحب کی طرف سے اس کا جواب	۱۵۸

مقدمہ

بندۂ معترف بعجز و قصور خاکسار محمد منظور صانہ اللہ عن الحوادث الشرور و اصلح الاحوال فی یسیر الامور

کی طرف سے

برادرانِ دینی کی خدمت میں ایک مخلصانہ اور نہایت ضروری التماس[1]

○

باسمہ تعالیٰ حامداً و مصلیاً و مسلماً قال اللہ تعالیٰ

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا ۔ (القرآن)

اس پرآشوب زمانہ میں جب کہ مذہب مقدس پر ہر طرف سے ناپاک حملے ہو رہے ہوں جب کہ آریہ سماج ہندوستان کے سات کروڑ فرزندانِ توحید کو شدھی کے رنگ میں رنگنا چاہتے ہوں۔ جب کہ صلیبی پرچم غرناطہ و دمشق کے سبزہ زاروں پر لہرا رہا ہو۔ جب کہ قرطبہ و اندلس کا ذرہ ذرہ مسلمانوں کے خونِ مقدس سے رنگا جا چکا ہو اور جب کہ چالیس کروڑ فرزندانِ اسلام کو مسیحی ملک گیری نے فضاءِ آزادی میں سانس لینا دوبھر کر دیا ہو۔ ضروری اور نہایت ضروری تھا کہ مسلمان خوابِ غفلت سے بیدار ہوتے اور گرد و پیش کے حالات سے متاثر ہو کر بجائے گھر میں آگ لگانے کے تبلیغ و حفاظت اسلام کو اپنا حقیقی نصب العین قرار دیتے مگر افسوس کہ ان کی بدقسمتی سے آج انہیں میں کچھ ایسے لوگ پیدا ہو گئے جن کے پاس کوئی حلال ذریعہ معاش نہیں اور نہ ان کو خدا کی رزاقی پر بھروسہ ہے۔ ان کی روزی بس اسی میں ہے کہ مسلمانوں کو آپس میں لڑائیں اور خانہ جنگیوں میں مبتلا کریں۔ تاریخِ اسلام شاہد ہے کہ مسلمانوں کو جس قدر نقصان ان مارانِ آستین

---

[1] حضرت مولانا کی یہ بصیرت افروز تحریر ہم کو اس غرض سے موصول ہوئی تھی کہ اس کو روئداد ہذا کا خاتمہ بنا دیا جائے لیکن ہم نے اس کو مقدمہ قرار دینا زیادہ مناسب سمجھا ۱۲ (مرتب)

مدعیان اسلام سے پہنچا ہے اتنا ظاہر باہر مخالفین یہود و نصاریٰ وغیرہ سے ہرگز نہیں پہنچا ۔

من از بیگانگان ھرگز نہ نالم
کہ با من آنچہ کرد آشنا کرد

یوں تو یہ گھر کے چور بہت سے فرقوں پر منقسم ہیں لیکن اس وقت مسلمانوں کے لئے سب سے زیادہ خطرناک دو فرقے ہیں۔ ایک رضاخانی دوسرا قادیانی ۔ اول الذکر فرقہ اس چودھویں صدی کی مجددیت کے دعویدار مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی آنجہانی کا پیرو ہے ۔ اور مؤخر الذکر فرقہ بھی اسی صدی کی مجددیت اور نبوت کے دوسرے دعویدار مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا پیرو ہے تجربہ شاہد ہے کہ عام مسلمانوں پر آریوں عیسائیوں کا مکر و خداع اس قدر کارگر نہیں ہوتا جتنا کہ ان دو ملعون فرقوں کی ملمع کاریوں کا ان پر اثر پڑتا ہے۔ بالخصوص رضاخانیوں کے ہتھکنڈے اس اعتبار سے آج دنیا میں بے نظیر ثابت ہو رہے ہیں۔ یہ لوگ بڑے بڑے عمامے باندھ کر نیچی نیچی عبائیں پہن کر واعظ یا پیر بن کر عاشقانِ محمدی کا روپ بھر کر آتے ہیں اور اپنے آپ کو اہل سنت وجماعت ظاہر کرتے ہیں اور حق و اہل حق سے متنفر کرنے کے لئے علماء حقانی پر ایسے ایسے بے بنیاد و بے اصل اتہامات رکھتے ہیں کہ جو کبھی ابلیس ملعون کو بھی نہ سوجھے ہوں ۔ اگرچہ اس سے قبل بھی بندگانِ ہوا و ہوس نے اس قسم کی حیا سوز کاروائیاں کی ہیں ۔ لیکن سچ یہ ہے کہ اس مجدد البدعات کی ذریت کے کارناموں نے ان سب کو بھلا دیا ۔ روافض نے حضرات خلفاء ثلاثہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین سے برگشتہ کرنے کے لئے یہ کہا تھا کہ وہ اہل بیت نبوی کے جانی دشمن تھے تو ان رضاخانیوں نے ایک قدم آگے بڑھ کر یہ اڑانی شروع کی کہ معاذ اللہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن ہیں ان کی جناب رفیع میں گستاخیاں کرتے ہیں ۔

ظاہر ہے کہ ایک مسلمان کو جس قدر تعلق حضرت محبوب رب العزت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوتا ہے اتنا نہ کسی سے ہوتا ہے نہ ہو سکتا ہے۔ ایک مسلمان بشرطیکہ مسلمان ہو کسی حد تک اپنے یا اپنے ماں باپ کے متعلق برے کلمات سن سکتا ہے لیکن اگر کوئی ملعون اس کے سامنے سرکار ابد قرار

دوجہاں کے سردار جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وبارک وعظم الیٰ یوم القرار کے متعلق کوئی گستاخانہ کلمہ نکالے تو اس کی حمیت ایمانی وغیرت اسلامی کا یہی تقاضا ہوتا ہے کہ اگر بس چلے تو اس کو فی الفور جہنم رسید کرے ورنہ انتہائی نفرت تو ہو ہی جانی چاہئے۔ اگر اتنا بھی نہ ہو تو وہ ہمارے نزدیک مومن نہیں منافق ہے۔

امام مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں " ما بقاء امته بعد سب نبیّها - نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو گالیاں دیئے جانے کے بعد اس کی امت کی کیا زندگی ہے "

اس مجدد البدعات نے مسلمانوں کے اندر اس خاص جذبہ کا احساس کرتے ہوئے یہ چال چلی اور شیاطین الجن کو بھی شرما دیا اور یہ سفلی عمل کارگر ہوا اور نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے سادہ لوح مسلمانوں میں علمائے اہل سنت کی طرف سے ایک خاص نفرت پیدا ہو گئی اور وہ بے چارے ان کی دام تزویر کا شکار ہو گئے۔ بقول شخصے ؏

دام ہر موج میں ہے حلقۂ صد کام نہنگ

اور توفیق الٰہی نے جن کی مساعدت کی انہوں نے جب تحقیق کے بعد ان الزامات کو بے اصل و بے بنیاد پایا تو وہ اس فتنہ کے شر سے محفوظ رہے۔

حقیقتِ حال ہم یہ بھی واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ ان فتنہ پردازوں کو اس غلط اور شرمناک پروپیگنڈے کا موقع کیوں ملا۔

برادرانِ ملت اس کی حقیقت یہ ہے کہ جب ان رضا خانیوں نے اپنے عقیدے کے مطابق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات مختصہ میں شریک کیا۔ اور حضرات اولیائے کرام کو مسندِ کُنْ فَیَکُوْنُ پر بٹھایا۔ مقبولانِ بارگاہِ ایزدی کو " لا راد لما قضاہ ولا مانع لما اعطاہ " کا مصداق بتلایا اور اس طرح مذہبِ مقدس کو سناتنی دھرم کے قالب میں ڈھال کر امت محمدیہ کو گمراہ کرنا شروع کیا۔ تب ان علمائے ربانی نے اپنے فرائض مذہبی ومنصبی سے مجبور ہو کر ان کے اس غلو اور افراط فی الدین کی تردید کی اور یہ بتلایا کہ مقربینِ بارگاہِ الٰہی کے لئے ان مراتب کا ثابت

کرنا خداوند تبارک وتعالےٰ اور خود ان حضرات کی بھی ناراضامندی کا باعث ہے۔ تمام وہ صفاتِ قدسیہ جو کسی مخلوق کے لئے زیبا ہوسکتی ہیں وہ ان میں موجود ہیں۔ لیکن ان صفات کا ثابت کرنا خداوند تعالےٰ سے بغاوت کرنا ہے۔

تب ان رضاخانیوں نے عوام کو یہ دھوکا دیا کہ ہم نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کی تھی اولیاءِ کرام کا مرتبہ بڑھایا تھا وہ ان وہابیوں سے نہیں دیکھا گیا یہ بزرگوں سے جلتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اگر غور کیا جائے تو یہ ایسا صریح اور کھلا ہوا دھوکا تھا کہ اس میں کسی مسلمان کا آنا ہی ایک تعجب بالائے تعجب امر تھا۔ کیوں کہ ہر مسلمان جانتا ہے کہ جس طرح تفریط گمراہی کا باعث ہے اسی طرح افراط بھی۔ اگر یہود حضراتِ انبیاءِ علیہم السلام کی تنقیص وتوہین کی وجہ سے موردِ غضبِ الٰہی ہوئے ہیں تو نصاریٰ محض اس وجہ سے کہ انہوں نے سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدۂ ماجدہ کے لئے وہ مافوق البشریت صفات ثابت کیں جو اللہ تعالےٰ ہی کے لئے سزاوار تھیں نہ کسی مخلوق کے لئے خود آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے فرماتے ہیں" یا علی یھلک فیک اثنان محب مفرط ومبغض مفرط "
اے علیؓ تمہارے بارے میں دو فرقے ہلاک (گمراہ) ہوں گے۔ ایک وہ جو محبت میں حد سے بڑھے گا اور دوسرا وہ جو عداوت میں افراط کرے گا۔"

خود اپنے متعلق ارشاد فرماتے ہیں " لا تطروانی کما اطرت النصاریٰ عیسی ابن مریم فانما انا عبد اللہ ورسولہ فقولوا عبد اللہ و رسولہ "۔
جس طرح کہ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی حد سے بڑھایا ہے تم اس طرح مجھ کو میری حد سے نہ بڑھانا میں اللہ کا بندہ ہوں اور اس کا رسول۔ پس کہو عبدُ اللہِ ورسولُہ "

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اَمَرنا النبیُّ صلی اللہُ علیہ وسلم اَنْ نُنْزِلَ الناسَ مَنَازِلَھُمْ " ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہے کہ ہم سب کو اپنے اپنے مرتبوں میں رکھیں "

اسی کا ترجمہ کسی بزرگ نے ان الفاظ میں فرمایا ہے ع

گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی

الغرض فرق مراتب اور حفظ حدود ایسا بدیہی اور مسلّم الثبوت مسئلہ ہے جس کا انکار مسلمان تو کیا کوئی سمجھدار انسان بھی نہیں کر سکتا۔ لیکن ان بندگانِ ہوا و ہوس نے اس کا نام توہین رکھا۔ اور اس شرمناک پروپیگنڈے کے ذریعہ سرزمین ہند میں ایک اودھم مچا دیا۔ فاللہ یحسبہم یوم القیامۃ۔ کیا قیامت ہے کہ آج سے ساڑھے تیرہ سو برس پہلے اہل باطل کے مقابلے میں جو جہاد قرآن عزیز نے کیا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام علیہم الرضوان جس پر کاربند رہے، اسلاف کا جو لائحہ عمل رہا آج ایک مدعی اسلام جماعت اس کو کفر بتلا رہی ہے ؎

انقلابِ چمن دھر کی دیکھی تکمیل — آج قارون بھی کہہ دیتا ہے حاتم کو بخیل
سامری موسیٰ عمران کو کہے جادوگر — لوحِ محفوظ کو کہتی ہے محرّف انجیل

نصاریٰ نے جب حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے معاملے میں افراط سے کام لیا اور ان کو صفاتِ خداوندی میں شریک کر کے اپنے نزدیک خدا کے ایک جلیل القدر نبی کی بہت بڑی تعظیم و توقیر کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اس غلو اور حد سے بڑھانے کو کفر اور شرک بتلایا اور ارشاد فرمایا۔

ما المسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل وامہ صدیقۃ کانا یأکلان الطعام (المائدہ: ۵-۷۵)

یعنی مسیح بن مریم بس ایک رسول ہیں ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں اور ان کی والدہ ماجدہ ایک صدیقہ ہیں (تم کیسے ان کو خدائی میں شریک کرتے ہو) وہ دونوں تو کھانا کھایا کرتے تھے (جو لوازم بشریت میں سے ہیں)"

غزوۂ احد میں شیطان ملعون نے جب مسلمانوں کی کمر توڑنے کے لئے یہ صدا دی کہ۔

الا ان محمدا قد قتل ۔ ارے لوگو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے۔

اور بعض صحابہ رضؓ کو کچھ توہمات لاحق ہوئے تو قرآن عزیز نے نہایت عتاب آمیز انداز میں ان توہمات

کی بیخ کنی کرتے ہوئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ عظیم اس طرح بتلایا۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا ,الایۃ (آل عمران ۳ = ۱۴۴)

جب کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف نے صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو از خود رفتہ کر دیا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے وصال کے بارے میں خود صحابہ رض کی رائیں مختلف ہوگئیں اور بہت سوں کے دلوں میں کسی خامی کی وجہ سے اَن ہونے خطرات گزرنے لگے تب سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اپنی صدیقیت کا کرشمہ دکھایا۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منصبِ عظیم ان الفاظ میں بیان فرما کر کہ۔

مَنْ كَانَ يَعْبُدُ محمدًا فانَّ محمدًا قد مات وَمَنْ كان يعبدُ الله فان الله حي لا يموت ؂

اگر کوئی شخص حضور اقدس کے لئے عبادت کرتا تھا تو خبردار ہو جائے کہ ان کی وفات ہو چکی ہے اور جو اللہ تعالےٰ کی عبادت کرتے ہیں یاد رکھیں کہ اللہ تعالےٰ زندہ ہے اس کو کبھی وفات ہونی نہیں ؂

اس سیلاب میں بہنے والوں کی دستگیری فرمائی اور روحانیت کے اس بھنور سے نکال کر ساحل پر پہنچایا۔

مسلمانو! اگر یہ بیان مراتب نہیں تو اور کیا ہے؟ واللہ العظیم ہمارا جرم بھی اس سے زیادہ اور کچھ نہیں۔ اگر حقیقتاً اولیاءِ کرام کو خدا یا خدائی کا مالک نہ جانا حضرات انبیاءِ علیہم السلام اور سرکارِ دو عالم حبیبِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کو خدائے قدوس سے بڑا یا اس کے برابر نہ جاننا بلکہ سب کو اپنے اپنے مرتبوں میں رکھنا اسی کا نام توہین و تنقیص ہے اور اسی میں وہابیت کا راز مضمر ہے تو بے شک ہم وہابی ہیں اور سو جان سے اس وہابیت کے خریدار اور اس مبارک

بے راہ روی پر جس قدر بھی ناز کریں تھوڑا ہے۔ حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

لو کان رفضا حب آل محمد

فلیشھد الثقلان انی رافض

یعنی اگر اہل بیت نبوی کی محبت ہی کا نام رفض ہے تو زمین کے بسنے والے جنات اور انسان شاہد رہیں کہ میں سب سے بڑا اور پہلا رافضی ہوں ؎

مسلمان خبردار ہو جائیں کہ بحمداللہ تعالےٰ ہم افراط و تفریط دونوں سے بری ہیں۔ جملہ عقائد و اعمال میں سلف صالحین کی تقلید کو باعث نجات جانتے ہیں اور اسی کی برکت سے بدعات سے متنفر ہیں جس عقیدہ یا عمل میں بدعت کا شائبہ بھی ہوتا ہے اس سے احتراز اولیٰ سمجھتے ہیں کیوں کہ نور اور نجات ہمارے نزدیک فقط اتباع سنت ہی میں منحصر ہے (دیکھو مکتوبات امام ربانی رح)

بحمداللہ ہمارا جو عقیدہ ہے اس پر قرآن عزیز اور احادیث نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم و اقوال سلف سے اپنے پاس کافی سند رکھتے ہیں۔ جس وقت جس کا جی چاہے امتحان کر سکتا ہے سارے بزرگان دین ہمارے سر کے تاج ہیں ان کی محبت کو باعث نجات اور ان کی عداوت کو باعث شقاوت و محرومی جانتے ہیں۔ الغرض نہ ہم نیچریوں اور قادیانیوں کی طرح انبیاء علیہم السلام و اولیائے کرام کی شان میں گستاخ اور ان کی کرامت کے منکر نہ مشرکین اور رضاخانیوں کی طرح ان کی خدائی کے اثبات میں مصر بحمداللہ ہمارا اور ہمارے اکابر کا لائحہ عمل یہ ہے ؎

یار کا پاس ادب او دل ناشاد رہے

نالہ تھمت ہوا رکتی ہوئی فریاد رہے

بفضلہ تعالےٰ ہمارے اکابر جامع شریعت و طریقت ہیں اور آج انہی کی یہ شان ہے ؎

در کفے جام شریعت در کفے سندان عشق

ہر ہوسناکے نہ داند جام و سندان باختن

ہاں اس کا کوئی علاج نہیں کہ بنظرِ انصاف دیکھا ہی نہ جائے ع

ہنر بچشمِ عداوت بزرگ تر عیب است

اندریں حالات بھی جو لوگ ہمارے اکابر کو برا کہیں وہ ان کا کچھ نہیں بگاڑتے اپنے نامۂ اعمال کو خراب کرتے ہیں۔ مرشد العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب تھانوی مہاجر مکیؒ نے اپنے نورِ قلب و قرۃ عین حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رح کے بدگویوں کے متعلق کیا خوب لکھا ہے۔

ع آپ ہی بے مہرہ جو معتقدِ میر نہیں :

فقط ہذا والسلام آخر الکلام۔

راقم خیر خواہِ خلائق خاکسار محمد منظور نعمانی رح

سنبھلی غفرلہ ولوالدیہ۔

تمہید

تاریخ دان حضرات پر یہ حقیقت پوشیدہ نہ ہوگی کہ سلطنت مغلیہ کے عروج کے زمانہ میں علوم اسلامیہ کے اعتبار سے سنبھل کو ایک خاص امتیاز حاصل تھا۔ یہاں کے بعض علماء کی سلاطین دہلی کے دربار میں ایسی ہی وقعت تھی جیسی کہ ملا عبدالحکیم سیالکوٹی اور علامہ سید زاہد ہروی کی۔ لیکن اس اسلامی سلطنت کے انحطاط کے بعد جو سارے ہندوستان میں علم کا زوال شروع ہوا تو اس میں سنبھل بھی برابر کا شریک رہا۔ اور رفتہ رفتہ یہاں بھی علماء کا قحط ہوگیا۔ اہل علم خال خال نظر آنے لگے اور ایک وقت میں وہ بالکل ایک تاریک بستی رہ گئی۔ شیطان ایسے مواقع کا خاص طور پر منتظر رہتا ہی ہے۔ اس نے میدان صاف دیکھ کر بعض شیاطین الانس کی امداد سے قبر پرستی پیر پرستی اور بالخصوص تعزیہ پرستی کو ارکان دین بنا کر رواج دیا۔ یہ حقیقت ناقابل انکار ہے کہ شیطانی تعلیم جس قدر کہ باطل ہوتی ہے اسی قدر جلد بھی فروغ پاتی ہے۔

چنانچہ سامری کی تعلیم درباره گوسالہ پرستی تعلیمات حقانیہ کے سامنے زیادہ زود اثر ثابت ہوئی۔ ابھی سلطنت کے انحطاط کو پوری صدی نہ گزری تھی کہ یہ سنبھل بدعات کا گہوارہ بن گیا اور یہاں کے بیشتر لوگ رافضی یا نیم رافضی ہوگئے۔ اس کے بعد رحمت خداوندی ادھر متوجہ ہوئی اور حضرت مولانا مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہٗ کی برکت سے محلہ میاں سرائے میں مدرسۃ الشرع قائم ہوا۔ جس کی خدمت ایک عرصہ تک حسب توفیق الٰہی و بعض بشارات نبویہ عالی جناب منشی حمید الدین صاحب مرحوم مغفور نے انجام دی۔ فجزاهما الله تعالى احسن الجزاء۔ باغ قاسمی کی یہ قلم بار آور ہوئی اور تھوڑے ہی عرصہ میں سنبھل کے اندر اہل علم خاصی تعداد میں نظر آنے لگے۔

یہ روشنی نہایت سرعت کے ساتھ پھیل رہی تھی کہ حضرت مولانا سراج احمد صاحب مرحوم مغفور نے مدرسہ سراج العلوم کے اجراء سے سنبھل کے خوش طالعے پر چار چاند لگا دیئے۔ ضلالت اور گمراہی

کی کالی کالی گھنگور گھٹائیں چھٹنے لگیں۔ اور بدعت کا بازار روز بروز سرد پڑتا گیا۔ یہاں تک کہ رفتہ رفتہ ایک زمانہ میں بدعت کی دوکان بالکل ہی پھیکی پڑ گئی اور اس کساد بازاری سے تاجران باطل کو سخت نقصان اٹھانا پڑا۔

یہ بے چارے اپنی ناکامی پر آٹھ آٹھ آنسو رو رہے تھے کہ شومئی تقدیر سے مولوی محمد اجمل میاں صاحب بھی اسی زمانہ میں دستارِ فضیلت سے سرفراز ہو کر سنبھل تشریف لائے فکرِ معاش دامنگیر ہوئی اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ مسلمانوں میں تفریق کر کے کوئی مکتب یا مدرسہ قائم کیا جائے۔ دو چار شہری اور کچھ دیہاتی بچوں کو گھیر کے حکایات لطیف آمدنامہ وغیرہ شروع کرایا اور اس مکتب یا عالی شان مدرسہ کا افتتاح جہان خان والی مسجد میں ہوا۔ اور خوش قسمتی سے حکومتِ حجاز کا غیر متوقع انقلاب بھی اس زمانہ میں ہوا۔ اور حکومت عرب کی باگ شریف حسین کے ہاتھوں سے نکل کر سلطان نجد ابن سعود کے ہاتھوں میں پہنچی۔ وہ رضاخانی جن کی روزی کے دروازے برسوں سے بند ہو چکے تھے کسی ایسی تحریک کے منتظر بیٹھے ہی تھے جھٹ سے میدان میں اترے اور سعودی و شریفی تحریک کے ضمن میں اپنی روٹیاں سیدھی کرنے کے لئے مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنی شروع کر دی۔ ہمارے کرم فرما مولوی اجمل میاں صاحب نے بھی اس موقع کو غنیمت جانا اور مسلمانوں کے شیرازۂ اتحاد کو منتشر کرنے کے لئے ان رضاخانی مبلغین کو سنبھل بھی بلانا شروع کیا۔ یہ پیشہ ور واعظ اور مذہبی تاجر برابر آتے رہے۔ اور پہلا کام انہوں نے یہ ہی کیا کہ عوام مسلمین کو علماء اہل سنت سے برگشتہ کرنے کے لئے ان کیطرف ایسے شرمناک کفریات منسوب کئے کہ جن کو سن کر ابلیس لعین بھی کانوں پہ ہاتھ دھرے۔ چونکہ علماء اہلسنت ہر اس کام سے بچنا اپنا فرض جانتے ہیں جس سے مسلمانوں کا شیرازۂ اتحاد منتشر ہو۔ اس لئے انہوں نے کوئی مدافعانہ کاروائی بھی پسند نہ کی۔ نیز ان کے مشاغل دینی نے ان کو اس کی اجازت دی کیونکہ ان کا حال تو بحمداللہ یہ ہے ؎

بسودائے جاناں زجاں مشتغل
بذکر حبیب از جہاں مشتغل

لیکن اس کا تلخ نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد عوام کی ذہنیت بدل گئی اور ان کے اندر وہی اسپرٹ پیدا ہوگئی کہ علماء اہل سنت دشمن رسولؐ ہیں۔ ان کی بات سننا حرام۔ ان کی کتابیں دیکھنا گناہ کبیرہ ہے۔ اس کے بعد ان رضاخانیوں نے اپنے ان عقائد فاسدہ کی تبلیغ شروع کی جن کو اگر شرک نہیں تو مفضی الی الشرک ضرور کہا جا سکتا ہے۔ اس وقت ان حضرات کو مجبوراً متوجہ ہونا پڑا۔ لیکن ان فریب کاروں کی شر انگیزیوں نے عوام کے خیالات میں ایک حیرت انگیز انقلاب پیدا کر دیا تھا۔ وہ اہل سنت کی بات سننا ہی گوارا نہ کرتے تھے۔ ہم حیران تھے کہ کس طرح ان بھولے بھٹکے مسلمانوں کے کان میں کلمہ حق ڈالا جائے کہ یکایک غیب سے اس کا انتظام ہوا۔ اور ماہ محرم ۱۳۴۷ھ میں رئیس المناظرین جناب مولانا محمد منظور صاحب نعمانی سنبھلی اور جناب مولوی رحم الٰہی صاحب مدرس اول مدرسہ مولوی احمد رضا خان صاحب بریلی کے مابین درؤ ضلع نینی تال میں مناظرہ ہوا۔ اس مناظرہ کے تیسرے روز کچھ واقعات ایسے پیش آگئے کہ اس کو کسی شہر کی طرف منتقل کرنا مناسب معلوم ہوا۔ اور بہت سی باتوں کے بعد یہ قرار پایا کہ یہ باقیماندہ مناظرہ سنبھل ہوگا۔ کامل تین ماہ کی خط و کتابت کے بعد اس مناظرہ کی تاریخیں ۲۲۔۲۳۔۲۴ جمادی الاولیٰ مقرر ہوئیں۔ لیکن تاریخ معینہ پر بھی باوجود سفر خرچ روانہ کر دینے کے مولوی رحم الٰہی صاحب تشریف نہ لائے۔ تب یہاں سے بذریعہ تار ایک نوٹس دیا گیا۔ جس نے ان کو آنے پر مجبور کر دیا۔ اور وہ ۲۴ جمادی الاولیٰ کو معہ اور چند علماء جماعت رضویہ کے وارد سنبھل ہوئے، لیکن چونکہ تیرنیتال مناظرہ جناب حضرت مولانا محمد منظور صاحب مدظلہ سے مناظرہ کرنے کا تلخ مزا درؤ میں چکھ چکے تھے اس لئے بذات خود مناظرہ نہیں فرمایا بلکہ مولوی حشمت علی صاحب کو بحیثیت وکیل جماعت رضویہ مناظرہ میں پیش کیا۔ اور یہ مناظرہ حسب قرارداد مسئلہ غیب پر تین روز متواتر نہایت زور شور سے جاری رہا۔ ناظرین کرام روئداد دیکھ کر خود فتح شکست کا فیصلہ فرمالیں گے۔ ہم اس وقت کوئی رائے زنی بے سود سمجھتے ہیں۔ ہاں اتنا کہنے پر مجبور ہیں کہ بحمداللہ اس عظیم الشان مناظرہ نے رضاخانیوں پر اللہ کی حجت تمام کر دی۔ اور دنیا نے یہ دیکھ لیا کہ مسئلہ غیب میں ان کے پاس مکڑی کے جالے کے برابر بھی کوئی دلیل نہیں۔ بلکہ اس کے برعکس قرآن عزیز

نے اس غیبیہ عقیدہ کا ایسا ہی بلیغ رد کیا ہے جیسا کہ مشرکین کے بہت سے اوہام باطلہ کا۔
فالحمد للہ علی ایضاح الحق وازھاق الباطل ۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے اس ذریعہ سے رضاخانیوں کے کان میں کلمۂ حق ڈلوا کر ہمیشہ کے لئے اپنی حجت تمام کر دی ۔ اور بہت سے حق پسند جو اپنی سادگی کی وجہ سے رضاخانیوں کے دام تزویر میں پھنس چکے تھے اور رضاخانیوں کے زبردست حامی تھے ہمیشہ کے لئے رضاخانیت سے تائب ہو گئے اور جن کے قلوب بدعات کی تاریکیوں سے مسخ ہو چکے تھے انہوں نے عار کو نار پر ترجیح دی ۔ فاللہ حسیبہم یوم القیامۃ ۔

اس کے بعد خاکسار اس عظیم الشان مناظرہ کی روئداد ہدیۂ ناظرین کرنا چاہتا ہے ۔ لیکن چونکہ اس مناظرہ کے اسباب کا سلسلہ مباحثہ درّو ضلع لیہ تال پر ختم ہوتا ہے اس لئے اس کی روئداد بھی پیش ناظرین کرنی ضروری معلوم ہوتی ہے ۔ لہذا ہم اس روئداد کو دو حصوں پر منقسم کرتے ہیں پہلے حصہ کے اندر مباحثہ درّو کی مکمل روئداد درج کریں گے ۔ اور دوسرے میں سنبھل کے مناظرہ کی ۔ اور اللہ تعالےٰ سے دعا کرتے ہیں کہ جس طرح اس نے اس مناظرہ سے بہت سوں کو نفع پہنچایا اسی طرح اس کی روئداد کو بھی نافع خلائق بنائے آمین ثم آمین ۔

خاکسار ابوالمجاہد
محمد عابد خلش
کان اللہ لہٗ ولوالدیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

روداد یہ مناظرہ جس کی روداد کا دوسرا ایڈیشن اس وقت آپ کے سامنے ہے اوائل ۱۳۴۷ھ میں ہوا تھا۔ اہلسنت کی طرف سے رئیس المناظرین حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی دامت فیوضہم مناظر تھے اور رضاخانیوں کی طرف سے ان کے مرکزی دارالعلوم منظر اسلام بریلی کے صدر مدرس مولوی رحم الٰہی صاحب۔ پہلی مرتبہ اس مناظرہ کی روداد مناظرہ سنبھل کی روداد کے ساتھ اسی سال شائع کردی گئی تھی۔ مگر چونکہ یہ دونوں مناظرے اپنی نوعیت میں بے نظیر تھے اس لئے ان کی رودادیں بھی بے حد مفید ثابت ہوئیں۔ اور بہت زیادہ مقبول ہوئیں یہاں تک کہ تھوڑے ہی عرصہ میں ان کے تمام نسخے ختم ہوگئے۔ اور اب بعض احباب کے اصرار سے ان کو دوبارہ طبع کرانا پڑا۔

اس مرتبہ یہ دونوں رودادیں علیحدہ علیحدہ شائع کی جارہی ہیں۔ مناظرہ سنبھل کی روداد "صاعقہ آسمانی حصہ دوم" کے اس ایڈیشن میں ایک نہایت مفید اور قابل دید "تکملہ" کا اضافہ بھی کردیا گیا ہے۔ مناظرہ "ورو" کی روداد "صاعقہ آسمانی حصہ اول" کے متعلق ہم کو صرف اس قدر عرض کرنا ہے کہ اس کے پہلے ایڈیشن کو شائع ہوئے پانچ برس پورے ہوا چاہتے ہیں۔ لیکن الحمدللہ کہ مولوی رحم الٰہی صاحب یا ان کے کسی حواری کی طرف سے اس کی تردید یا تغلیط میں ایک لفظ بھی نہیں لکھا گیا۔ مولوی رحم الٰہی صاحب اور ان کے [illegible] کی یہ خاموشی ہماری اس روداد کی بہترین تصدیق اور توثیق ہے۔

سچ ہے ع الفضل ما شہدت بہ الاعداء

ضروری تنبیہ چونکہ روداد نویسی کا حق پہلے ایڈیشن میں ادا کردیا گیا۔ اور مولوی رحم الٰہی صاحب کی پنج سالہ خاموشی نے اس روداد پر مہر تصدیق بھی ثبت کردی ہے۔ اس لئے اس ایڈیشن میں بغرض تعمیم فائدہ اس قدر تغیر کردینے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے کہ بعض مقامات پر قوسین کے

درمیان میں توضیحی کلمات کا اضافہ کر دیا جائے یا کہیں کہیں حسب ضرورت مشکل الفاظ کے بجائے دوسرے سہل الفاظ اختیار کر لئے جائیں۔ تاہم اس کی پوری کوشش کی جائے گی کہ ان مواقع پر بھی اصل مضمون اور معنون محفوظ رہے۔ زیادہ سے زیادہ ہمارے اس تصرف کو روایت بالمعنی کہا جا سکتا ہے۔ اور شرعاً عرفاً۔ اخلاقاً اس کے جواز میں کسی کو کلام نہیں۔

خاکسار ناظم دارالاشاعت سنبھل

مہتمم طبع دوم یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ

تمہید و کیفیت مناظرہ دروؔ ضلع نینی تال

منعقدہ ۱۸ر جولائی ۱۹۲۸ء

نحمدہٗ و نصلی و نسلم

ناظرین ! یہ دروؔ قصبہ ہلدوانی منڈی ضلع نینی تال کے ملحقات میں ایک موضع ہے۔ جس کے باشندے عموماً رضاخانی ہیں۔ حکیم محمد حنیف صاحب ساکن ہلدوانی کے ایک عزیز کی شادی اسی دروؔ میں ایک شخص مسمی پیر بخش کی بہن سے ہوئی تھی۔ چونکہ حکیم محمد حنیف صاحب بفضلہ تعالےٰ سنی اور علماء دیوبند کے عقائد فیوضہم کے معتقد ہیں۔ اس لئے پیر بخش کی برادری کے لوگوں نے بایمائے بعض علماء فرقہ رضاخانی اس کو اس پر مجبور کیا کہ وہ اپنی بہن کا نکاح فسخ کرالے اور اپنے بہنوئی سے قطع تعلقات کر دے۔ اور وجہ یہ بیان کی کہ وہ حکیم محمد حنیف صاحب کو مسلمان جانتا ہے۔ اور حکیم صاحب علماء دیوبند کو مسلمان جانتے ہیں۔ اور علماء دیوبند (نعوذ باللہ) حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی رکھتے ہیں۔ ختم نبوت کے قائل نہیں۔ معراج کو مانتے نہیں وغیرہ وغیرہ۔ لہٰذا حکیم محمد حنیف صاحب علماء دیوبند کو مسلمان جاننے کی وجہ سے کافر ہیں۔ اور پیر بخش کا بہنوئی چونکہ حکیم صاحب کو مسلمان جانتا ہے اس لئے وہ بھی کافر ہے۔

حکیم صاحب موصوف کو جب ان واقعات کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ تکفیر یہ جماعت نے جو الزامات ہم پر لگائے ہیں وہ بالکل بے اصل اور افترا محض ہیں ہم مجمع عام میں ان کی معافی دینے کے لئے تیار ہیں۔ لہٰذا آپ ان علماء کو بلائیں جو ہمارے اور ہمارے اکابر کے متعلق ایسی بے سروپا

لہ یہ امر قابل [illegible] کہ مباحثہ کی یہ روئداد جناب مولوی حکیم محمد حسن صاحب سلمہٗ رئیس مراد آباد نے مناظرہ میں از اول تا آخر موجود رہ کر خاکسار کے نوٹس کی مدد سے مرتب کی ہے۔ ۱۲

باتیں مشہور کرتے ہیں۔ ہم ان کی مواجہت میں ان کا بے اصل اور بے بنیاد ہونا ثابت کریں گے۔ چنانچہ یہی بات قرار پائی۔ اور اس مناظرہ کی تاریخیں ۱۸، ۱۹، ۲۰ جولائی ۱۹۲۸ء مقرر ہوئیں۔ دیوبند کے رضا خانیوں نے مرکز رضاخانیت بریلی سے اپنے علماء کو بلایا اور جناب حکیم محمد حنیف صاحب نے عمدۃ المقررین زبدۃ الواعظین جناب مولانا محمد اسماعیل صاحب سنبھلی مدظلہ العالی۔ وحامی سنت ماحی بدعت شیر نیستاں مناظرہ جناب مولانا مولوی محمد منظور صاحب نعمانی سنبھلی مدظلہ کو دعوت شرکت دی۔

چنانچہ یہ دونوں علمبرداران سنت ۱۷ جولائی کو ہلدوانی پہنچے۔ اور ۱۸ کو ۸ بجے داخل دیوبند ہوئے ۱۰ بجے اطلاع ملی کہ عالیجناب ثروت یار خان صاحب رئیس و مجسٹریٹ درجہ اول نے یہ طے فرمایا ہے کہ بعد از نماز ظہر فریقین کو ایک ایک گھنٹہ تقریر کے لئے دیا جائے گا۔ بعد ازاں کارروائی مناظرہ شروع ہوگی۔ چنانچہ بعد ادائیگی نماز ظہر حکیم محمد حنیف صاحب جناب مولانا محمد اسماعیل صاحب و جناب مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہما کو ہمراہ لے کر مقام مناظرہ پر پہنچے۔ جناب مجسٹریٹ صاحب نے اولاً جناب مولانا محمد اسماعیل صاحب سے تقریر کی استدعا کی۔ مولانا موصوف نے باوجود ناسازی طبع اس کو منظور فرمایا اور اپنے اسی خاص طرز میں جو قسام ازل نے آپ کو عطا فرمایا ہے (جس کی وجہ سے مخالفین بھی اپنی نجی مجلسوں میں آپ کو سحر بیان کے لقب سے یاد کرتے ہیں) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ بے مثل اور عدیم النظیر فضائل بیان فرمائے جو کبھی رضاخانیوں نے خواب میں بھی نہ سنے ہوں گے۔ بالخصوص اس تقریر کا وہ حصہ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی الانبیاء ہونے پر روشنی ڈالی گئی تھی سننے ہی سے تعلق رکھتا تھا۔ پھر اس تقریر کے ضمن میں جب کبھی مولانا یہ فرما دیتے تھے کہ یہ سب فضائل بلکہ اس سے بدرجہا زیادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود تھے لیکن پھر بھی آپ مخلوق ہی تھے خالق ہرگز نہیں۔ عبد ہی تھے معبود ہرگز نہیں۔ تو یہ رضاخانی سخت مضطرب اور بے چین ہوتے تھے۔ صدق اللہ عز و جل وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَأَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ذکر توحید سے بے ایمانوں کے دل پژمردہ ہوتے ہیں۔

یہ جادو بھری تقریر ایک گھنٹہ تک جاری رہی۔ اس کے بعد حسب قرارداد ختم کرنی پڑی۔

اس کے بعد جناب مولوی رحم الٰہی صاحب صدر المدرسین مدرسہ مولوی احمد رضا خان صاحب نے تقریر شروع کی۔ اولاً تقریباً ۵ منٹ تک نہایت خوش الحانی کے ساتھ ایک نعتیہ نظم پڑھی اس کے بعد تقریباً ۲۴ منٹ تک مولانا محمد اسماعیل صاحب کی نقل اتاری۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل ہی بیان فرمائے۔ لیکن چونکہ مولانا کو مہارت کسی دوسرے فن میں تھی۔ بدیں وجہ مولانا کا اسٹاک ۲۰ منٹ میں ختم ہوگیا۔ اور فرمانے لگے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن کے میں نے یہ فضائل بیان کئے ان کی شان میں مولوی اشرف علی صاحب تھانوی حفظ الایمان میں لکھتے ہیں کہ "

" اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص الخ "

اس کے بعد حضرت مولانا اشرف علی صاحب کے متعلق زہر اگلنا شروع کیا۔ لیکن چونکہ مولانا محمد اسماعیل صاحب کی تقریر نے رضا خانیوں کو حواس باختہ کر دیا تھا بدیں وجہ باوجود مہارت تامہ مولوی رحم الٰہی صاحب اس سلسلہ کو بھی دیر تک نہ نبھا سکے۔ بلکہ ۱۳ منٹ کے بعد تقریر ختم کر دینی پڑی الغرض مولوی رحم الٰہی صاحب نے اوقات پوری کے لئے بدعہدی[1] بھی اختیار کی (جو بحکم نبوی منافقین کی علامت ہے) لیکن پھر بھی کچھ کام نہ چلا اور ۴۵ منٹ کے بعد " الیوم نختم علی افواههم " کا منظر سامنے آ ہی گیا۔ جب مولوی رحم الٰہی صاحب اس تقریر کو ختم کر کے پلیٹ فارم سے نیچے تشریف لائے تو مولانا محمد منظور صاحب نے مجسٹریٹ صاحب سے سوال کیا کہ کیا مناظرہ شروع ہوگیا یا شروع ہونے میں کچھ دیر ہے؟ مجسٹریٹ صاحب نے فرمایا کہ میرے نزدیک تو ابھی مناظرہ شروع نہیں ہوا۔ ہاں مولانا (رحم الٰہی صاحب) نے یہ کارروائی قبل از وقت اور خلاف معاہدہ کی۔ مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ اگر مناظرہ ابھی شروع نہیں ہوا ہے تو بہتر یہ ہے کہ کارروائی مناظرہ شروع ہونے سے پہلے شرائط مناظرہ طے ہو جائیں۔ مجسٹریٹ صاحب نے بھی اس تجویز کو منظور فرمایا۔ جب مولوی رحم الٰہی صاحب نے دیکھا کہ مناظرہ اب شاید ہو ہی جائے گا تو سخت بے چینی اور سراسیمگی کی حالت

---

[1] بدعہدی: اس لئے کہ یہ قرار پا چکا تھا کہ ان تقریروں میں کوئی مقرر اختلافی باتیں بیان نہیں کریگا۔ ۱۲

میں کھڑے ہو کر فرمانے لگے کہ یہاں مناظرہ کی کوئی ضرورت نہیں یہاں سب ایک خیال کے لوگ ہیں نہ یہاں کوئی نزاع ہے اور جو کچھ تھا بھی اس کا فیصلہ ہو گیا۔ یہ کہہ کر اپنے معتقد خاص عبداللہ کو پکار کر فرمانے لگے کیوں بھئی کیا اب بھی یہاں کچھ نزاع باقی ہے ؟

عبداللہ : حضور یہاں اب کچھ جھگڑا نہیں رہا۔ پہلے ہمارا اور پیر بخش کا یہ جھگڑا تھا کہ وہ کہتا تھا کہ حکیم محمد حنیف دیوبندی نہیں ہیں اور ہم کہتے تھے کہ وہ دیوبندی ہیں۔ لیکن اب جب وہ دیوبندی مولویوں کو اپنے ساتھ لائے ہیں تو معلوم ہو گیا کہ وہ بھی دیوبندی ہیں۔ بس اب جب تک پیر بخش اپنے بہنوئی سے تعلقات نہ چھوڑے گا اس کا حقہ پانی ایسے ہی بند رہے گا۔

مولوی رحم الٰہی صاحب نے تو سمجھ لیا کہ بس " رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت " لیکن یہ نہ سوچا کہ خادمانِ سنت سے پیچھا چھڑانا آسان نہیں۔ مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ اوّل تو یہ محض غلط ہے کہ یہاں کوئی نزاع نہیں۔ میرا اور آپ کا آج یہاں آنا ہی اس کی روشن دلیل ہے اور اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ یہاں کسی قسم کا نزاع نہیں تو جانے دیجئے۔ کم از کم میرے اور آپ کے درمیان ہی نزاع ہے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ آج اسی کا تصفیہ ہو جائے۔ اس کے بعد مولانا صاحب نے جناب مجسٹریٹ صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ کیا جناب کو اس کے متعلق کچھ علم ہے کہ یہاں آج کی تاریخ میں کوئی مناظرہ ہونے والا تھا؟

مجسٹریٹ صاحب نے فرمایا کہ ایک عرصہ سے یہاں پیر بخش اور ان کی برادری کے لوگوں میں کچھ جھگڑا تھا جس کی تفصیل شاید آپ حضرات کو معلوم ہو چکی ہو گی۔ اب کچھ دنوں سے سنا تھا کہ اس کے تصفیہ کے لئے کوئی مناظرہ ہو گا اور باہر سے علماء کرام تشریف لائیں گے۔ اسی سلسلہ میں فریقین کے آدمیوں نے مجھ سے کہا کہ آپ کوئی ایسی تاریخ مقرر کر دیں جس میں آپ یہاں موجود ہوں تاکہ نقض امن وغیرہ کی طرف سے اطمینان رہے۔ میں نے اپنی ذمہ داری کو محسوس کیا اور اپنی فرصت کا لحاظ رکھتے ہوئے آج کی تاریخ مقرر کر دی تھی اور اسی وجہ سے آج یہاں موجود ہوں ورنہ ممکن تھا کہ آج کسی دوسری جگہ ہوتا۔

اس کے بعد مولانا منظور صاحب نے مولوی رحم الٰہی صاحب سے فرمایا۔ کہئے مولانا آپ یہاں کے

حالات سے زیادہ باخبر ہیں یا عالی جناب مجسٹریٹ صاحب ؟

مولوی رحم الٰہی صاحب : اچھا چلئے میں مناظرہ کے لئے تیار ہوں۔

مولانا محمد منظور صاحب : الحمد للہ ! اب یہ اور طے ہو جانا چاہئے کہ مبحث مناظرہ کیا رہے گا ؟

مولوی رحم الٰہی صاحب : مولوی اشرف علی صاحب و مولوی محمد قاسم صاحب و مولوی خلیل احمد صاحب کا کفر و اسلام۔

مولانا محمد منظور صاحب : کیا ہماری اور آپ کی جماعت میں بس یہی اختلاف ہے یا اور بھی کچھ مسائل مختلف فیہا ہیں اگر ہیں تو ان کو کیوں چھوڑا جاتا ہے ؟

مولوی رحم الٰہی صاحب : یہاں نزاع محض اسی میں ہے کہ ان حضرات کو یہاں کے اہلسنت و جماعت ، رضاخانی ، کافر کہتے ہیں چونکہ علماء حرمین شریفین نے ان کو کافر کہا ہے۔ اور دوسرے لوگ مسلمان بلکہ مسلمانوں کا پیشوا جانتے ہیں۔ لہذا یہاں اسی پر بحث ہونی چاہئے۔

مولانا محمد منظور صاحب : ابھی حضرت ابھی تو آپ فرماتے تھے کہ یہاں سب ایک خیال کے لوگ ہیں یہاں کوئی نزاع نہیں۔ اور ابھی چند منٹ کے بعد آپ فرما رہے ہیں کہ یہاں بس مولانا اشرف علی صاحب وغیرہ کے اسلام و کفر میں نزاع ہے۔ آپ کو کچھ تو اپنی ذمہ داری محسوس کرنی چاہئے۔ رہا جناب کا یہ فرمانا کہ یہاں بس یہی ایک نزاع ہے۔ اس کے متعلق بھی میں یہیں کے لوگوں سے دریافت کئے لیتا ہوں اس کے بعد مولانا صاحب نے ایک اجنبی شخص کی طرف اشارہ کر کے فرمایا " او میاں بھائی صاحب ذرا کھڑے ہو جائیے گا " وہ شخص کھڑا ہو گیا۔

مولانا محمد منظور صاحب : اس اجنبی شخص سے مخاطب ہو کر۔ تم جانتے ہو کہ "حفظ الایمان" کا مصنف کون ہے ؟

اجنبی : نہیں

مولانا محمد منظور صاحب : تم جانتے ہو کہ مولانا خلیل احمد صاحب کون تھے اور "براہین قاطعہ"

کس کی کتاب ہے ؟

اجنبی : میں نہیں جانتا !

مولانا محمد منظور صاحب : تم نے تحذیر الناس دیکھی ہے یا تم کو معلوم ہے کہ اس میں کیا لکھا ہے اور وہ کس کی تصنیف ہے ؟

اجنبی : صاحب مجھے کیا خبر تم مولوی مولوی جانو ۔

مولانا محمد منظور صاحب : مولوی رحم الٰہی صاحب سے مخاطب ہو کر ۔ مولانا آپ کو معلوم ہوا کہ ان غریبوں کو تو یہ بھی معلوم نہیں کہ یہ کس کی کتاب ہے اور ان میں کیا مضامین ہیں ۔ اب بتلائیے آپ کا یہ فرمانا کہاں تک صحیح ہے کہ یہاں بس یہی نزاع ہے کہ مولوی اشرف علی صاحب وغیرہ مسلمان ہیں یا کافر ؟

مولوی رحم الٰہی صاحب : ارے بھائی عبداللہ جو واقعہ ہے تو یوں صاف صاف نہیں بتلاتے بس یہی نزاع ہے نا کہ مولوی اشرف علی صاحب مولوی خلیل احمد صاحب مولوی محمد قاسم صاحب جنکو حرمین شریفین کے علماء نے کافر لکھ دیا ہے کافر ہیں یا مسلمان ۔ یا اور بھی کوئی نزاع ہے ؟

عبداللہ : حضور نہیں یہاں بس یہی نزاع ہے ۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : مولانا محمد منظور صاحب سے مخاطب ہو کر : لیجئے مولوی صاحب اب تو یہیں کے لوگوں سے معلوم ہو گیا کہ یہاں بس یہی نزاع ہے نہ کوئی اور ؟

مولانا محمد منظور صاحب : مولانا اگر ایسی تلقینوں اور اس طرح سبق پڑھانے سے کام چلتا ہو تو مجھ کو اجازت دیجئے کہ میں انہی آپ کے عبداللہ سے ابھی ۵ منٹ کے اندر اندر اس کے خلاف کہلوا دوں لیکن خیر مجھ کو محض آپ حضرات کی صداقت دکھانی تھی وہ بحمداللہ آشکارا ہو گئی ۔ اب میں مزید جرح و قدح کی ضرورت نہیں سمجھتا ۔ اور متوکلاً علی اللہ تعالےٰ اعلان کرتا ہوں کہ آپ کے پیش کردہ تینوں مبحث ہم کو منظور ہیں اور ہم اپنی طرف سے صرف ایک مسئلہ علم غیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اضافہ کرتے ہیں امید ہے کہ جناب اس کو منظور فرما کر اپنی آمادگی سے مطلع فرما دیں گے ۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : جب یہاں اس مسئلہ پر نزاع ہی نہیں تو اس پر بحث محض بے کار ہے ۔

مولانا محمد منظور صاحب : آپ کے نزدیک تو یہاں کوئی بھی نزاع نہیں تھا۔ اب خدا خدا کر کے تو آپ نے یہ تسلیم کیا ہے کہ یہاں اکابر علماء دیوبند کے کفر و اسلام پر نزاع ہے۔ اب انشاء اللہ آپ یہ بھی تسلیم فرمالیں گے کہ یہاں مسئلہ غیب پر بھی نزاع ہے۔ میں خود جناب مجسٹریٹ صاحب سے دریافت کرتا ہوں وہ فرمادیں کہ یہاں اس پر نزاع ہے یا نہیں ؟

جناب مجسٹریٹ صاحب : میرے علم میں تو یہی ہے کہ یہاں اس مسئلہ پر بھی نزاع ہے اور اکثر اس کا تذکرہ بھی سنتا رہتا ہوں۔

مولانا محمد منظور صاحب : مولوی رحم الٰہی صاحب سے مخاطب ہو کر : کہئے مولانا جناب تو فرماتے تھے کہ یہاں اس مسئلہ میں نزاع ہی نہیں اور جو کچھ مجسٹریٹ صاحب نے فرمایا وہ بھی جناب نے سن لیا۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : اچھا پہلے مسئلہ غیب بھی رکھئے میں اس پر بھی بحث کرنے کو تیار ہوں۔

مولانا محمد منظور صاحب : مباحث کی ترتیب کیا رہے گی ؟

مولوی رحم الٰہی صاحب : پہلے عبارت "حفظ الایمان"۔ بعد ازاں عبارت "تحذیر الناس" اس کے بعد عبارت "براہین قاطعہ"۔ بعد ازاں مسئلہ علم غیب۔

مولانا محمد منظور صاحب : منظور ہے لیکن مباحثہ کے لئے ایک صدر کا ہونا بھی لازمی ہے اور میں مناسب سمجھتا ہوں کہ عالی جناب مجسٹریٹ صاحب اس جلسہ کے صدر قرار پائیں۔

جناب مجسٹریٹ صاحب : میں ہرگز اس قابل نہیں کہ علماء کے کسی جلسہ کا صدر قرار پاؤں لہٰذا مجھ کو معاف رکھا جائے۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : مجسٹریٹ صاحب سے مخاطب ہو کر : ع خدا جب مال دیتا ہے لیاقت آ ہی جاتی ہے۔

اس کے بعد فریقین کے اصرار پر عالی جناب مجسٹریٹ صاحب نے صدارت منظور فرمالی۔ بعد ازاں تہذیب و آداب مناظرہ وغیرہ کے متعلق چند شرطیں اور بھی طے ہو گئیں۔ یہ بھی طے ہو گیا کہ سائل کو تقریر کے لئے ۱۰ منٹ دیئے جائیں گے اور مجیب کو پندرہ منٹ۔

(بقیہ بر صفحہ آئندہ)

مولانا محمد منظور صاحب : مولوی رحم الٰہی صاحب سے مخاطب ہوکر : یہ اور فرمائیے کہ آپ کی جانب سے کون صاحب مناظر ہوں گے ؟

مولوی رحم الٰہی صاحب : مناظر کی تعیین ہم کل کریں گے ۔

مولانا محمد منظور صاحب : کیا خوب ۔ مناظرہ آج ہوگا اور مناظر کی تعیین کل یہ کہاں کی منطق ہے ۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : مناظرہ آج نہیں کل ہوگا ۔

مولانا محمد منظور صاحب : مولانا ہم اس قدر بے کار نہیں ہیں ۔ ہمارے متعلق درسی خدمات ہیں یقین فرمائیے میری اور مولانا محمد اسماعیل صاحب کی ذات سے کم و بیش ستر طلبہ کا نفع ، نقصان وابستہ ہے لہذا مہربانی فرما کر مناظر کی تعیین فرمائیے تاکہ جلد از جلد کارروائی مناظرہ شروع کی جائے ۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : اپنے ہمراہیان سے مشورہ کرنے کے بعد ، اچھا میرا نام لکھ لیجئے ۔ اور آپ بھی اپنے مناظر کی تعیین کر دیجئے ۔

مولانا محمد منظور صاحب : جناب کا اسم گرامی ؟

مولوی رحم الٰہی صاحب : رحم الٰہی ۔

مولانا محمد منظور صاحب نے مولوی رحم الٰہی صاحب کا نام لکھ لیا اور فرمایا کہ خاکسار خود ہی مناظر ہوگا ۔

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) ؎ اگرچہ وقت کی یہ تحدید کر دی گئی تھی مگر اس کا عمل صرف وہاں تک ہوتا تھا کہ اصل مقصود احقاق حق فوت نہ ہو ۔ چنانچہ صدر صاحب نے خود فرمادیا تھا کہ جس مناظر کو اس سے زیادہ وقت کی ضرورت ہوگی ان کو زیادہ وقت دیا جائے گا ۔ بشرطیکہ وہ وقت بے کار اور خارجی باتوں میں ضائع نہ ہو ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا ۔ اور حضرت مولانا محمد منظور صاحب مدظلہ کی بعض تقریریں آدھ گھنٹے اور پون گھنٹے کی بھی ہوئیں اور بیس پچیس منٹ سے کم تو حضرت مولانا کی شاید کوئی بھی تقریر نہ ہوئی ہو ۔ اور مولوی رحم الٰہی صاحب کی کوئی تقریر شاید ۱۲ منٹ سے بڑھی ہو ، ورنہ اکثر وقت ہونے سے پہلے ہی ختم ہو جاتی تھی ۔ ہم صدر صاحب کی سخن شناسی کے مشکور ہیں کہ انہوں نے حضرت مولانا محمد منظور صاحب کو بہ ضرورت کے مطابق وقت دیا ۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا موصوف کی اکثر تقریریں مقدار میں مولوی رحم الٰہی صاحب سے دوچند اور سہ چند ہیں ۔ فلیحفظ ۱۲ ۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : اسم شریف جناب کا ؟

مولانا محمد منظور صاحب : احقر کو محمد منظور کہتے ہیں۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : والد مرحوم جناب کا سنبھل ہے ؟

مولانا محمد منظور صاحب : جی ہاں خاکسار سنبھل ہی رہتا ہے۔

حفظ الایمان کی عبارت پر مناظرہ

ان تمام باتوں کے بعد نماز عصر ادا کی گئی۔ اور اس کے بعد حسب قرارداد "حفظ الایمان" کی عبارت پر اس طرح مناظرہ شروع ہوا۔

مولوی رحم الٰہی صاحب :

الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا ومولانا محمد والہ وصحبہ اجمعین ؛

اس کے بعد تقریباً ۵ منٹ تک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ علمی فضائل بیان کئے جو سب مسلمانوں کو مسلم ہیں۔ اس کے بعد فرمایا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن کی یہ شان ہے ان کے متعلق آپ کے مولوی اشرف علی صاحب "حفظ الایمان" میں لکھتے ہیں۔

"پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدس پر علم غیب کا حکم کرنا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضورؐ کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے حاصل ہے"

اس عبارت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف کو پاگلوں اور چوپاؤں کے علم کے برابر بتایا گیا ہے اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت توہین ہے اور اسی وجہ سے علماء حرمین شریفین نے ان کو کافر کہا ہے۔ اور آپ ان کو مسلمان بلکہ اپنا پیشوا جانتے ہیں۔ آپ کے پاس اس کا کیا جواب ہے۔ کیا ایک شخص جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کے بعد بھی مسلمان رہ سکتا ہے ؟

مولانا محمد منظور صاحب :-

الحمد لله نحمده و نستعينه و نستغفره و نؤمن به ونتوكل
عليه و نعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا من
يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادی له ونشهد ان لا
له الا الله وحده لا شريك له ونشهد ان سيدنا و نبينا وشفيعنا
وحبيبنا وحبيب ربنا ومولانا محمدا عبده ورسوله الذی
ارسله بالحق الی كافة للناس بشيرا و نذيرا و داعيا اليه باذنه
وسراجا منيرا وصلی الله تعالی عليه وعلی اله و اصحابه وسلم
تسليما كثيرا كثيرا يا معين بك نستعين بسم الله الرحمن الرحيم ط

اما بعد۔

معزز حاضرین ! آپ نے مولوی صاحب کی تقریر سنی۔ مولوی صاحب کا دعویٰ یہ ہے کہ مولانا اشرف علی صاحب کافر ہیں۔ اور اس کی دلیل یہ بیان کی ہے کہ نعوذ باللہ مولانا اشرف علی صاحب نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی ہے۔ اور جو شخص آنحضرت کی توہین کرے وہ کافر ہے۔ مولوی صاحب کے دوسرے جزیں مجھے کلام نہیں۔ واقعی جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرے وہ کافر ہے ملعون ہے۔ واجب القتل ہے۔ خدا کی زمین کو اس کے ناپاک وجود سے پاک کر دینا چاہئے۔ حضور سرور عالم صلی ان علیہ وسلم کی توہین کرنے والے کو مذاہب اربعہ میں پناہ نہیں۔ بلکہ میرے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نعل مبارک کے تسمہ کی توہین کرنے والا بھی کافر ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ اپنی مشہور کتاب "جذب القلوب" میں ارقام فرماتے ہیں کہ جو شخص مدینہ طیبہ کی خاک کے متعلق کہے کہ اس میں کہیں بھی خوشبو نہیں آتی اس کے متعلق حضرت امام مالکؒ کا فتویٰ ہے کہ اس کو قید کر دیا جائے۔ اگر توبہ کرے فبہا ورنہ تین روز کے بعد قتل کر دیا جائے

الغرض مولوی صاحب کا یہ فرمانا کہ جو شخص توہین کرے وہ کافر ہے بالکل صحیح ہے۔ تمام مسلمانوں کا یہی عقیدہ ہے۔ خود حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ بھی اپنی کتابوں میں یہی لکھتے ہیں۔ اب رہا مولوی صاحب

کی دلیل کا پہلا جز۔ یعنی یہ کہ مولوی اشرف علی صاحب نے العیاذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی ہے۔ بس اسی میں میرا اور مولوی صاحب کا نزاع ہے۔ جو عبارت مولانا نے "حفظ الایمان" کی آپ حضرات کو پڑھ کر سنائی ہے اس کا اول اور آخر اگر مولانا پڑھ دیتے تو شاید مجھ کو جواب دینے کی بھی حاجت نہ ہوتی۔ اس سے خود آپ حضرات سمجھ جاتے کہ اس عبارت میں توہین کا شائبہ بھی نہیں۔ مولوی صاحب نے لا تقربوا الصلوٰۃ تو پڑھ دیا اور وانتم سکاریٰ کا ذکر تک بھی نہ کیا۔ خیر یہ تو مولوی صاحب کی دیانت داری تھی۔ اب میں آپ حضرات کو اس کی حقیقت بتاتا ہوں سنئے!

"حفظ الایمان" مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ کا ایک مطبوعہ فتویٰ ہے جس میں تین سوالوں کا جواب ہے۔ پہلا سوال سجدۂ تعظیمی کے متعلق ہے۔ دوسرا طواف قبور اولیاء اللہ کے متعلق ہے۔ اور تیسرا سوال یہ ہے کہ ایک شخص جس کا فرضی نام زید ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب بواسطہ کے اعتبار سے عالم الغیب کہتا ہے۔ اس کا یہ عالم الغیب کہنا کیسا ہے؟ حضرت مولانا مدظلہ جواب دیتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہنا جائز نہیں۔ اور اس کی دو دلیلیں بیان کی ہیں۔ پہلی دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ چونکہ عام طور پر شریعت کے محاورات میں عالم الغیب اسی کو کہا جاتا ہے جس کو غیب کی باتیں بلا واسطہ اور بغیر کسی کے بتلائے معلوم ہوں اور یہ شان محض اللہ تعالیٰ کی ہے، لہٰذا مخلوق پر بلا قرینہ علم غیب کا اطلاق موہم شرک ہونے کی وجہ سے ناجائز ہوگا۔ پھر اس مضمون کو قرآن و حدیث سے ثابت فرما کر اسی دعوے پر دوسری دلیل یوں قائم فرماتے ہیں۔ ذرا غور سے سنا جائے۔

پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا۔ یعنی آنحضرت صلعم کو عالم الغیب کہنا۔ اگر بقول زید (رضاخانی) صحیح ہو تو دریافت طلب۔ اسی زید سے یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد۔ یعنی اس غیب سے جو لفظ عالم الغیب میں ہے اور جس کی وجہ سے آنحضرت صلعم کو وہ عالم الغیب کہتا ہے۔ بعض غیب ہیں یا کل غیب۔ یعنی یہاں اس میں کلام نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کس قدر علوم غیبیہ عطا فرمائے گئے نہ یہاں اس کی بحث ہے۔ بلکہ مولانا ان لوگوں سے دریافت کرتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہتے ہیں اور کہنا جائز سمجھتے ہیں کہ اے عقل کے دشمنوں ذرا یہ تو بتلا دو کہ تم جو آنحضرت

کی ذاتِ مقدسہ پر عالم الغیب کا اطلاق کرتے ہو اس لفظِ غیب سے تمہاری کیا مراد ہے۔ بعض غیب یا کل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس عالم الغیب کہنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص الیسا بعض علم غیب کہ کسی کے عالم الغیب کہنے کے لئے جس کی ضرورت تم سمجھتے ہو۔ یعنی مطلق بعض مغیبات کا علم تو زید، عمرو بلکہ ہر صبی مجنوں بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔ تو چاہیئے کہ تمہارے اصول پر سب کو عالم الغیب کہا جائے۔ کیونکہ تمہارے نزدیک کسی کے عالم الغیب کہنے کے لئے محض اتنا کافی ہے کہ اس کو غیب کی کسی بات کا علم ہو اور ان حقیر چیزوں کو بھی بعض مغیبات کا علم ضرور ہے کم از کم اللہ تعالےٰ کی ذات ہی کا علم ہے اور وہ بھی منجملہ مغیبات کے ہے۔ پھر مولانا فرماتے ہیں کہ۔

"پھر اگر (یہ رضاخانی) زید اس کا التزام کرے کہ میں ہاں سب کو عالم الغیب کہوں گا تو پھر علم غیب کو منجملہ کمالاتِ نبویہ شمار کیوں کیا جاتا ہے۔ جس امر میں مومن بلکہ انسان کی بھی خصوصیت نہ ہو وہ کمالاتِ نبوت سے کب ہو سکتا ہے۔ اور اگر التزام نہ کیا جاوے تو نبی غیر نبی میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے"

مولانا ذرا انصاف کو دل میں جگہ دیجئے اور پھر فرمایئے کہ کیا اس عبارت کا وہ مطلب ہے جو جناب نے فرمایا تھا اور جو مولوی احمد رضا خان صاحب نے "حسام الحرمین" میں لکھ کر علماءِ حرمین شریفین کے سامنے پیش کیا۔ یعنی یہ کہ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف کو پاگلوں اور جانوروں کے برابر بتا دیا۔ یا وہ مطلب ہے جو خاکسار نے عرض کیا۔ ذرا غور تو کیجئے! مولانا تو یہ فرماتے ہیں کہ آپ لوگوں کے اس بیہودہ اصول پر کہ جس کو غیب کی کچھ باتیں بھی معلوم ہوں اس کو بھی عالم الغیب کہا جا سکتا ہے۔ یہ لازم آتا ہے کہ ان حقیر چیزوں کو بھی عالم الغیب کہا جاوے۔ اور جب یہ لازم باطل ہے تو تمہارا اصول باطل ہوا۔ مہربانِ من مولانا کے نزدیک تو یہ برابری ایسی باطل ہے کہ اس کے بطلان سے آپ کے اصول کے باطل ہونے پر دلیل قائم کر رہے ہیں اگر اس پر بھی کوئی شخص یہ کہے کہ مولانا اشرف علی صاحب نے معاذ اللہ آنحضرت صلعم کے علم کو حیوانات وغیرہ کے علوم سے تشبیہ دے دی تو اس کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں اللہ مقلب القلوب ہدایت فرمائے۔

اس کے بعد میں مناسب سمجھتا ہوں کہ خود حضرت مولانا اشرف علی صاحب نے جو جواب اس الزام کا دیا ہے اس کو بھی باختصار نقل کردوں تاکہ معلوم ہوجائے کہ خود مصنف حفظ الایمان کا اس بارہ میں کیا خیال ہے۔

جناب مولانا مرتضیٰ حسن صاحب، حضرت مولانا تھانوی مدظلہٗ کو خط لکھتے ہیں کہ مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی آپ کے متعلق یہ لکھتے ہیں کہ آپ نے معاذ اللہ حفظ الایمان میں یہ تصریح کی ہے کہ غیب کی باتوں کا جیسا علم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے ایسا تو ہر بچہ اور ہر پاگل اور ہر جانور کو حاصل ہے۔ کیا کہیں حفظ الایمان میں آپ نے یہ لکھا ہے۔ کیا آپ کا یہ عقیدہ ہے۔ اگر آپ کا یہ عقیدہ نہیں تو آپ اس شخص کو کیسا سمجھتے ہیں جو ایسا خبیث عقیدہ رکھے۔

حضرت مولانا جواب دیتے ہیں۔

"میں نے یہ خبیث مضمون کسی کتاب میں نہیں لکھا۔

لکھنا تو درکنار میرے قلب میں بھی اس مضمون کا کبھی خطرہ نہیں گزرا۔

میری کسی عبارت سے یہ مضمون لازم بھی نہیں آتا جیسا کہ اخیر میں عرض کروں گا۔

جب میں اس مضمون کو خبیث سمجھتا ہوں ..... تو میری مراد کیسے ہوسکتا ہے؟

جو شخص ایسا اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد صراحۃً یا اشارۃً یہ بات کہے میں اس شخص کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں کہ وہ تکذیب کرتا ہے نصوص قطعیہ کی اور تنقیص کرتا ہے حضور سرورِ عالم فخر بنی آدم صلعم کی۔"

اس کے بعد حضرت مولانا نے اس الزام کا مفصل جواب بھی دیا ہے اور اس عبارت کا مطلب بیان کیا ہے جس کو پڑھ کر سنانے کی اب حاجت نہیں رہی۔ کیونکہ میں نے جو جواب دیا ہے وہ اسی سے ماخوذ ہے پھر اسی تحریر کے خاتمہ پر تحریر فرماتے ہیں کہ۔

"بفضلہٖ تعالیٰ میرا اور میرے سب بزرگوں کا عقیدہ ہمیشہ سے آپ کے افضل المخلوقات فی جمیع الکمالات العلمیہ والعملیہ ہونے کے باب میں یہ ہے ع

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر (از بسط البنان)

حاضرین ! للہ ذرا انصاف سے کام لیجئے جو شخص اس عقیدہ کو خبیث قرار دے اس کے معتقد کو خارج از اسلام بتائے، اپنا عقیدہ یہ تحریر کرے کہ " بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر " اس کی عبارت میں قطع برید کرکے اس کی طرف اس عقیدہ کو منسوب کرنا کس قدر انصاف کا خون کرنا ہے۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : اپنے مخصوص لہجہ میں : ؎

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو ایک قطرۂ خون نہ نکلا

مولوی صاحب ! آپ نے مجھ پر یہ الزام لگایا ہے کہ میں نے حفظ الایمان کی اس عبارت کا اول و آخر نہیں پڑھا۔ بے شک میں نے ساری کتاب نہیں پڑھی اور نہ اس کی ضرورت تھی۔ جتنی عبارت میں آنحضرت صلعم کی توہین تھی میں نے کل پڑھ کر سنا دی اس میں اگر میں نے کوئی لفظ چھوڑا ہو تو آپ مجھ سے شکایت کر سکتے ہیں۔ حاضرین پھر سن لیں وہ عبارت یہ ہے۔

" پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا الخ (الاختصار من المرتب)

اس عبارت کو کوئی تعلق ماقبل یا مابعد سے نہیں۔ یہ پھر کا لفظ خود اس کو بتلاتا ہے کہ یہاں سے کوئی نئی بات شروع ہوتی ہے جس کا ماقبل سے کوئی تعلق نہیں۔ مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ اس عبارت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو حیوانات اور پاگلوں کے علم سے تشبیہ نہیں دی گئی حالانکہ اس میں صاف ایسا کا لفظ موجود ہے جو تشبیہ ہی کے لئے آتا ہے۔ افسوس ! ایک شخص آنحضرت صلعم کی توہین کرتا ہے آپ کے علم کو پاگلوں اور جانوروں کے برابر بتاتا ہے اور آپ اسے مسلمان ثابت کرنے کے لئے ایسے ایسے رکیک احتمالات پیدا کرتے ہیں۔

مولانا محمد منظور صاحب : اس وقت ہمارے فاضل مخاطب نے میری تقریر کے جواب میں محض دو باتیں کہی ہیں۔ ایک یہ کہ عبارت زیر بحث کو اول و آخر سے کوئی تعلق نہیں۔ دوسری یہ کہ اس عبارت میں لفظ ایسا ہے جو تشبیہ کے لئے آتا ہے لہذا اس عبارت میں ضرور تشبیہ ہے۔ میں بالترتیب اس کا جواب دیتا

ہوں۔ غور سے سنئے۔

اس عبارت کو ماقبل سے بھی تعلق ہے اور مابعد سے بھی۔ اس عبارت سے پہلی عبارت تو اس کو بتلاتی ہے کہ گفتگو اس میں نہیں کہ آنحضرت صلعم کو غیب کی کتنی باتوں کا علم تھا اور کوئی دوسرا علوم غیبیہ میں آپ کے برابر ہے یا نہیں۔ بلکہ محض اس میں ہے کہ آنحضرت صلعم کی ذات مقدسہ پر عالم الغیب کا اطلاق جائز ہے یا نہیں۔ اس اس عبارت سے چند سطر پہلے یہ چند فقرے موجود ہیں جو صاف بتلا رہے ہیں کہ محض اطلاق کی بحث ہے نہ علم غیب کی مقدار کی۔ فقرہ ۱ تو بلا قرینہ مخلوق پر علم غیب کا اطلاق موہم شرک ہونے کی وجہ سے ناجائز ہوگا۔ فقرہ ۲ اسی لئے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر عالم الغیب کا اطلاق جائز نہ ہوگا۔ فقرہ ۳ اور اگر کسی ایسی تاویل سے ان الفاظ کا اطلاق جائز ہو تو خالق و رزاق وغیرہما کا بتاویل اسناد الی السبب کے بھی اطلاق کرنا جائز ہوگا۔ کیونکہ آپ ایجاد اور بقائے عالم کے سبب ہیں۔ فقرہ ۴ : جس طرح آپ پر عالم الغیب کا اطلاق اس تاویل سے جائز ہوگا۔ الخ

ان فقروں سے معلوم ہوتا ہے کہ بحث محض اطلاق لفظ عالم الغیب کے جواز و عدم جواز کی ہے نہ آنحضرت صلعم کے علم شریف کے مقدار کی۔ یہ تو تھا عبارت کا اول سے تعلق۔ اب آخر سے سنئے۔

اس عبارت سے چند سطر بعد مولانا کی یہ عبارت موجود ہے "نبوت کے لئے جو علوم لازم وضروری ہیں وہ آپ کو (صلی اللہ علیہ وسلم) بتمامہا حاصل ہو گئے تھے" جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کے نزدیک آنحضرت صلعم کو تمام علوم لازمۂ نبوت حاصل تھے۔ انصاف شرط ہے۔ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایجاد عالم و بقاء عالم کا سبب سمجھے اور یہ عقیدہ رکھے کہ آنحضرت صلعم کو تمام علوم لازمۂ نبوت حاصل تھے کیا وہ زید و عمرو وغیرہ کے علم کو علوم محمدی کے برابر بتا سکتا ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ عبارت زیر بحث سے پہلے عبارت تو اس کو بتاتی ہے کہ گفتگو محض اطلاق میں ہے نہ کہ رسول اللہ صلعم کے علم شریف کی مقدار میں۔ اور بعد کی عبارت اسکو بتاتی ہے کہ مولانا کا عقیدہ یہ ہے کہ تمام علوم لازمۂ نبوت آنحضرت صلعم کے لئے حاصل تھے[1]۔ اب تو جناب

---

[1] اس کے علاوہ عبارت زیر بحث کا ایک خاص تعلق مابعد سے یہ بھی ہے کہ اسی عبارت کے متصل ایک فقرہ یہ ہے ۔۔ پھر اگر زید اس

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ عبارت زیر بحث کا اول و آخر سے کیا تعلق ہے۔

یہ تقریر یہاں تک پہنچی تھی کہ مولوی رحم الٰہی صاحب نے اثنائے تقریر میں فرمایا کہ لفظ "پھر" کا آپ کے پاس کیا جواب ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہاں سے کوئی نئی بات شروع کرنی چاہتے ہیں جس کا اول و آخر سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ بھی بتلائیے کہ عربی میں اس "پھر" کا ترجمہ کیا کیا جائے گا ؟

مولانا نے جواب دیا کہ یہ لفظ "پھر" یہاں اُسی موقعہ پر استعمال کیا گیا ہے جس موقعہ پر عربی میں علیٰ اثرہ استعمال کرتے ہیں۔ ایک مدعا پر ایک دلیل قائم کرنے کے بعد جب دوسری دلیل شروع کرتے ہیں تو کہتے ہیں علیٰ اثرہ۔ اسی طرح جب یہاں مولانا اپنے دعوے پر ایک دلیل قائم کر چکے تو دوسری دلیل کو لفظ "پھر" سے شروع کیا۔ اب تو شاید اس "پھر" کا پھیر بھی جناب کی سمجھ میں آگیا ہوگا۔

جناب نے اپنی تقریر میں دوسری بات یہ فرمائی تھی کہ عبارت "حفظ الایمان" میں لفظ "ایسا" ہے جو تشبیہ ہی کے لئے آتا ہے معلوم ہوا کہ جناب کو اردو ادب میں بھی بہت زیادہ دسترس ہے۔ سنئے۔

امیر مینائی مرحوم اپنی مشہور کتاب "امیر اللغات" جلد دوم کے صفحہ ۳۰۲ پر لفظ ایسا کے معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

۱ : بالیسا اس قسم کا۔ اس شکل کا۔ فقرہ ایسا قلم دان ہر ایک سے بننا دشوار ہے ؎

محبوب نہیں باغِ جہاں میں کوئی ایسا
بوٗر کہتا ہے گُل ایسی نہ لذت ثمر ایسی۔ (آتش)

۲ : اس قدر۔ اتنا۔ فقرہ ایسا مارا کہ ادھموا کر دیا ؎

اس بادہ کش کا جسم ہے ایسا لطیف وصف
زُنّار پر گمان ہے موج شراب کا (برق)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) کا التزام کرے کہ میں ان سب کو عالم الغیب کہوں گا الخ۔ اس فقرہ کے خط کشیدہ الفاظ بتا رہے ہیں کہ یہاں صرف اطلاق کی بحث ہے دعلم شریف کی معتدا کی ۱۲ فتامل۔ ؎ یا تم اللہ ۱۲

اس کے بعد اسی لفظ " ایسا " کے تین معنی اور لکھے ہیں جن کو پڑھ کر سنانے کی چنداں حاجت نہیں اس کے علاوہ یہ کہ اہل زبان برابر اپنے محاورات میں کہتے ہیں کہ " اللہ تعالےٰ ایسا قادر ہے " تو کیا نعوذ باللہ تعالیٰ اس کی قدرت کو کسی کی قدرت سے تشبیہ دینی مقصود ہوتی ہے ؟ اب آیا خیال شریف میں کہ لفظ " ایسا " محض تشبیہ ہی کے لیے نہیں آتا، بلکہ دوسرے معانی میں بھی مستعمل ہوتا ہے اور عبارت زیر بحث میں بھی جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں ایسا بمعنی اتنا مستعمل ہے اور تشبیہ پہلے نہیں۔ اب میں مزید توضیح کے لیے اس عبارت کا حاصل اپنی اور آپ کی مثال دے کر عرض کرتا ہوں۔

فرض کر لیجئے کہ آپ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ پر عالم الغیب کا اطلاق کرتے ہیں اور اس کو جائز سمجھتے ہیں۔ میں آپ سے کہتا ہوں آپ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہتے ہیں تو آیا اس وجہ سے کہ آپ کو کل مغیبات کا علم ہے یا اس وجہ سے کہ بعض مغیبات کا۔ پہلی صورت کے تو آپ خود بھی قائل نہیں[1]۔ اور اگر آپ اس کے قائل بھی ہوں تو دلائل عقلیہ و نقلیہ سے اس کا باطل ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور اگر آپ آنحضرت صلعم کو عالم الغیب اس وجہ سے کہتے ہیں کہ آپ کو بعض امور غائبہ کا علم ہے۔ قطع نظر اس سے کہ وہ ایک ہے یا ایک کروڑ یا اس سے بھی زیادہ۔ تو پھر میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے آپ کے اس اصول پر تو لازم آتا ہے کہ اب دنیا کی حقیر چیزوں کو بھی عالم الغیب کہا جائے کیوں کہ کسی نہ کسی غیب کی بات کا علم تو حیوانات کو بھی ہے۔ کم از کم اللہ تعالےٰ ہی کا علم ہے اور وہ بھی غیب کا ایک فرد ہے تو کیا آپ اپنے اس اصول کی بنا پر ان حیوانات کو بھی عالم الغیب کہیں گے۔ اگر آپ کہیں کہ ہاں ہم سب کو عالم الغیب کہیں گے۔ تو میں کہوں گا کہ پھر اس صورت میں حضور کو عالم الغیب کہنے میں کیا تعریف نکلی جب کہ آپ کے نزدیک حیوانات کو بھی عالم الغیب کہا جا سکتا ہے۔ یہ ہے حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہٗ کی عبارت کا مطلب جو میں نے مثال کی صورت میں عرض کیا۔ اب ذرا انصاف سے کہئے کہ مولانا نے العیاذ باللہ آنحضرت صلعم کے علم شریف کو حیوانات کے علوم کے مساوی اور برابر بتا دیا۔ یا آپ لوگوں کو اس برابری اور

---

[1] مولوی احمد رضا خان صاحب نے اپنے رسالہ " خالص الاعتقاد " کے صفحہ ۲۲ پر تصریح کی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف بعض مغیبات کا علم مانتے ہیں نہ کہ کل کا۔ ۱۲

مساوات فی الاطلاق سے بچانے کی کوشش کی لیکن بات وہی ہے ع

گل است سعدی و در چشم دشمنان خار است

جناب نے اپنی تقریر کے آخر میں یہ بھی فرمایا تھا کہ ایک شخص آنحضرت صلعم کی توہین کرتا ہے اور تو اس کی عبارت میں ریک احتمالات پیدا کر کے مسلمان کہلوانا چاہتا ہے۔ سو اس کا جواب وہی ہے جو میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ رسول اللہ صلعم کی توہین بے شک کفر بلکہ اشد کفر ہے۔ دنیا بھر کے کافروں کو پناہ مل سکتی ہے لیکن جو کافر آنحضرت صلعم کی توہین کرے اس کی سزا محض تلوار ہے۔ ابھی حضرت (حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم) تو بڑی چیز ہیں واللہ میرا تو یہ عقیدہ ہے کہ جو شخص حضرت بلال حبشی رضؓ کی توہین بھی صحابی ہونے کی حیثیت سے کرے وہ بھی کافر ہے مردود ہے ملعون ہے۔ لیکن ہاں واقعہ میں توہین ہونی چاہیئے۔ خواہ مخواہ کسی کے سر توہین کا الزام تھوپنا گناہ کبیرہ ہے۔ ہمارے فقہاء کرام تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ اگر کسی عبارت میں ہزار ہا احتمالات کفر کے ہوں اور صرف ایک ضعیف سا احتمال ایسا ہو جس کی وجہ سے اس کے قائل کو مسلمان کہا جا سکے تو اس کو کافر مت کہو چہ جائیکہ کسی کی عبارت میں کوسوں تک توہین کا شائبہ بھی نہ ہو اور محض عوام میں شہرت حاصل کرنے کے لئے اس کے سر توہین منڈھ کر اس کو کافر کہا جائے۔ آپ غور کیجئے واللہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہٗ کا اس سے کچھ نہیں بگڑتا ہاں آپ اپنے نامۂ اعمال کو خراب کر رہے ہیں۔

مولوی حکم الٰہی صاحب : آپ نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ نہ عبارت زیر بحث کا اول و آخر سے کوئی معقول تعلق بیان کیا۔ اور جو تعلق آپ نے بیان کیا ہے ایسا تو ساری کتاب کو اول سے آخر تک ہوا کرتا ہے۔ ایسا تعلق بتلائیے جس سے معلوم ہو کہ اس عبارت کا مطلب سمجھنا اول و آخر پر موقوف ہے۔ آپ بار بار فرماتے ہیں کہ اس عبارت میں توہین نہیں تو کیا سارے علماء حرمین نے بے سوچے سمجھے مولوی اشرف علی صاحب کو کافر کہہ دیا۔ مولوی صاحب وہ ایسی جگہ کے علماء ہیں جہاں شیطان کا دخل بھی کم ہوتا ہے۔ اگر اکیلے اعلیٰ حضرت نے کافر لکھا ہوتا تو یہ بھی کہا جا سکتا تھا کہ عداوت یا تحصیل شہرت کی وجہ سے کہہ دیا ہو گا لیکن مشکل تو یہ ہے کہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے علماء نے بھی تکفیر کر دی ہے۔ آپ خدا کا خوف کھا کر میری باتوں کا جواب دیجئے ادھر اُدھر کی باتوں میں وقت کو مت ٹالئے۔

مولانا محمد منظور صاحب : الحمد للہ ! مولانا نے یہ تو تسلیم کرلیا کہ لفظ "ایسا" تشبیہ ہی کے لئے نہیں آتا۔ چونکہ اس کے متعلق برائے نام بھی کوئی حرف نہیں کہا ورنہ اگر کہہ دیتے کہ امیر مینائی مرحوم بھی وہابی تھے تو میں کیا کرلیتا۔ خیر۔ ع

عمرت دراز باد کہ این ہم غنیمت است

رہا مولانا کا یہ فرمانا کہ عبارت زیر بحث کا کوئی تعلق ماقبل و مابعد سے نہیں بتایا۔ اس کے جواب دینے کی اگرچہ اب ضرورت نہیں کیونکہ میں نے جو تعلق بیان کیا ہے وہ ایسا ظاہر ہے جس کو ہر تھوڑی سی سمجھ رکھنے والا بھی سمجھ گیا ہوگا۔ لیکن خیر مولانا کی خاطر پھر اسی کا اعادہ کرتا ہوں سنئے۔

عبارت زیر بحث سے پہلی عبارت اس کو بتلاتی ہے کہ بحث محض اس کی ہے کہ آنحضرت صلعم کو عالم الغیب کہا بھی جاسکتا ہے یا نہیں۔ نہ اس کی کہ آنحضرت صلعم کو کس قدر علوم غیبیہ عطا فرمائے گئے اور کوئی مخلوق ان علوم میں آپ کی برابری کرسکتا ہے یا نہیں۔ اور اس عبارت سے بعد کی عبارت اس کو بتلاتی ہے کہ مولانا کا عقیدہ دربارۂ علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہے کہ جو علوم لازمۂ نبوت تھے وہ بتمامہا آنحضرت صلعم کو حاصل ہوگئے۔ جب تک کوئی شخص عبارت زیر بحث سے پہلی عبارت نہ دیکھے کیسے سمجھ سکتا ہے کہ بحث محض اطلاق کی ہے نہ اس کی کہ واقعہ میں کس قدر علوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھے اور جب تک کوئی اس عبارت سے بعد کی عبارت کو نہ دیکھے اس وقت تک اس کو مولانا کا عقیدہ دربارۂ علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں کر معلوم ہوسکتا ہے ؟

ہاں اس مرتبہ ہمارے فاضل مخاطب نے ایک بات نہایت عجیب کہی اور وہ یہ کہ اگر زیر بحث عبارت میں توہین نہیں تھی تو علماء حرمین نے کیوں تکفیر کی کیا انہوں نے بے سمجھے کفر کا فتویٰ دے دیا ؟

مہربان من ! مفتی کا بس یہی فرض ہے کہ اس کے سامنے جو سوال پیش کیا جائے وہ اس کا جواب دے دے۔ اس کے ذمہ یہ نہیں کہ سوال کی واقعیت اور عدم واقعیت کی تحقیق کرے۔ جس فتوے کا آپ بار بار ذکر فرماتے ہیں اس کی حقیقت یہ ہے کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب نے مولانا اشرف علی صاحب کی یہی عبارت اس کا ماقبل و مابعد حذف کرکے اسی طرح علماء حرمین شریفین کے سامنے پیش کی جس طرح کہ آپ نے اس وقت

پبلک کے سامنے ۔ بلکہ انہوں نے ایک کمال یہ بھی کیا کہ حضرت مولانا کی اس عبارت کے لکھنے سے پہلے ہی اس کا مطلب بھی ان الفاظ میں بیان کر دیا۔

" اُس میں (یعنی حفظ الایمان میں) تصریح کی ہے کہ غیب کی باتوں کا جیسا علم رسول اللہ صلعم کو ہے ایسا تو ہر بچہ اور ہر پاگل اور ہر جانور اور ہر چار پائے کو حاصل ہے " (حسام الحرمین ص۲۱)

علماء حرمین کو کیا خبر تھی کہ اس عبارت میں کیا کیا قطع برید کی گئی ہے۔ انہوں نے اسی قدر عبارت کا وہ مطلب سمجھ کر جو مولوی احمد رضا خان صاحب نے لکھا تھا۔ مولوی احمد رضا خان صاحب کے فتوے سے اتفاق کیا۔ یہ ہے اس فتوے کی حقیقت جس کو آپ تکفیر کا مدار ٹھہرا رہے ہیں اگر میرے سامنے بھی وہ فتوے پیش کیا جاتا اور مجھے حقیقت حال کی خبر نہ ہوتی تو میں بھی اس فتوے کی تصدیق کرتا۔ الغرض علماء حرمین نے جو کچھ لکھا وہ بے سوچے سمجھے نہیں لکھا۔ ہاں مولوی احمد رضا خان صاحب نے ان سے جھوٹ بولا اور ان کو دھوکا دیا۔ انہیں کیا خبر تھی کہ ایسی عبا قبا والے محض کسی مسلمان کی تکفیر کے لئے جھوٹ بھی بولتے ہیں۔ بلکہ ان میں سے بعض حضرات نے تو یہ بھی لکھ دیا کہ اگر حقیقت[1] میں ان لوگوں (مولوی اشرف علی صاحب وغیرہ) نے توہین کی ہے اور ان کے عبارتوں کا مطلب وہی ہے جو تم نے (یعنی مولوی احمد رضا خان صاحب نے) بیان کیا تو وہ کافر ہیں ورنہ نہیں۔ یہ ہی وجہ ہے کہ جب ان حضرات کو یہ اطلاع ہوئی کہ یہ مولوی احمد رضا خان صاحب کا مکر و فریب تھا تو انہوں نے اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا پر عمل کر کے براہِ راست حضرات علماء دیوبند کے پاس کچھ سوالات بھیجے کہ ان مسائل میں آپ کا کیا خیال ہے۔ ان میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ کیا نعوذ باللہ تمہارے نزدیک حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا علم حیوانات اور پاگلوں جیسا ہے؟

اس کا جواب یہاں سے دیا گیا کہ یہ خبیث عقیدہ ہمارا ہرگز نہیں۔ جو شخص ہماری طرف ایسے عقائد منسوب کرے وہ کذاب ہے دجال ہے۔ پھر اس کے بعد مولانا اشرف علی صاحب کی یہ عبارت بھی مع توضیح کے لکھی گئی تو خود انہیں علماء حرمین نے اس پہلی تکفیر سے رجوع کیا جو مولوی احمد رضا خان صاحب نے دھوکہ دیکر

---

[1] علماء حرمین کی یہ تصریحات روئداد مذکہ کے صفحہ ۵۶ پر ملاحظہ ہوں ۱۲

کرائی تھی۔ اور صاف لکھ دیا کہ آپ لوگ پکے مسلمان ہیں اور اہلسنت وجماعت ہیں۔ علماء حرمین شریفین کا یہ فتویٰ سالہا سال ہوئے "التصدیقات" کے نام سے چھپ کر شائع ہو چکا ہے اور میرے پاس بھی اس وقت موجود ہے آپ چاہیں تو ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ مولانا شاید آپ کو خبر نہیں کہ حقیقت حال معلوم ہونے کے بعد علماء حرمین کے نزدیک آپ کے اعلیٰ حضرت مولوی احمد رضا خان صاحب کی کتنی قدر و منزلت رہ گئی ہے۔ ذرا مدینہ منورہ کے مفتی اعظم حضرت مولانا سید احمد صاحب برزنجی رح کا "غایۃ المامول" ملاحظہ فرمائیے۔ اس سے معلوم ہو جائے گا کہ حقیقت حال معلوم ہو جانے کے بعد علماء حرمین شریفین نے مولوی احمد رضا خان صاحب کو کیسے کیسے لغو خطابات دیئے ہیں۔ اور وہ حضرات قدسی صفات، مولوی احمد رضا خان صاحب سے کس قدر خوش ہیں۔ اس کے بعد اہلسنت کے مسلم امام علامہ میر سید شریف کی شرح مواقف سے ایک عبارت پیش کرتا ہوں ذرا اس کو ملاحظہ فرمائیے اور بتائیے کہ "حفظ الایمان" کے اور اس کے مضمون میں کیا فرق ہے۔ کیا آپ ان کو بھی کافر کہیں گے اگرچہ آپ کی دلیری سے یہ بعید نہیں کہ آپ ان کو کافر کہہ دیں۔ لیکن یاد رہے کہ پھر ان کے ساتھ سینکڑوں برس کے ان تمام علماء کو بھی کافر کہنا پڑے گا جو ان کو مسلمان بلکہ مسلمانوں کا امام جانتے تھے۔ یہ بھی یاد رہے کہ آپ کے مولوی احمد رضا خان صاحب نے بھی اپنی بعض کتابوں میں ان کو مستند مانا ہے۔ اگرچہ سنا یہ بھی گیا ہے کہ جب پہلی مرتبہ یہ عبارت شرح مواقف کی اعلیٰ حضرت کے سامنے کسی نے پیش کی تو فوری طور پر یہی فرمایا کہ۔

"آخر دوزخ بھی تو کسی طرح بھری جائے گی اس کا رقبہ بھی تو کچھ کم نہیں ہے"

(انا للہ وانا الیہ راجعون) خیر سنئے وہ عبارت یہ ہے۔

واما الفلاسفۃ فقالوا ھو ای النبی من اجتمع فیہ خواص ثلث یمتاز بھا من غیرہ احدھا ای احد الامور المختصۃ بہ ان یکون لہ اطلاع علی المغیبات الکائنۃ و الماضیۃ والاتیۃ۔	بہر حال فلاسفہ پس وہ یہ کہتے ہیں کہ نبی وہ ہے کہ جس میں تین باتیں خاص طور پر پائی جائیں جن کی وجہ سے وہ نبی، غیر نبی سے ممتاز ہو۔ ان میں سے ایک بات یہ ہے کہ نبی کو اطلاع ہو نیچا ہیئے ان مغیبات پر جو ہوتے ہیں۔ یا ہو چکے ہیں۔ یا ہونے کو ہیں۔

اس کے بعد چند سطر میں یہ ثابت کیا ہے کہ یہ بات انبیاء علیہم السلام کے لئے چنداں مستبعد نہیں۔ اس کے بعد فرماتے ہیں۔

وکیف یستنکر ذالك الاطلاع فی من قلت شواغله لریاضة انواع المجاهدات او لمرض صارف للنفس عن الاشتغال بالبدن واستعمال الآلة او لنوم ینقطع به احساساته الظاهرة فان هؤلاء قد یطلعون علی مغیبات و یخبرون عنها کما یشهد به التسامع والتجارب بحیث لا یبقیٰ فیه شبهة للمنصفین۔

یعنی انبیاء علیہم السلام کا ان مغیبات پر مطلع ہونا، کیوں کر مستبعد ہو سکتا ہے۔ حالانکہ یہ اطلاع علی المغیبات ان لوگوں میں بھی پائی جاتی ہے جن کے شواغل نفسانی مجاہدوں کی ریاضت یا کسی ایسے مرض کی وجہ سے کم ہوں جو نفس کو اشتغال بالبدن اور آلات کے استعمال سے روکنے والا ہو یا یہ شواغل ایسی نیند کی وجہ سے کم ہوں جس کی وجہ سے اس سونے والے کے احساسات ظاہری منقطع ہو گئے ہوں۔ پس تحقیق یہ لوگ (یعنی ریاضات اور مجاہدے کرنے والے اور مریض جن کو مالیخولیا ہوتا ہے اور سونے والے بھی) کبھی مغیبات پر مطلع ہو جاتے ہیں جیسے کہ تجربہ شاہد ہے یہاں تک کہ اہل انصاف کو اس میں شبہ تک نہیں رہتا۔

یہاں تک تو فلاسفہ کا مذہب اور اس کے دلائل تھے۔ اس کے بعد مصنف رحمۃ اللہ علیہ اہلسنت و جماعت کی طرف سے اس کا جواب دیتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

قلنا ما ذکرتم مردودٌ بوجوه اذ الاطلاع علی جمیع المغیبات لا یجب للنبی اتفاقا منا ومنکم ولهذا قال سید الانبیاء لو کنت

جو کچھ تم نے کہا چند وجہ سے مردود ہے اس لئے کہ تمہاری مراد اس اطلاع علی المغیبات سے کیا ہے کل مغیبات پر اطلاع ہونی چاہئے یا بعض پر، کل مغیبات پر مطلع ہونا تو نبی کے لئے کسی کے نزدیک بھی

اعلم الغیب لا استکثرت من الخیر وما مسنی السوء و البعض ای الاطلاع علی البعض لا یختص به ای بالنبی کما اقررتم به حیث جوزتموه للمرتاضین والمرضی والنائمین فلا یتمیز النبی من غیر النبی۔

(شرح مواقف مصری ج ۳ ص ۵۱۰)

ضروری نہیں نہ ہمارے نزدیک نہ تمہارے نزدیک اور اسی وجہ سے جناب رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ اگر میں غیب کو جانتا ہوتا تو میں نے خیر سے بہت سا جمع کرلیا ہوتا اور مجھ کو برائی نہ چھوتی اور بعض مغیبات پر مطلع ہوجانا نبی کے ساتھ خاص نہیں (یعنی غیر نبی میں بھی پایا جاتا ہے) جیسے کہ خود تم کو اقرار ہے اس لئے کہ تم اس کو جائز رکھتے ہو ریاضت کرنیوالوں کے لئے اور مریضوں کے لئے۔ اور سونے والوں کے لئے۔ لہذا نبی غیر نبی سے ممتاز نہ ہوگا۔

مولانا ذرا غور کیجئے اس عبارت اور حفظ الایمان کی عبارت میں کیا فرق ہے کیا اب آپ ان کو بھی کافر کہیں گے ؟ اگر میں نے کہیں ترجمہ غلط کیا ہو تو یہ کتاب حاضر ہے آپ صحیح کرکے دکھا دیجئے۔ آخر میں یہ اور عرض کرتا ہوں کہ مہربانی فرماکر وقت ضائع نہ کیجئے۔ کام کی باتیں کیجئے۔ واللہ مولانا اشرف علی صاحب سے میری کوئی رشتہ داری نہیں نہ وہ میرے استاد ہیں اور جہاں تک مجھے معلوم ہے وہ کسی میرے استاذ کے بھی استاذ نہیں بلکہ سچ پوچھئے تو مولوی احمد رضا خان صاحب سے ایک گونہ قرب حاصل ہے کیوں کہ وہ بریلی کے رہنے والے ہیں اور میں سنبھل کا۔ اور سنبھل بھی بریلی میں ہے۔ ہاں میرا ایمان ہرگز اجازت نہیں دیتا کہ میں خواہ مخواہ کسی دور قریب کے رہنے والے مسلمان کو کافر کہوں۔ البتہ بحث کو مختصر کرنے کے لئے اتنا اور کہتا ہوں کہ میرے نزدیک حفظ الایمان کی عبارت بے عبار ہے اس میں ہرگز توہین نہیں۔ اگر توہین ہوتی تو میرے نزدیک بلکہ تمام امت محمدیہ کے نزدیک اس کا مصنف کافر ہوتا۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : آپ مجھ سے کہتے ہیں کہ وقت ضائع نہ کرو، اور آپ خود وقت ضائع کرتے ہیں۔ جو میرا اصل سوال ہوتا ہے آپ اس کا تو جواب دیتے نہیں ہاں ادھر ادھر کی لایعنی باتیں شروع کرکے وقت ضائع کر دیتے ہیں۔ میں نے دریافت کیا تھا کہ عبارت زیر بحث کا کیا تعلق آگے پیچھے سے

ہے آپ نے ابھی تک کوئی معقول تعلق نہیں بتلایا جس سے معلوم ہوتا کہ اس عبارت کا مطلب سمجھنا اول و آخر کے دیکھنے پر موقوف ہے بلکہ آپ نے اسی تعلق کو پھر بیان کر دیا جس کو آپ پہلے بیان کر چکے تھے۔ مولوی صاحب! میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ وہ تعلق ایسا نہیں جس کی وجہ سے عبارت کا مطلب سمجھنا اول و آخر پر موقوف ہو ایسا تعلق تو ہر کتاب کو اول سے آخر تک ہوا کرتا ہے۔ اس مرتبہ آپ نے شرح مواقف کی عبارت بھی پیش کی ہے اور اس کے متعلق بہت طول طویل تقریر کی ہے۔ پہلے تو یہ بتلائیے کہ اس میں لفظ ایسا کہاں ہے؟ دوسرے یہ کہ آپ نے اس کا مطلب نہیں سمجھا۔ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ فلاسفہ یہ کہتے ہیں کہ جس شخص میں یہ تینوں باتیں پائی جائیں وہ نبی ہو جائے گا۔ یعنی نبوت ان کے نزدیک ایک کسبی چیز ہے۔ تو قاضی عضد صاحب مواقف اور شارح علامہ سید شریف ان کے اس باطل عقیدہ کو رد فرماتے ہیں کہ۔ اے بیوقوفو! تم نے نبوت کو کیا سمجھ لیا ہے ارے یہ ضروری نہیں کہ جس شخص کے اندر یہ تینوں باتیں پائی جائیں وہ نبی ہو جائے۔

تیسری بات یہ کہ مولوی صاحب! اس میں کما اقررتم کا لفظ ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ جو کچھ بھی کہا جا رہا ہے بطور الزام ہے اپنے عقیدہ کا بیان نہیں اور حیث جوّزتموہ کا لفظ اس کو اور زیادہ ظاہر کر رہا ہے۔ اب اس کا مطلب یہ ہوا کہ بعض مغیبات پر اطلاع ہونا نبی کا خاصہ نہیں بن سکتا۔ اس لئے کہ تم یعنی فلاسفہ اس کو اہل ریاضات اور مریضوں اور سونے والوں کے لئے بھی جائز رکھتے ہو۔ الغرض شرح مواقف میں جو کچھ ہے وہ محض بطور الزام لکھا گیا ہے۔

اس مرتبہ آپ نے "التصدیقات" کا حوالہ بھی دیا ہے۔ دیکھئے بس یہاں سے اعلیٰ حضرت اور آپ کے علماء کی دیانت کا فرق معلوم ہوتا ہے "التصدیقات" میں جو عبارت "حفظ الایمان" کی علماء حرمین کے سامنے پیش کی ہے وہ بعینہٖ "حفظ الایمان" کی عبارت نہیں ہے بلکہ اس میں اور حفظ الایمان کی عبارت میں بہت فرق ہے اور اعلیٰ حضرت نے حفظ الایمان کی جو عبارت حسام الحرمین میں لکھی ہے وہ بعینہٖ "حفظ الایمان" کی عبارت کا لفظی ترجمہ ہے اب بتلائیے علماء حرمین شریفین کو کس نے دھوکہ دیا۔ آپ اس کا جواب دیں۔ مولانا میں بھی سچ عرض کرتا ہوں کہ مجھ کو مولوی اشرف علی صاحب سے کوئی عداوت نہیں بلکہ ایک اعتبار سے جس قدر قرب مجھ کو مولوی اشرف علی صاحب سے حاصل ہے اس قدر اعلیٰ حضرت سے بھی نہیں۔ اور

وہ یہ کہ میں بھی ضلع مظفر نگر کا رہنے والا ہوں اور تھانہ بھون بھی ضلع مظفر نگر ہی میں ہے۔ مجھے اعتراف ہے کہ وہ بہت بڑے وسیع المعلومات عالم ہیں مجھے ان کی وسعت علمی سے انکار نہیں۔ بلکہ ایک زمانہ تک میں نے ان کی تکفیر بھی نہیں کی۔ اور جس زمانہ میں میں یہاں بریلی آیا تو یہ وہ زمانہ تھا کہ اعلیٰ حضرت برابر مناظرہ کا اعلان دیتے تھے اور کوئی شخص مناظرہ کے لئے تیار نہیں ہوتا تھا۔ تو میں نے تین سال تک مولوی اشرف علی صاحب کے بارہ میں اعلیٰ حضرت سے مناظرہ کیا۔ بالآخر مجھ کو یہ یقین ہوگیا کہ وہ کافر ہیں تب میں نے ان کو کافر کہا ہے۔

مولانا محمد منظور صاحب: تو پہلے تین سال تک آپ مولوی اشرف علی صاحب کے بارے میں اعلیٰحضرت سے مناظرہ کیا کرتے تھے؟

مولوی رحم الٰہی صاحب: (ذرا زور دار لہجہ میں) جی ہاں! جب کہ اعلیٰ حضرت سے نہ کوئی مناظرہ کرتا تھا اور نہ کر سکتا تھا۔

مولانا محمد منظور صاحب: مولانا اب ذرا اپنی بھی خبر لیجئے ع

تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو

جس "حسام الحرمین" کے فتوے سے آپ حضرت مولانا اشرف علی صاحب کو کافر بتا رہے ہیں کچھ خبر ہے اس کا آپ کے متعلق کیا حکم ہے۔ سنئے وہ لکھتے ہیں۔

من شك فی کفرهم و عذابهم فقد کفر "

یعنی جس نے ان کے کفر اور عذاب ابدی میں شک تردد کیا وہ بھی کافر ہے۔

اب مہربانی فرما کر یہ اور بتلا دیجئے کہ کب آپ از سر نو مسلمان ہوئے اور کس تاریخ، نکاح کی تجدید کی۔ اور کون لوگ اس کے شاہد تھے ؎

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں

لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

مولوی رحم الٰہی صاحب: (نہایت پریشانی کی حالت میں) اجی حضرت کافر تو میں ان کو اسی وقت سے برابر جانتا تھا جب سے کہ میں نے حفظ الایمان دیکھی تھی۔

مولانا محمد منظور صاحب : مولانا ابھی تو آپ فرماتے تھے کہ میں نے تین سال تک مولوی اشرف علی صاحب کی تکفیر کے بارے میں اعلیٰ حضرت سے مناظرہ کیا اس کے بعد میں نے ان کو کافر کہا۔ اور ابھی آپ فرماتے ہیں کہ میں ان کو کافر پہلے ہی سے سمجھتا تھا۔ ، اگر آپ کافر پہلے ہی سے سمجھتے تھے تو کیا مناظرہ سے محض مشق کرنی مقصود تھی۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : جی ہاں مزید اطمینان کے لئے میں اعلیٰ حضرت سے مناظرہ کیا کرتا تھا نہ یہ کہ مولوی اشرف علی صاحب کے کفر میں مجھ کو کوئی شبہ تھا۔

مولانا محمد منظور صاحب : حاضرین کرام بالخصوص جناب صدر صاحب ! ملاحظہ فرمائیں کہ مولانا نے کس قدر جلد اپنی بات کو بدل دیا۔ آپ حضرات کو یاد ہوگا کہ مولانا نے صاف یہ کہا تھا کہ تین سال تک میں نے اعلیٰحضرت سے مناظرہ کیا اس کے بعد مجھ کو یقین ہوگیا کہ وہ کافر ہیں۔ تب میں نے ان کو کافر کہا ہے۔ اور اب فرماتے ہیں کہ مجھے پہلے ہی سے ان کے کفر میں کوئی شبہ نہیں تھا۔ استغفر اللہ کچھ ٹھکانا ہے اس صداقت کا۔ خیر اب میں مولانا کی اصل تقریر کا جواب دیتا ہوں۔ اوّلاً تو مولوی صاحب نے یہ فرمایا ہے کہ تعلق کوئی نہیں بیان کیا۔ کیوں جناب صدر صاحب کیا یہ صحیح ہے کہ میں نے ابھی تک کوئی معقول تعلق نہیں بیان کیا۔ یا میں اس عبارت کا ماقبل و مابعد سے دو مرتبہ تعلق بیان کر چکا ہوں۔

صدر صاحب : جی ہاں تعلق تو آپ بیان کر چکے ہیں۔

مولانا محمد منظور صاحب : مہربانِ من ! میں نے تعلق بیان کر دیا اور یہ بھی بتلا دیا کہ اس تعلق کی وجہ سے عبارت زیر بحث کا صحیح مطلب سمجھنا بغیر اول آخر دیکھے دشوار ہے۔ آپ سے اگر ہو سکے تو میرے بیان کردہ تعلق کو رد کیجئے۔ ہر مرتبہ محض یہ کہہ دینا کافی نہیں کہ کوئی تعلق بیان نہیں کیا۔ الغرض میں تعلق بیان کر چکا اس کی معقولیت بھی بتلا دی۔ اگر ہو سکے تو اس معقولیت کو رد کر کے اس کی نامعقولیت آپ ثابت کر دیں میں جواب دے لوں گا۔ شرح مواقف کی عبارت پر بڑا اعتراض آپ نے یہ کیا ہے کہ اس میں فلاسفہ سے الزاماً یہ کہا جا رہا ہے کہ بعض مغیبات پر مطلع ہونا نبی کے ساتھ خاص نہیں کیوں کہ ریاضت کرنے والوں۔ اور مالیخولیا والوں۔ اور سونے والوں کو بھی ہو سکتا ہے۔ اگر جناب کا مطلب اس سے یہ ہے کہ خود قاضی عضد و علامہ میر سید شریف اس کے قائل نہیں

ہیں بلکہ محض الزاماً کہہ رہے ہیں تو یہ غلط اور محض غلط ہے۔ اس صورت میں تو فلاسفہ کا مدعا ثابت ہو جائے گا اور مصنف کی ساری تردیدی تقریر بے کار ہو جائے گی۔ علاوہ اس کے یہ کہ بعض مغیبات پر غیر انبیاء علیہم السلام کا مطلع ہونا تو ایسی بدیہی بات ہے کہ قاضی عضد اور علامہ میر سید شریف کیا معنی، خود آپ بھی اس کا انکار نہیں کر سکتے۔ میں آپ ہی سے پوچھتا ہوں کہ کیا آپ کو اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات کا علم نہیں، کیا جنت و دوزخ، عرش و کرسی، لوح و قلم کا علم آپ کو نہیں، کیا حضرت جبرئیل و دیگر ملائکہ علیہم السلام و بعض انبیاء سابقین علیٰ نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام کا علم بذریعہ قرآن و حدیث آپ کو نہیں، یا آپ کے نزدیک یہ چیزیں مغیبات میں سے نہیں ہیں؟ ان اشیاء کا علم ہر مسلمان کو ہے اور وہ یقیناً مغیبات میں سے ہیں۔ الغرض یہ کہ دینا کسی طرح صحیح نہیں کہ صاحب مواقف و شارح رحمہما اللہ نے جو کچھ لکھا ہے وہ محض بطور الزام لکھا ہے ان کا خود یہ عقیدہ نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ مطالع الانظار شرح طوالع الانوار کی عبارت میں کسی طرح یہ گنجائش بھی نہیں کہ یہ کہا جا سکے کہ یہ جواب الزامی ہے۔ کیوں کہ اس میں نہ کما اقر رتم کا لفظ ہے نہ حیث جوز تموہ کا وہ عبارت[1] یہ ہے۔

فذهب الحكماء الى ان النبي من كان مختصا بخواص ثلثة الاولى ان يكون مطلعا على الغيب لصفاء جوهر نفسه وشدة اتصاله بالمبادي العالية من غير سابقية كسب وتعلم وتعليم ..... وقد أورد على هذا بانهم ان ارادوا بالاطلاع	حکماء کا یہ مذہب ہے کہ نبی وہ ہو سکتا ہے جو تین خاص باتوں کے ساتھ مختص ہو۔ پہلی بات یہ کہ وہ غیب پر مطلع ہو اپنے نفس کی صفائی اور مبادی عالیہ کیساتھ زیادتی اتصال کی وجہ سے بغیر سابقیت تعلیم وتعلم کے ..... اور اہلسنت کی طرف سے اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اگر ان سے فلاسفہ کی مراد یہ ہے کہ نبی کو کل مغیبات پر اطلاع

---

[1] چونکہ مطالع الانظار اس مناظرہ میں ہمراہ نہیں تھی بدیں وجہ محض حوالہ دے دیا گیا تھا اب بغرض تکمیل فائدہ خاکسار مرتب اس عبارت کو مع ترجمہ درج کرتا ہے ۱۲۔

الاطلاع علی جمیع الغائبات فھولیس بشرط فی کون الشخص نبیا بالاتفاق وان ارادوا الاطلاع علی بعضھا فلا یکون ذالک خاصۃ للنبی اذ ما من احد الا و یجوز ان یطلع علی بعض الغائبات من دون سابقۃ تعلم و تعلیم۔

ہونی چاہیئے تو یہ تو بالاتفاق کسی کے نزدیک بھی نبی ہونے کے لیے شرط نہیں۔ اگر ان کی مراد یہ ہے کہ بعض مغیبات پر اطلاع ہونی چاہیئے تو یہ نبی کے ساتھ خاص نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ بغیر تعلیم و تعلم بعض مغیبات پر مطلع ہو جانا ہر ایک کے لیے ممکن ہے۔

ناظرین غور کریں کہ اس میں اور عبارت حفظ الایمان میں کیا فرق ہے۔

التصدیقات کے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اس کے مضمون اور حفظ الایمان کے مضمون میں شمہ برابر فرق نہیں آپ دیکھ سکتے ہیں۔ الفاظ کے بدل جانے سے حکم نہیں بدلتا۔ اس کے بعد یہ گزارش ہے کہ اگر کوئی نئی بات کہنی ہو تو فرمائیے بے کار وقت ضائع کرنے کی حاجت نہیں۔

صدر صاحب : میں بہت دیر سے اس کا اندازہ کر رہا ہوں کہ دونوں جانب سے بار بار ایک ہی بات کی جا رہی ہے لہذا اب اگر کسی صاحب کو کوئی نئی بات کہنی ہو تو فرمائیں ورنہ محض اضاعت وقت میں کوئی فائدہ نہیں۔

مولانا محمد منظور صاحب : جناب نے جو کچھ فرمایا بالکل صحیح ہے لیکن میں مجبور ہوں اس لئے کہ میرا منصب مجیب کا ہے تاوقتیکہ سائل کا سوال نہ بدلے جواب کیسے بدل سکتا ہے۔ ہاں اگر گڑھ گڑھ کے جواب دوں تو ہر مرتبہ نیا دے سکتا ہوں۔ لیکن آپ جانتے ہیں کہ واقعی بات تو ایک ہی ہوا کرتی ہے۔ لہذا آپ مولانا کو مجبور کریں کہ وہ سوال بدلیں تاکہ لوگوں کا وقت ضائع نہ ہو۔

صدر صاحب : (مولوی رحم الٰہی صاحب سے مخاطب ہو کر) مولانا میرے نزدیک اس بحث پر فریقین کافی روشنی ڈال چکے ہیں لہذا مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت یہ بحث ختم کر دی جائے اور کل صبح سے دوسری بحث شروع ہو۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : مولوی صاحب میری باتوں کا جواب دے دیں تو دوسری بحث شروع ہوسکتی ہے جب تک میرے اس سوال کا جواب نہ ہو میں کیسے دوسرا سوال کرسکتا ہوں۔

صدر صاحب : معاف کیجئے مولانا اس کا فیصلہ تو فریقین نہیں کرسکتے کہ جواب ہوا یا نہیں آپ کہیں گے کہ جواب نہیں ہوا اور دوسرا فریق کہے گا کہ جواب ہوگیا۔

مولانا محمد منظور صاحب : بے شک فریقین تو نہیں کرسکتے۔ لیکن جناب کو یہ حق حاصل ہے۔

صدر صاحب : میں تو عرض کرچکا۔ میری رائے تو یہی ہے کہ اس مسئلہ پر کافی روشنی پڑچکی اس بحث کو ختم کردیا جائے۔ ہاں اگر مولوی رحم الٰہی صاحب اسی بحث کے متعلق کوئی نئی بات فرمانی چاہیں تو فرما سکتے ہیں۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : جب میری پہلی ہی باتوں کا کوئی جواب نہیں دیا تو میں اور نئی باتیں پیش کرکے کیا کروں گا۔ اب میں کل کو دوسری ہی بحث شروع کروں گا۔

شب کو دس بجے کے قریب یہ جلسہ ختم ہوا اور قرار پایا کہ کل سات بجے "تحذیر الناس" کی عبارت پر گفتگو شروع ہوگی۔ لیکن صدر صاحب و مولوی رحم الٰہی صاحب کی تشریف آوری میں چونکہ کچھ دیر ہوئی اس لئے جلسہ تقریباً ۸ بجے شروع ہوا۔

❊

مناظرہ کا دوسرا دن

۱۹ر جولائی ۱۹۲۸ء یوم پنجشنبہ

مولوی رحم الٰہی صاحب : حضرات آپ نے دیکھا کہ کل جو میں نے مولوی صاحب سے "حفظ الایمان" کے متعلق سوال کیا تھا اس کا جواب مولوی صاحب نے کچھ بھی نہیں دیا۔ مولوی صاحب نے شرح مواقف کی عبارت پڑھی اس پر میں نے سوال کیا کہ اس میں "ایسا" کا لفظ کہاں ہے تو اس کا مولوی صاحب کوئی جواب نہ دے سکے۔ پھر میں نے اس کا مطلب بیان کیا تو مولوی صاحب نے اس کا بھی کوئی رد نہیں کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شرح مواقف کی عبارت کا جو مطلب میں نے بیان کیا تھا اس کا صحیح ہونا مولوی صاحب کو بھی تسلیم ہے۔ مولوی صاحب سے جب کچھ بن نہ پڑا "التصدیقات" پیش کی کہ اس میں علماءِ حرمین نے مولوی اشرف علی صاحب وغیرہ کو مسلمان لکھا ہے۔ میں نے اس پر اعتراض کیا کہ اس میں بعینہٖ حفظ الایمان کی عبارت نہیں لکھی گئی بلکہ بدل کر علماءِ حرمین کے سامنے پیش کی گئی ہے۔ اور اعلیٰ حضرت نے بعینہٖ حفظ الایمان کی عبارت "حسام الحرمین" میں لکھی ہے اسکا بھی مولوی صاحب کوئی جواب نہ دے سکے۔ اب میں تنزل کے طور پر کہتا ہوں کہ اگر فرض بھی کر لیا جائے کہ حفظ الایمان میں توہین نہیں ہے اور اس کا وہی مطلب ہے جو آپ نے بیان کیا۔ تب بھی مولوی اشرف علی صاحب کو چاہئے تھا کہ کم از کم اس کے الفاظ بدل دیتے وہ الفاظ آسمان سے تو اترے ہی نہیں تھے۔ بالخصوص جب کہ بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ان میں توہین ہے تو پھر ان الفاظ کے رکھنے ہی کی کیا ضرورت تھی۔ ان الفاظ کا نہ بدلنا خود اس بات کو بتلاتا ہے کہ مولوی اشرف علی صاحب اس توہین کے الزام سے راضی ہیں۔ آپ خواہ مخواہ ان کے وکیل بن کر ان کو مسلمان ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ خیر وہ بحث تو ختم ہی ہو گئی۔ اب میں "تحذیر الناس" کے متعلق سوال کرتا ہوں۔ آپ ذرا مجھ کو حسام الحرمین دے دیجئے۔[1]

---

[1] مولوی رحم الٰہی صاحب چونکہ گھر ہی سے مناظرہ کے ارادہ سے نہیں آئے تھے۔ جیسا کہ ان کی ابتدائی گفتگو سے ناظرین کو معلوم

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

مولانا محمد منظور صاحب : (صدر صاحب سے مخاطب ہوکر) یہ طے ہو چکا ہے کہ ہر مسئلہ پر مجیب کی تقریر آخری ہوگی۔ اور یہی اصول بھی ہے لہذا مولوی رحم الٰہی صاحب کو دوسرے سوال کا جب حق ہے جبکہ وہ میری جوابی تقریر سن لیں لہذا مجھ کو اجازت دی جائے کہ میں مولوی صاحب کی تقریر کا جواب دوں۔

صدر صاحب : تو پھر وہی سلسلہ شروع ہوتا ہے جو کل تھا۔

مولانا محمد منظور صاحب : یہ صحیح ہے لیکن اس کی ابتداء مولوی رحم الٰہی صاحب کی جانب سے ہوئی ہے۔ اگر جناب کے نزدیک یہ مناسب نہ تھا تو مولوی رحم الٰہی صاحب نے جس وقت اس کو شروع کیا تھا تو اس وقت ان کو روکنا چاہئے تھا۔ اب جب کہ وہ تقریر فرما چکے تو کوئی وجہ نہیں کہ مجھ کو جوابی تقریر کا حق نہ دیا جائے۔

صدر صاحب : اچھا شروع فرمائیے۔

مولانا محمد منظور صاحب : معزز حاضرین! آپ نے مولوی رحم الٰہی صاحب کی دلیری دیکھی آپ فرماتے ہیں کہ "حفظ الایمان" کے متعلق جو سوال کیا گیا تھا اس کا کوئی جواب نہ دیا گیا۔ اجی حضرت! جواب تو ایسا دیا گیا کہ آپ کا دل ہی خوب جانتا ہوگا اور سامعین نے بھی یہ دیکھ لیا کہ میرے اصل جواب پر یعنی اس مطلب پر جو میں نے "حفظ الایمان" کا بیان کیا آپ نے کوئی بھی اعتراض نہیں کیا۔ اور نہ انشاء اللہ آپ قیامت تک کوئی اعتراض کر سکتے ہیں۔ لیکن آپ بھی مجبور ہیں آخر یہ نہ کہیں تو اور کیا کہیں، معتقدین جو ہاتھ سے چھوٹتے ہیں۔

اس وقت آپ کی مثال بالکل ان شیعہ حضرات کی سی ہے جو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ انہوں نے نعوذ باللہ آنحضرت صلعم کی وفات کے وقت بھی توہین کی اور یہ کہا کہ

"ان کو چھوڑ دو وہ بکواس کرتے ہیں" (نعوذ باللہ)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) ہو چکا ہے اس لئے اپنے ساتھ کوئی کتاب بھی نہیں لائے تھے اور کتاب حتیٰ کہ مولوی احمد رضا خان صاحب کے رسائل بھی حضرت مولانا محمد منظور صاحب ہی سے مانگتے تھے ؎ اس سادگی پہ کون نہ مر جائے یا خدا ؛ لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

اہلسنت ان کے اس نامعقول اور جھوٹے الزام کے ہزار دندان شکن جواب دیں لیکن وہ یہی کہے جاتے ہیں کہ صاحب حضرت عمر رضؓ نے ضرور توہین کی۔ تو مہربانِ من نہ ہم سے ان کی زبان پکڑی جاتی ہے نہ آپ کی۔ اور اگر واقعی بات یہ ہے کہ آپ نے میرا جواب نہیں سمجھا تو یہ فہم عالی کا قصور ہے ؎

گر نبیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

"شرح مواقف" کی عبارت پر آج بھی آپ نے روشنی ڈالی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ "حفظ الایمان" اور شرح مواقف کی عبارت میں بڑا فرق ہے۔ حفظ الایمان میں لفظ "ایسا" ہے اور شرح مواقف میں وہ کہاں ہے۔ مولانا یہ آپ ایسی بات فرماتے ہیں کہ شاید آٹھ برس کا ناخواندہ بچہ بھی ایسی بے تکی نہیں کہے گا۔ مہربانِ من! حفظ الایمان اردو میں ہے اور شرح مواقف عربی میں۔ بھلا اُس میں لفظ "ایسا" کیسے ہوسکتا ہے؟ اگر ایسے ہی دونوں عبارتوں میں فرق ثابت ہوتا ہے تو یہی کہہ دیجئے کہ وہ اردو میں ہے یہ عربی میں۔ وہ سفید کاغذ پر چھپی ہے اور یہ زرد پر۔ وہ تھانہ بھون کی چھپی ہوئی ہے، یہ مصر کی۔ اس کی قیمت ایک آنہ بھی نہیں اور اس کی دس بارہ روپیہ ہے۔ گفتگو تو اس میں ہے کہ مضمون دونوں عبارتوں کا ایک ہے یا نہیں تو میں عرض کرچکا ہوں کہ مضمون دونوں کا متحد ہے بال برابر فرق نہیں۔ ذرا شرح مواقف کو بغور ملاحظہ فرمایئے میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ آپ قیامت تک فرق ثابت نہیں کرسکتے۔ آپ نے جو اس کا مطلب بیان کیا ہے اس کا اس میں کوئی نام و نشان بھی نہیں۔ ذرا اپنے بیان کردہ مطلب کو اس کی عبارت سے چسپاں کرکے تو دکھا دیجئے۔

"التصدیقات" کے متعلق جو آپ کو اعتراض ہے آج اس کو آپ نے پھر دہرایا ہے۔ میں اس کا مختصر جواب کل ہی دے چکا تھا لیکن خیر اب اس کو قدرے تفصیل سے پھر عرض کرتا ہوں۔ سنئے:

اس کا اندازہ آپ کو بھی ہوگا کہ لفظی ترجمہ میں بسا اوقات مطلب پورے طور سے سمجھ میں نہیں آتا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن و حدیث اور فقہ کی کتابوں کا مطلب سمجھنے کے لئے کوئی شخص بھی لفظی ترجمہ کو کافی نہیں سمجھتا۔ جب یہ سمجھ لیا گیا تو سنئے۔ چونکہ مولوی خلیل احمد صاحب کا مقصود یہ تھا کہ علماءِ حرمین حفظ الایمان کی عبارت کا صحیح مطلب سمجھ لیں

اور اس کے بعد اس کے مصنف کے اسلام یا کفر کا فتوے دیں اس لئے انہوں نے محض لفظی ترجمہ نہیں کیا بلکہ .....
" حفظ الایمان " کی پوری عبارت کا پورا مطلب عربی عبارت میں لکھ کر ان حضرات کے سامنے پیش کیا۔ انہوں نے لکھ دیا کہ ایسی بات کہنے والا ہرگز کافر نہیں۔ اور چونکہ مولوی احمد رضا خان صاحب کا مقصد یہ تھا کہ حفظ الایمان کی عبارت کا مطلب نہ سمجھا جائے۔ اس لئے انہوں نے اوّلاً عبارت کا اول و آخر حذف کیا اور بیچ میں سے ایک ٹکڑا لے لیا اور اس کا بھی مطلب نہیں لکھا بلکہ لفظی ترجمہ جس کا فی نفسہٖ سمجھنا بھی آسان نہیں۔ اب کہئے کس نے دیانت داری سے کام لیا ؟

اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ ایک عربی شخص کہتا ہے۔

وکانت فاطمۃ بنت رسول اللہ صلعم تحت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

مولوی احمد رضا خان صاحب کا کوئی چھوٹا بھائی کھڑا ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ اس شخص نے حضرت فاطمہ زہرا اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی سخت توہین کی ہے اور اس نے یہ کہا ہے کہ

" تھی فاطمہ بیٹی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیچے علی کے جو بیٹا ہے ابوطالب کا "

دوسرا شخص کوئی حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کا بھائی کھڑا ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ اے بندۂ خدا ! یہ اس غریب کے سر محض بہتان ہے تم نے اس کی عبارت کا لفظی ترجمہ کر دیا جس کی وجہ سے یہ توہین پیدا ہوگئی، اس کا مطلب تو یہ ہے کہ۔

" حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو صاحب زادی ہیں جناب رسول اللہ صلعم کی وہ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ مطہرہ تھیں "

اب بتلائیے کس نے نقل میں خیانت کی اور بد دیانتی سے کام لیا۔ اب معلوم ہوا جناب کو مولوی احمد رضا خان صاحب و حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ کی دیانت کا فرق۔

اس مرتبہ آپ نے ایک معقول بات بھی کہی ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم فرض کرتے ہیں کہ عبارت حفظ الایمان میں توہین نہیں لیکن جب [illegible] سے لوگ یہ سمجھ رہے ہیں کہ اس میں توہین ہے تو مولوی اشرف علی صاحب کا فرض

تھا کہ وہ کم از کم انہیں کی رعایت سے وہ الفاظ بدل دیتے۔ لیکن اس کا جواب دینے سے پہلے میں جناب سے دریافت کرتا ہوں کہ کبھی آپ نے یا آپ کی جماعت کے کسی سربرآوردہ نے بھی کسی خط کے ذریعہ حضرت مولانا کو یہ مشورہ دیا تھا ؟

مولوی رحم الٰہی صاحب : ہم کو کیا ضرورت تھی ان کو خود سوچنا چاہئے تھا۔

مولانا محمد منظور صاحب : افسوس ! اس عبارت کے متعلق صدہا اشتہارات و رسائل تو لکھے گئے جن میں کوئی بازاری گالی نہیں چھوڑی گئی اور وہ بذریعہ رجسٹری تھانہ بھون بھی روانہ کئے گئے۔ اسی عبارت پر فتوے تکفیر حاصل کرنے کے لئے عرب کا سفر بھی کیا گیا۔ لیکن اتنا نہ ہو سکا کہ کبھی مخلصانہ طور پر تہذیب کے ساتھ حضرت مولانا کو سادے کارڈ کے ذریعہ یہ مشورہ دیا ہوتا۔ محض اس لئے کہ اس میں اصلاح کی ایک صورت تھی اور بہت ممکن تھا کہ مولانا اس کو قبول فرمالیتے اور فرقہ وارانہ جنگ کا خاتمہ ہو جاتا۔ بلکہ آپ فرماتے ہیں کہ ہم کو اس کی کیا ضرورت تھی۔ کیوں صاحب آپ کو ان کے کافر ثابت کرنے کی کیا ضرورت تھی ؟ لیکن۔ "مطلب قاضی دیگر است"

اس کے بعد میں بتلانا چاہتا ہوں کہ حضرت مولانا کو یہ مشورہ دیا بھی گیا اور حضرت نے اس کو قبول بھی فرمالیا اور وہ خط اور مولانا کی جانب سے اس کا جواب "تغییر العنوان" کے نام سے چھپ بھی چکا ہے جو میرے پاس اس وقت موجود بھی ہے۔ اس خط کے الفاظ یہ ہیں۔

"حفظ الایمان کے سوال سوم کے جواب میں ایک شق میں یہ عبارت ہے۔ "آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے[1]۔ الخ اس عبارت پر بعض حضرات شبہ کرتے ہیں کہ اس میں نعوذ باللہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو مماثل اور مشابہ ٹھہرا دیا علم مجانین و بہائم کے اور یہ استخفاف ہے اور استخفاف کفر ہے اور اس شبہ کا جو جواب رسالہ بسط البنان میں لکھا گیا ہے وہ بالکل کافی وافی ہے۔ لیکن اسلامی دنیا میں چونکہ ہر فہم کے

---

[1] الاختصار من المرتب ۱۲

لوگ ہیں یا کم از کم قصداً شبہ ڈالنے والے بھی موجود ہیں جو شبہ ڈالنے میں کچھ مصالح سمجھے ہوتے ہیں خواہ وہ مصالح دینیہ ہوں جیسا کہ ان کا دعوے ہے یا دنیویہ ہوں جیسا واقعہ ہے اس لئے کم فہموں کی رعایت سے، تاکہ ان کو نہ خود شبہ ہو نہ دوسرا کوئی شبہ ڈال سکے، اگر اس عبارت میں اس طرح سے ترمیم کر دی جائے جس میں معنون محفوظ رہے اور عنوان بدل جاوے تو امید ہے کہ موجب اجر ہوگا۔ گو یہ ترمیم درجۂ ضرورت میں نہ ہوگی درجۂ استحسان ہی میں ہوگی۔ آئندہ جو رائے ہو۔

فقط ----------

حضرت مولانا یہ جواب دیتے ہیں۔

"جزاکم اللہ تعالیٰ بہت اچھی رائے ہے کیوں کہ اس سے قبل کسی نے واقعی بنا ظاہر نہیں کی اس لئے ترمیم کو دلالت علیٰ خلاف المقصود کے اقرار کے لئے مستلزم سمجھا ..... اب حفظ الایمان کی اس عبارت کو ..... اس طرح بدلتا ہوں۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور صلعم کی کیا تخصیص ہے مطلق بعض علوم غیبیہ غیر انبیاء علیہم السلام کو بھی حاصل ہیں تو چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے الخ اور ایسی عبارت بعینہا شرح مواقف ..... اور مطالع الانظار میں موجود ہے۔ اب اگر اس پر بھی کلام ہو تو پھر بدلنے کو تیار ہوں مگر شرح مواقف اور مطالع الانظار کی عبارت بدلنے کے بعد۔ واللہ الموفق۔

اشرف علی ۱۸ صفر ۱۳۴۲ھ وقت العشاء۔

مولوی صاحب سنا آپ نے مولانا نے عبارت بدل بھی دی اور ساتھ ساتھ یہ بھی فرما دیا کہ اگر اس پر بھی کلام ہو تو میں پھر بدلنے کو تیار ہوں۔ اب کہئے کہ حضرت مولانا پر آپ کا یہ الزام کہاں تک صحیح ہے۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : یہ کتاب ذرا مجھ کو دے دیجئے۔ کتاب دے دی گئی۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : دیکھئے صدر صاحب! اس میں یہ لکھا ہے کہ اب حفظ الایمان کی اس عبارت کو جو اس سوال کے شروع میں ہے اس طرح پڑھا جائے، یہ نہیں لکھتے کہ اس طرح لکھا جائے۔ بلکہ یہ لکھتے ہیں کہ اس طرح پڑھا جائے، معلوم ہوتا ہے کہ بالکل بدلنا مقصود نہیں بلکہ لکھا تو وہی جائے گا جو پہلے

لکھا جا چکا ہے۔ ہاں پڑھنے کے متعلق کہتے ہیں کہ اس طرح پڑھا جائے۔ بھلا مولانا! اس سے کیا ہوتا ہے ان کو یہ لازم تھا کہ پہلے جو عبارت لکھی گئی تھی اس کو قلمزد کر دیتے اور دوسری حفظ الایمان چھپوا دیتے جس میں وہ عبارت نہ ہوتی بلکہ یہ نئی عبارت ہوتی ؟

مولانا محمد منظور صاحب : آپ حضرات نے مولانا کی اس تقریر سے اندازہ کر لیا ہوگا کہ اس وقت ہمارے فاضل مخاطب کا حال یہ ہے کہ اگر میں اس وقت یہ کہہ دوں کہ دو اور دو چار ہوتے ہیں تو ہمارے مخاطب صاحب شاید فوراً یہی فرمائیں گے کہ ہرگز نہیں بلکہ پانچ ہوتے ہیں۔ ایسی حالت میں میں مولانا کی اس پُرمغز اور بامعنی تقریر کا کیا جواب دوں۔ بہتر ہو کہ جناب صدر صاحب ہی اگر کچھ مناسب خیال فرمائیں تو فرما دیں۔

صدر صاحب : میرے نزدیک تو محض اس خط کا اور اس کے جواب کا چھپوا دینا ہی کافی ہے اس کی ضرورت نہیں کہ جو کتابیں پہلے چھپ چکی ہیں ان کو جمع کر کے ان کی عبارات کو قلمزد کیا جائے اور ان میں یہ نئی عبارت لکھی جائے اور نہ میرے نزدیک یہ کسی کے امکان میں ہے۔ میں مسئلہ مسائل تو جانتا نہیں میں ایک نامخواندہ شخص ہوں۔ ہاں اخبارات دیکھا کرتا ہوں تو اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کسی ایڈیشن میں کوئی خبر غلط چھپ جاتی ہے تو دوسرے ایڈیشن میں اس کی تصحیح ہو جاتی ہے یہ نہیں کیا جاتا کہ پہلے ایڈیشن کے تمام پرچوں کو جمع کر کے اصلاح کی جائے۔ ہاں یہ ضرور ہونا چاہئے کہ اس کے بعد اگر وہ کتاب چھپے تو اس میں وہ عبارت درج کی جائے جو بعد میں بدلی گئی ہے۔

مولانا محمد منظور صاحب : خدا کا شکر ہے کہ مولانا کے اعتراض کی حقیقت آپ حضرات پر بھی آشکارا ہو گئی اب میں یہ بھی بتلا دینا چاہتا ہوں کہ "حفظ الایمان" اس واقعہ کے بعد چھپی ہے اور اس میں یہی نئی عبارت ہے وہ پہلی عبارت نہیں ہے۔ اور وہ میرے پاس موجود ہے۔ سنئے! اس میں عبارت زیر بحث کی بجائے یہ لفظ ہیں۔

"اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور صلعم کی کیا تخصیص ہے مطلق بعض علوم غیبیہ تو غیر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی حاصل ہیں الخ"

مولوی رحم الٰہی صاحب : یہ کون سی کتاب ہے ذرا مجھ کو دے دیجئے۔ کتاب دے دی گئی۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : (بعد غور بسیار) آپ نے یہ بھی دیکھا کہ یہ حاشیہ میں کیا لکھا ہوا ہے ؟

مولانا محمد منظور صاحب : جی ہاں ! دیکھا ہے۔ یہ لکھا ہے کہ اس جگہ اصل میں عبارت اور تھی جو " تغییر العنوان " کے سوال میں موجود ہے اس کی بجائے یہ عبارت بدل دی گئی ہے اور بدلنے کی وجہ تغییر العنوان ہی میں لکھی ہوئی ہے۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : دیکھئے صدر صاحب ! مولوی اشرف علی صاحب یہ نہیں چاہتے کہ دنیا اس عبارت کو بھول جائے۔ نئی حفظ الایمان بھی چھپوائی تو اس کے حاشیہ پر یہ لکھ دیا کہ ہماری اصل عبارت تغییر العنوان میں دیکھ لینا۔ بھلا اس کے یاد دلانے کی کیا ضرورت تھی ؟ اسی کی تو ہم لوگوں کو شکایت ہے۔

مولانا محمد منظور صاحب : مولانا آپ کا بھی وہی مضمون ہے

" ملا آں باشد کہ چپ نہ شود "

خیر لیجئے اس کا جواب بھی سنئے۔ حضرت مولانا کو معلوم تھا کہ اس وقت دنیا میں نفسانیت کا بازار گرم ہے۔ بعض نام نہاد مسلمانوں کا پیشہ ہی یہ ہے کہ وہ دوسروں پر الزام رکھنے کے لئے موقعہ کے متلاشی رہتے ہیں اگر حفظ الایمان میں یہ حاشیہ نہ ہوتا تو آپ ہی کے کوئی چھوٹے بھائی[1] یہ فرماتے کہ ؟ دیکھا اگر حفظ الایمان کی عبارت میں توہین نہیں تھی تو پھر کیوں عبارت بدلی معلوم ہوا کچھ دال میں کالا تھا ایسے لوگوں کی دہان دوزی و زبان بندی کے لئے حضرت مولانا نے حاشیہ پر یہ لکھ دیا کہ یہ عبارت بدلی ہوئی ہے اور جو بدلنے کی وجہ ہے وہ " تغییر العنوان " میں ہے یعنی یہ کہ گمراہ کرنے والوں کو گمراہ کرنے کا موقعہ نہ رہے۔

اس کے بعد گزارش ہے کہ یہ مجلس مناظرہ ہے یہاں وہ بات کہنی چاہئے جو مناظرہ کی شان کے لائق ہو یہاں چپ نہ شود کے ثبوت دینے کی ضرورت نہیں میں خود اعتراف کرتا ہوں کہ آپ چپ نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا آپ " تحذیر الناس " کے متعلق جو اعتراض کرنا چاہتے ہیں اس کو شروع کیجئے۔

---

[1] خدا کی قدرت کہ دوسرے ہی روز کو جب مولوی عبدالعزیز خان صاحب، مولوی رحم الٰہی صاحب کی امداد کے لئے بریلی سے آئے تو ایک موقعہ پر حضرت مولانا محمد منظور صاحب سے فرمایا کہ آپ فضول مولوی اشرف علی صاحب کی وکالت کرتے ہیں۔ انہوں نے

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

مناظرہ ۔ بر عبارت تحذیر الناس

مولوی رحم الٰہی صاحب : (حسام الحرمین ہاتھ میں لے کر) لیجئے میں آپ کی خاطر "تحذیر الناس" ہی کی بحث شروع کرتا ہوں ۔ آپ کے مولوی محمد قاسم صاحب اپنی کتاب "تحذیر الناس" میں لکھتے ہیں کہ ۔

"بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو، جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہے گا ۔ بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا ۔ عوام کے خیال میں تو رسول صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیأ سابقین کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں ۔ مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں ۔"

دیکھئے اس عبارت میں مولوی محمد قاسم صاحب اس کو مان رہے ہیں کہ آپ کے زمانے میں بھی اور نبی ہو سکتے ہیں اور آپ کے زمانے کے بعد بھی ۔ اور اس سے حضور صلعم کا خاتم ہونا بدستور رہتا ہے ۔ بلکہ غضب تو یہ ہے کہ یہ کہتے ہیں کہ عوام الناس کے خیال میں تو رسول صلعم کا خاتم النبیین ہونا بایں معنی ہے کہ آپ سب میں آخر نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہے کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی محمد قاسم صاحب کے نزدیک جو شخص خاتم النبیین کے یہ معنی سمجھے کہ آپ سب سے آخری نبی ہیں وہ عوام میں داخل ہے اور اہل فہم میں سے نہیں ۔ حالانکہ خود رسول صلعم نے اس کے یہی معنی سمجھے ہیں اور صحابہ اور تابعین اور سارے ائمہ نے بھی اس کے یہی معنی سمجھے ہیں ۔

حضور صلعم فرماتے ہیں انا خاتم النبیین لا نبی بعدی ۔ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ۔ بخاری شریف میں ایک حدیث ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ میری مثال ایک مکان کی سی ہے جس کو اچھی طرح بنایا گیا ہو لیکن اس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی گئی ہو اور لوگ اس کو دیکھ کر تعجب کرتے ہوں کہ مکان اس قدر اچھا بنایا گیا ہے لیکن یہ اینٹ کی جگہ کیسی خالی ہے ۔ پس میں وہ اینٹ ہوں جس نے

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) محمد عبادت بدل کر یہ تسلیم کر لیا کہ اس میں توہین تھی ۔ اگر نہیں تھی تو بدلا کیوں ؟ اور چونکہ مولوی عبدالعزیز خانصاحب مولوی رحم الٰہی صاحب کے نائب تھے اس لئے چھوٹے بھائی کا لفظ بھی خوب چسپاں ہوا ۔ ۱۲

نبوت کے گھر کو مکمل کر دیا اور میں خاتم النبیین ہوں۔

ان دو حدیثوں اور ان کے علاوہ اور بے شمار حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے آقا و مولا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے آخری نبی ہیں۔ لیکن مولوی محمد قاسم صاحب فرماتے ہیں کہ آپ کو سب سے آخر کا نبی خیال کرنا عوام کا خیال ہے اہل فہم کا نہیں۔ اس میں حضور صلعم کے خاتم النبیین ہونے کا بھی انکار ہے اور حضور کی توہین بھی ہے۔ بلکہ تمام صحابہ اور تابعین اور ائمہ مفسرین کی توہین ہے کہ ان کی تفسیروں کو عوام کا خیال بتایا۔ اسی وجہ سے علماء حرمین شریفین نے ان کو کافر کہا ہے۔ اگر آپ بھی انہیں کافر سمجھتے ہیں تو فیصلہ ہوا میرا آپ کا کوئی جھگڑا نہیں۔ اور اگر آپ ان کو مسلمان جانتے ہیں تو اس کا جواب دیجئے۔

مولانا محمد منظور صاحب : مولوی صاحب نے اپنی اس تقریر میں قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ پر دو اعتراض کئے ہیں۔ اوّل یہ کہ وہ ختم نبوت کے قائل نہیں۔ اور یہی مولوی صاحب کا بڑا اعتراض ہے۔ دوسرا یہ کہ انہوں نے آنحضرت صلعم کی معاذ اللہ توہین کی۔

قبل اس کے کہ میں ان اعتراضوں کا مفصل جواب دوں پہلے یہ بتلا دینا چاہتا ہوں کہ خود حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رح کا عقیدہ اس کے متعلق کیا ہے۔ جس کتاب کی عبارت ہمارے مخاطب صاحب نے پڑھ کر آپ حضرات کو سنائی ہے وہ میرے پاس موجود ہے۔ اس کے صفحہ ۱۰ پر یہ عبارت ہے۔

"سو اگر اطلاق اور عموم ہے تب تو ثبوت خاتمیت زمانی ظاہر ہے ورنہ تسلیم لزوم خاتمیت زمانی بدلالت التزامی ضرور ثابت ہے۔ ادھر تصریحات نبوی مثل انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ الا انه لا نبی بعدی او کما قال جو بظاہر بطرز مذکور اسی لفظ خاتم النبیین سے ماخوذ ہے اس باب میں کافی۔ کیوں کہ مضمون درجہ تواتر کو پہنچ گیا ہے پھر اس پر اجماع بھی منعقد ہو گیا گو الفاظ مذکور بسند متواتر منقول نہ ہوں سو یہ عدم تواتر الفاظ باوجود تواتر معنوی ایسا ہی ہوگا۔ جیسا تواتر اعداد رکعات فرائض و وتر وغیرہ باوجودیکہ الفاظ احادیث مشعر تعداد رکعات متواتر نہیں۔ جیسا ان کا منکر کافر ہے اس کا منکر بھی کافر ہوگا۔ الخ

اس عبارت میں حضرت مولانا نے حضور انور صلعم کے خاتم النبیین ہونے کی چار دلیلیں بیان کی ہیں۔ ایک یہ کہ قرآن عزیز میں جو لفظ خاتم النبیین آنحضرت صلعم کی شان میں وارد ہے اس سے ختم نبوت زمانی اور رتبی دونوں مراد ہوں تو اس صورت میں حضور صلعم کا آخر الانبیاء اور سب سے پچھلا نبی ہونا قرآن عزیز سے بدلالت مطابقی ثابت ہوگا۔

۲ : دوسری یہ کہ لفظ خاتم النبیین سے محض خاتمیت رتبی مراد لی جائے۔ لیکن چونکہ اس کے لئے ختم زمانی لازم ہوتا ہے اس لئے اس لفظ خاتم النبیین کی دلالت اس پر بطور التزام ہوگی۔

۳ : تیسری دلیل یہ بیان کی کہ احادیث متواترۃ المعنے سے آپ کا خاتم النبیین یعنی آخری نبی ہونا ثابت ہے۔

۴ : چوتھی دلیل یہ کہ امت محمدیہ کا اس پر اجماع منعقد ہو گیا ہے کہ آنحضرت صلعم سب سے پچھلے نبی ہیں۔ آخر میں یہ بھی فرمادیا کہ ختم نبوت زمانی کا منکر کافر ہوگا۔

حاضرین! مجھ کو اور آپ کو سب کو ایک دن خدا کو منہ دکھانا ہے ذرا انصاف سے کہئے کہ جو شخص اتنی دلیلوں سے ختم نبوت ثابت کرے اور اس کے منکر کو کافر بتلائے کیا اس سے یہ امید کی جاسکتی ہے کہ وہ یہ عقیدہ رکھے کہ حضور صلعم کے بعد اور بھی نبی آسکتے ہیں۔ اسی کتاب میں جابجا اس قسم کی اور بھی عبارات موجود ہیں۔ لیکن میں بخوف طوالت ان کو نظر انداز کرتا ہوں۔ پھر یہ کہ یہ مضمون مولانا مرحوم کی متعدد کتابوں میں ملے گا محض اسی کتاب میں نہیں۔ میرے پاس اس وقت حضرت مرحوم کی مشہور کتاب "مناظرۂ عجیبہ" ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس میں سے بھی دو ایک عبارتیں سنادوں۔ سنئے۔ "مناظرۂ عجیبہ ص ۳۹"

"خاتمیت زمانی اپنا دین و ایمان ہے ناحق کی تہمت کا البتہ کچھ علاج نہیں۔ سو اگر ایسی باتیں جائز ہوں تو ہمارے منہ میں بھی زبان ہے۔"

پھر اسی مناظرۂ عجیبہ کے صفحہ ۵۰ پر فرماتے ہیں۔

"خاتمیت زمانی سے مجھے انکار نہیں بلکہ یوں کہتے کہ منکروں کے لئے گنجائش انکار نہ چھوڑی۔ افضلیت کا اقرار ہے بلکہ اقرار کرنے والوں کے پاؤں جما دیئے۔ اور نبیوں کی نبوت پر ایمان ہے پر رسول اللہ صلعم کے برابر کسی کو نہیں سمجھتا۔"

اور اسی مناظرۂ عجیبہ کے صفحہ ۱۰۳ پر فرماتے ہیں۔

"امتناع بالغیر میں کسے کلام ہے اپنا دین و ایمان ہے بعد رسول اللہ صلعم کسی اور نبی کے ہونے کا احتمال نہیں جو اس میں تامل کرے اس کو کافر سمجھتا ہوں"

اس کے علاوہ حضرت مولانا مرحوم کی دیگر تصانیف میں بھی اسی قسم کے مضامین بکثرت موجود ہیں۔ جنکو پڑھ کر سنانے کی اب چنداں حاجت نہیں۔ ایک منصف مزاج کے لئے اتنا ہی کافی ہے اس کے بعد میں صاف طور پر کہنا چاہتا ہوں کہ انتہا درجہ کی بے شرمی ہے اگر کوئی حضرات علماء دیوبند پر یہ الزام رکھے کہ وہ معاذ اللہ ختم نبوت کے منکر ہیں۔ آج امت محمدیہ کی عمر ساڑھے تیرہ سو برس کی ہوتی ہے لیکن میں ببانگ دہل دعوے سے کہتا ہوں کہ مسئلہ ختم نبوت کی جو خدمت فرزندان دیوبند نے کی ہے اس کی نظیر آج تک کوئی پیش نہ کر سکا۔ نہ پیش کر سکتا ہے۔ مسئلہ ختم نبوت پر محض مولانا مولوی محمد شفیع صاحب مدرس دارالعلوم دیوبند کے چار رسالے ہیں۔

۱: هدية المهتدين فى اية خاتم النبيين۔ ۲: ختم النبوة فى القران۔ ۳: ختم النبوة فى الحديث۔ ۴: ختم النبوة فى الآثار:

ختم النبوة فى القرآن: میں تقریباً ایک سو آیات سے جناب رسول اللہ صلعم کا خاتم النبیین ہونا ثابت کیا گیا ہے۔ ختم النبوة فى الحديث: میں تقریباً دو سو احادیث نبویہ سے آنحضرت صلعم کا آخر الانبیاء ہونا ثابت کیا گیا ہے۔ ختم النبوة فى الآثار: میں سلف صالحین کے بے شمار اقوال سے ختم نبوت کا ثبوت دیا گیا ہے اور یہ بتلایا گیا ہے کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہ مانے وہ کافر ہے۔ یہ چاروں رسالے قادیانیوں کے رد میں تنہا مولوی محمد شفیع صاحب کے ہیں۔ ان کے علاوہ جو رسائل اور مضامین دیگر حضرات دیوبند کے ہیں وہ جداگانہ ہیں۔ جن کا ایک مجلس میں شمار کرنا بھی آسان نہیں۔ کیا آپ بتلا سکتے ہیں کہ آپ نے یا آپ کی جماعت کے کسی شخص نے قادیانی جماعت سے کبھی مسئلہ ختم نبوت پر مناظرہ کیا ہو۔ اگر آپ مجھ سے دریافت کریں تو ایک دو نہیں بلکہ دس، بیس جگہ ایسی گنا سکتا ہوں جہاں فرزندان دارالعلوم دیوبند نے قادیانی جماعت سے اسی مسئلہ ختم نبوت پر مناظرے کئے ہیں بلکہ ان میں بعض مقامات ایسے بھی ہیں جہاں آپ کی جماعت کے لوگوں نے آپ حضرات کو تار پر تار دیئے لیکن چونکہ مسئلہ ختم نبوت پر کسی قادیانی سے گفتگو کرنا آسان نہ تھا اس لئے تاروں

کا جواب بھی نہ دیا گیا۔ اس کے بعد ان غریبوں نے دیوبند سے مناظر طلب کئے اور وہاں سے فوراً بھیجے گئے۔ اسی کا اثر ہے کہ آج قادیانی جماعت کو علماء دیوبند کے نام سے بخار چڑھتا ہے۔ ان واقعات کے سامنے ہوتے ہوئے بھی اگر کوئی شخص یہ کہے کہ علماء دیوبند نعوذ باللہ ختم نبوت کے منکر ہیں تو اس کا جواب بس ہمارے پاس یہ ہے۔

" سُبْحَانَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْم "

دوسرا اعتراض آپ کا حضرت قاسم العلوم والخیرات پر یہ تھا کہ معاذ اللہ انہوں نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کر دی۔ میں کل عرض کر چکا ہوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کفر بلکہ اشد کفر ہے۔ لیکن واقعہ میں توہین ہونی چاہئے۔ جس ذات قدسی صفات کے متعلق آپ یہ فرما رہے ہیں کہ العیاذ باللہ انہوں نے حضور صلعم کی توہین کی ہے۔ ذرا ان کا کلام اٹھا کر دیکھئے۔ بخدا وہ ایسے عاشق رسول اللہ صلعم ہیں کہ آج ان کی نظیر ملنا بھی دشوار ہے۔ مولانا مرحوم اپنے قصیدہ نعتیہ میں فرماتے ہیں ؎

تو فخرِ کون و مکاں زبدۂ زمین و زماں — امیرِ لشکرِ پیغمبراں شہِ ابرار
جہاں کے سارے کمالات ایک تجھ میں ہیں — ترے کمال کسی میں نہیں مگر دو چار

آگے چل کر فرماتے ہیں ؎

مدد کر اے کرمِ احمدی کہ تیرے سوا — نہیں قاسمِ بے کس کا کوئی حامی کار
جو تو ہی ہم کو نہ پوچھے تو کون پوچھے گا — بنے گا کون ہمارا ترے سوا غمخوار

ایک جگہ فرماتے ہیں ؎

امیدیں لاکھوں ہیں لیکن بڑی امید ہے یہ — کہ ہو سگانِ مدینہ میں میرا نام شمار
جیوں تو ساتھ سگانِ حرم کے تیرے پھروں — مروں تو کھائیں مدینہ کے مجھ کو مور و مار
جو یہ نصیب نہ ہو اور کہاں نصیب میرے — کہ میں ہوں اور سگانِ حرم کی تیرے قطار
اڑا کے باد مری مشتِ خاک کو پسِ مرگ — کرے حضور کے روضے کے آس پاس نثار
ولے یہ تربہ کہاں مشتِ خاکِ قاسم کا — کہ جائے کوچۂ اطہر میں تیرے بن کے غبار
مگر نسیم مدینہ ہی گردِ باد بنا — کشاں کشاں مجھے لے جا جہاں ہے تیرا مزار

اگرچہ جی چاہتا ہے کہ اس قصیدہ کو تمامہا پڑھ کر سناؤں مگر بخوف طوالت چھوڑتا ہوں۔ اللہ تعالےٰ نے جن لوگوں کو سمجھ دی ہے وہ اسی سے سمجھ گئے ہوں گے کہ حضرت مولانا مرحوم کو جناب رسول اللہ صلعم سے کس درجہ عشق تھا۔ میں نے اپنے بعض بزرگوں سے سنا ہے کہ جب حضرت مرحوم حج بیت اللہ سے فارغ ہو کر بغرض زیارت روضۂ انور مدینہ طیبہ کو روانہ ہوئے ہیں تو کئی منزل پہلے اونٹ سے اتر پڑے۔ ادب و تعظیم کے لئے پاپیادہ چلنے لگے۔ پیروں میں کانٹے لگتے تھے۔ پتھروں کی ٹھوکروں سے قدموں کا حال دگرگوں تھا مگر ادب کی وجہ سے سوار نہ ہوتے تھے۔ جب مدینہ طیبہ پہنچے اور زیارت روضۂ انور سے مشرف ہوئے تو غلاف شریف پر نظر پڑی۔ فوراً خیال ہوا کہ میرے پیر کی جوتی کا کیمخت بھی سبز رنگ کا ہے اور یہ غلاف شریف بھی۔ اس خیال کے آتے ہی جوتی پاؤں سے نکال دی اور اس کے بعد عمر بھر کیمخت کی لگی ہوئی جوتی نہ پہنی۔ محض اس خیال سے کہ وہ روضۂ انور کے غلاف کے ہمرنگ ہوتا ہے۔ لیکن افسوس آج ان کو کہا جاتا ہے کہ یہ جناب رسول اللہ صلعم کے دشمن ہیں اور حضرت کی توہین کرتے ہیں۔ مسلمانو! خدارا بتاؤ کہ اگر یہ بھی دشمن ہیں تو دوست کس جگہ بستے ہیں۔ مجھے اس وقت حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کے دو شعر یاد آتے ہیں۔ فرماتے ہیں ؎

چنیں کردند خلقے در تماشا ہمیں گفتند حاشا ثم حاشا

کزیں روئے نکو بد کاری آید وزیں دل دار دل آزاری آید

اس کے بعد میں مولانا کے اعتراض کی حقیقت بھی واضح کر دینا چاہتا ہوں۔ جو عبارت اس وقت مولانا نے "حسام الحرمین" سے "تحذیر الناس" کی پڑھی ہے وہ ایک جگہ کی عبارت نہیں۔ بلکہ اس میں ایک فقرہ صفحہ ۳ کا۔ ایک صفحہ ۱۴ کا۔ ایک صفحہ ۲۸ کا ہے۔

مولانا! اگر اسی طرح کسی کا کفر ثابت ہوتا ہے تو مجھ کو اجازت دیجئے کہ آپ کے اعلیٰ حضرت کے ایک ایک رسالہ سے ہزار ہزار، دو دو ہزار کفریات نکال دوں۔ میرے محترم "تحذیر الناس" تو ایک بشر کی کتاب ہے اگر کوئی مولوی احمد رضا خان صاحب کا چھوٹا بھائی ایسی ہی حیا داری پر اتر آئے تو پھر قرآن عزیز سے بھی معاذ اللہ بے شمار مضامین کفریہ جمع کر سکتا ہے۔ بلکہ مولوی احمد رضا خان صاحب نے تو اتنی کلفت بھی اٹھائی کہ ایک فقرہ صفحہ ۳ کا لیا۔ دوسرا صفحہ ۱۴ کا۔ تیسرا صفحہ ۲۸ کا۔ اُس کو شاید اتنا بھی نہ کرنا پڑے بلکہ ایک صفحہ نہیں بلکہ ایک

ہی آیت میں الٹ پھیر کر کے ایسے مضامین بنا سکتا ہے۔

مثلاً یوں کہے کہ معاذ اللہ قرآن شریف میں ہے۔

" ان الابرار لفی جحیم و ان الفجار لفی نعیم "[1]

یعنی اچھے لوگ جہنم میں جائیں گے اور بدکار جنت میں" اور کوئی پوچھے کہ قرآن شریف میں کہاں ہے تو کہہ دے کہ پارہ عم۔ سورۃ الانفطار میں ہے۔ حاضرین یہ ہے حقیقت مولوی احمد رضا خاں صاحب کے الزامات کی۔ مختلف جگہ کی عبارتیں جمع کر کے ایک کفریہ مضمون بنایا اور لکھ دیا کہ فلاں نے یہ مضمون لکھا ہے لہٰذا کافر۔ یہ بھی نہیں بتلاتے کہ یہ عبارتیں مختلف مقامات کی ہیں۔ بلکہ ایک مسلسل عبارت لکھ دی جاتی ہے۔ جس سے ہر ایک دیکھنے والا یہی سمجھے گا کہ مولوی محمد قاسم صاحب نے " تحذیر الناس " میں کہیں یہ لکھا ہوگا۔ پھر یہ بھی نہیں کہ ترتیب وار لکھا ہو بلکہ صریح کفری مضمون بنانے کے لئے مولوی احمد رضا خان صاحب نے یہ خیانت کی پہلے صفحہ ۱۴، کا فقرہ لکھا۔ پھر صفحہ ۲۸ کا۔ پھر صفحہ ۳، کا۔ واللہ اگر مجھ سے ایسی حرکت ہوجاتی تو میں ہرگز اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھتا کہ کسی مناظرہ کے جلسہ میں شریک ہوں۔ لیکن صد آفریں آپ حضرات کی حیا و شرم پر کہ مولوی احمد رضا خان صاحب نے تو یہ خیانت کی ہی تھی لیکن آپ حضرات بجائے اس کے کہ اس کی پردہ پوشی کرتے آج مجلس مناظرہ میں اس کو پیش کرتے ہیں۔ ع

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

لیجئے اب میں ان فقروں کا علیحدہ علیحدہ صحیح مطلب بیان کرتا ہوں۔ جو فقرہ آپ نے سب سے آخر میں پڑھا ہے وہ " تحذیر الناس " کے صفحہ ۳، کا ہے۔ اور یوں سمجھئے کہ تحذیر الناس گویا اسی سے شروع ہوتی ہے۔ اس جگہ حضرت مولانا مسئلہ ختم نبوت پر کلام نہیں فرما رہے بلکہ آیت کریمہ ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین الآیۃ کے معنی میں کلام فرما رہے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ۔

---

[1] آیت کریمہ یوں ہے اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ وَ اِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ۔

یعنی نیک جنت میں رہیں گے اور بدکار دوزخ میں۔ ۱۲

"اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں" یعنی آیت کریمہ میں جو آنحضرت صلعم کو خاتم النبیین فرمایا گیا ہے اوّل اس کے معنے سمجھنے چاہئیں۔

اس کے بعد فرماتے ہیں۔

"سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب سے آخری نبی ہیں"

یعنی عوام کا خیال تو یہ ہے کہ رسول اللہ صلعم فقط اس معنی کر خاتم النبیین ہیں کہ آپ سب سے آخری نبی ہیں۔ مولانا یہ نہیں فرمارہے کہ خاتم النبیین کے یہ معنی کرنا عوام کا خیال ہے بلکہ یہ فرماتے ہیں کہ عوام کے نزدیک اس کے معنی صرف یہ ہیں کہ رسول اللہ صلعم آخری نبی ہیں۔ یعنی بس اسی معنی میں حصر کرنا اور لفظ خاتم النبیین کے بس یہی معنی کرنا اس کو مولانا مرحوم فرماتے ہیں کہ یہ حصر کرنا عوام کا خیال ہے۔

پھر فرماتے ہیں۔

"لیکن اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں"

یعنی زمانے کے اول یا آخر میں آنا اس میں بالذات آنحضرت صلعم کے لئے کوئی فضیلت نہیں۔ بلکہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری زمانے میں تشریف لانا اس آخری زمانے کے لئے باعث فضیلت ہے۔ اس زمانے کی وجہ سے آنحضرت صلعم میں چار چاند نہیں لگے بلکہ آنحضرت صلعم کی تشریف آوری نے اس زمانے میں چار چاند لگا دیئے اور وہ خیر القرون کہلایا۔ اگر بالفرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا نوح علیہ السلام یا سیدنا حضرت موسےٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں بھی تشریف لاتے تو وہی زمانہ خیر القرون سے کہلایا جاتا۔ تو مولانا مرحوم فرماتے ہیں کہ عوام کے نزدیک لفظ خاتم النبیین کے بس یہی معنی ہیں لیکن یہ حصر مناسب نہیں۔ اس لئے کہ اس میں کوئی بڑی فضیلت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں نکلتی، حالانکہ اللہ تعالےٰ نے حضور کی تعریف کے موقعہ پر یہ لفظ (خاتم النبیین) فرمایا ہے۔ لہٰذا اس کے اگر ہو سکیں تو کوئی ایسے معنی کرنے چاہئیں جن میں پورے طور سے فضیلت محمدی نکلے پھر اپنی ساری کتاب میں اُسی معنی کی تفصیل فرمائی ہے جس کا حاصل تھوڑے لفظوں میں یوں بیان کیا جا سکتا ہے۔

لفظِ خاتم النّبیّین کے معنی

حضرت مولانا محمّد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرّہ العزیز کے نزدیک

○

مولانا مرحوم فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو قرآن عزیز میں خاتم النبیین فرمایا گیا ہے اس سے خاتمیتِ زمانی بھی مراد لی جائے اور خاتمیت مرتبی بھی۔ خاتمیت زمانی کو تو آپ حضرات بھی جانتے ہوں گے۔ یعنی یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے آخری نبی ہیں۔ اور خاتمیت مرتبی کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وصفِ نبوت کے ساتھ بالذات متصف ہیں اور دوسرے انبیاء علیہم السلام بالعرض اور آپ کے واسطے سے۔ یعنی حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر کسی واسطے کے کمالاتِ نبوت عطا فرمائے گئے۔ اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کو حضور سراپا نور کے واسطے سے۔ جس طرح اللہ تعالےٰ نے آفتاب کو بالذات روشن بنایا یعنی یہ کہ وہ اپنی روشنی میں کسی دوسری روشن چیز کا محتاج نہیں اور اس کی روشنی کسی دوسری روشنی سے مستفاد نہیں۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلعم کو بالذات نبی بنایا اور آپ اپنی نبوت میں کسی دوسرے نبی کے محتاج نہیں۔ اور جس طرح کہ چاند اور دوسرے ستاروں کو بالعرض یعنی آفتاب کے ذریعہ سے روشن کیا اور وہ اپنی روشنی میں آفتاب کی روشنی کے محتاج ہیں اور ان کی روشنی آفتاب کی روشنی کا عکس ہے۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ نے دوسرے انبیاء علیہم السلام کو نبی بالعرض بنایا۔ یعنی ان کو کمالاتِ نبوت حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے عطا فرمائے اور وہ اپنی نبوت میں آنحضرت صلعم کے محتاج ہیں اور ان کی نبوت حضور سرورِ عالم کی بارگاہِ نبوت سے مستفاد ہے۔

الغرض مولانا فرماتے ہیں کہ لفظ خاتم النبیین سے فقط یہ نہ مراد لیا جائے کہ آنحضرت صلعم سب سے پچھلے نبی ہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی مراد لیا جائے کہ آنحضرت صلعم نبی بالذات ہیں یعنی اپنی نبوت میں کسی دوسری مخلوق کے دست نگر نہیں اور دوسرے انبیاء علیہم السلام اپنی نبوت میں آنحضرت صلعم

کے فیض کے دست نگر ہیں) تو مولانا کے نزدیک لفظ خاتم النبیین سے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دو قسم کی خاتمیت ثابت ہوئی۔ ایک خاتمیتِ زمانی دوسرے خاتمیتِ مرتبی۔ جس کا مطلب میں ابھی بیان کر چکا ہوں۔ پھر اسی خاتمیت مرتبی کے متعلق صفحہ ۱۴، پر فرماتے ہیں کہ۔

"یہ ایسی خاتمیت ہے کہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے"

پھر اسی خاتمیت مرتبی کے متعلق صفحہ ۲۸، پر فرماتے ہیں کہ۔

"بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا"

الغرض یہ دونوں فقرے خاتمیتِ مرتبی کے متعلق ہیں نہ خاتمیت زمانی کے متعلق۔ جیسا کہ ہر تھوڑی سی عقل رکھنے والا بھی سمجھ سکتا ہے۔ پس حضرت مرحوم کو ختم نبوت زمانی سے انکار نہیں بلکہ یہ فرماتے ہیں کہ یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ بس آنحضرت صلعم زمانے ہی کے اعتبار سے خاتم ہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی سمجھنا چاہئے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مرتبہ کے اعتبار سے بھی خاتم ہیں۔ جس کا مختصر الفاظ میں مطلب یہ ہے کہ آپ نبی الامت ہونے کے ساتھ ساتھ نبی الانبیاء بھی ہیں۔ اور جس طرح ہم غلامانِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم آنحضرت کے دربار سے فیض یاب ہیں اسی طرح آدم و نوح و ابراہیم و اسحاق، موسیٰ و عیسیٰ و کل انبیاء علیٰ نبینا و علیہم الصلوٰۃ و السلام بھی آپ کی بارگاہ رسالت پناہ سے فیض یاب ہیں اور اسی مضمون کو ایک جناب رسول اللہ صلعم کا سچا عاشق ایک شعر میں ادا کرتا ہے ؎

فکلٌّ من رسول اللہ ملتمس قطرا من البحر او رشفا من الدیم

رب صل وسلم دائما ابدا علی حبیبک خیر الخلق کلہم

حضرت مولانا نے تو وہ بات کہی تھی کہ عاشقانِ محمدی کو قربان ہونا چاہئے تھا۔ لیکن افسوس مولوی احمد رضا

لہ یعنی ہر (نبی) رسول اللہ کے دریائے علم سے ایک قطرہ یا آپ کے فیضان کی بارش سے کچھ تری طلب کرنے والا ہے۔ ۱۲

خان صاحب کی دیانت پر کہ محض اپنی شہرت کی غرض سے عبارت میں ناجائز قطع و برید کی اور ایک فقرہ صفحہ ۲۸ دوسرا صفحہ ۱۴، قسیرا صفحہ ۳، کا لکھ کر زبردستی ایک کفری مضمون بنایا اور کہہ دیا کہ صاحب مولوی محمد قاسم صاحب نے ختم نبوت کا انکار کر دیا۔ (لعنۃ اللہ علی الکاذبین)۔

اگرچہ بحمد اللہ مولانا کے دونوں اعتراضوں کا کافی شافی جواب ہوگیا اور ہمارے ذمہ کوئی بات باقی نہیں رہی لیکن میں حاضرین کی خاطر یہ بھی بتلا دینا چاہتا ہوں کہ یہ تحقیق (کہ حضور سرور عالم صلعم نبی بالذات ہیں اور دوسرے انبیاء علیہم السلام نبی بالعرض۔ یعنی ان کو نبوت حضور سرور عالم صلعم کے واسطے سے ملی) محض مولانا ہی کی نہیں بلکہ اس کا اقرار ایک جگہ خود مولوی احمد رضا خان صاحب نے بھی کیا ہے سنئے مولوی احمد رضا صاحب اپنی کتاب " جزاء اللہ عدوہ " مطبوعہ حسنی پریس بریلی صفحہ ۲۳، پر فرماتے ہیں۔

" اور نصوص متواترہ اولیاء کرام و ائمہ عظام و علمائے اعلام سے مبرہن ہو چکا کہ ہر نعمت قلیل یا کثیر، صغیر یا کبیر، جسمانی یا روحانی، دینی یا دنیوی، ظاہری یا باطنی روز اول سے اب تک اب سے قیامت تک۔ قیامت سے آخرت تک۔ آخرت سے ابد تک۔ مومن یا کافر مطیع یا فاجر ملک یا انسان جن یا حیوان بلکہ تمام ماسوا اللہ میں جسے جو کچھ ملی یا ملتی ہے یا ملے گی اس کی کلی انہیں کے صبائے کرم سے کھلی اور کھلتی ہے اور کھلے گی انہیں کی ہاتھوں پر بٹی اور بٹتی ہے اور بٹے گی۔ یہ سرالوجود و اصل الوجود خلیفۃ اللہ الاعظم دلی نعمت عالم ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم "

اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جس کو جو کچھ نعمت ملی روحانی ہو یا جسمانی۔ دینی ہو یا دنیوی وہ حضور صلعم ہی کے واسطے سے ملی اور چونکہ نبوت بھی ایک بڑی بلکہ سب سے بڑی نعمت ہے تو معلوم ہوا کہ جس کو بھی نبوت عطا ہوئی وہ حضور صلعم ہی کے ہاتھ سے عطا ہوئی۔ اگرچہ ہم کو معلوم ہے کہ یہ مضمون خان صاحب کا مسروقہ ہے۔ اور بحمد اللہ ہم یہ بھی بتا سکتے ہیں کہ یہ سرقہ کہاں سے ہوا ہے لیکن ہمیں اس وقت اس سے بحث نہیں۔ ہمیں تو یہ ثابت کرنا تھا کہ مولوی احمد رضا خان صاحب بھی حضور صلعم کو نبی بالذات اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کو نبی بالعرض جانتے ہیں۔ وہ بفضلہ تعالےٰ اس عبارت سے کما حقہ ثابت ہوگیا۔ اب جو شخص مصنف تحذیر الناس

کی تکفیر کرے اس کو چاہیئے کہ مولوی احمد رضا خان صاحب کی پہلے خبر لے۔ میں امید کرتا ہوں کہ ہمارے فاضل مخاطب نے اور تمام حاضرین نے اب تحذیر الناس کے تینوں فقروں کا صحیح مطلب سمجھ لیا ہوگا۔ اگر پھر مزید روشنی ڈالنے کی ضرورت سمجھوں گا تو پھر انشاء اللہ عرض کروں گا۔ واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

مولانا کی یہ تقریر ۴۵ منٹ میں ختم ہوئی۔ ہم صدر صاحب کے دل سے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے تقریر کی نوعیت دیکھ کر باوجود وقت گزر جانے کے نہیں روکا اور ۴۵ منٹ برابر جاری رہنے دی۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : (بعد از خطبہ) آپ حضرات نے مولوی صاحب کا وعظ سنا۔ بھلا ان باتوں کی یہاں کیا ضرورت تھی۔ میں نے جس عبارت پر اعتراض کیا تھا اس کا جواب دینا چاہیئے تھا۔ میرا اعتراض یہ تھا کہ مولوی محمد قاسم صاحب نے یہ لکھا ہے کہ خاتم النبیین کے یہ معنی سمجھنا کہ آپ سب سے آخری نبی ہیں عوام کا خیال ہے۔ اس عبارت میں خود حضرت رسالت و جمیع صحابہ و تابعین و ائمہ مفسرین کی توہین ہے کیوں کہ اس آیت کے معنی خود آنحضرت نے بھی ہم کو یہی بتلائے ہیں۔ اور صحابہ و تابعین و ائمہ مفسرین رح نے بھی یہی سمجھے ہیں۔ اور مولوی محمد قاسم صاحب کہتے ہیں کہ یہ عوام کا خیال ہے اہل فہم کا نہیں۔ اس سے زیادہ اور کیا توہین ہو سکتی ہے۔ کیا آپ کے نزدیک بس ماں بہن کی گالیاں دینا ہی توہین ہے؟ آپ سے یہ تو ہو نہ سکا کہ اس کا کوئی جواب دیتے۔ آپ نے قصیدہ نعتیہ کے شعر سنا دیئے کہ دیکھئے مولوی محمد قاسم صاحب کو حضور سے کس درجہ محبت ہے۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ ایک شخص آپ کے یا آپ کے کسی استاد کے متعلق ایک اشتہار شائع کرے اور اس میں لکھے کہ آپ سؤر[1] ہیں۔ گدھے ہیں۔ کتے ہیں۔ پاجی ہیں۔ غرض ایسے ہیں ویسے ہیں پھر آپ کے دوست احباب کی خوشنودی کے لئے ایک دوسری تحریر میں لکھے کہ آپ معظم ہیں مکرم ہیں عالم ہیں فاضل ہیں۔ تو کیا آپ یہ کہیں گے کہ اس نے میری توہین نہیں کی۔ وہ مجرم نہیں۔ میں تو یہ کہوں گا کہ نالائق

---

[1] ناظرین یہ ہے رضا خانیوں کے صدر المدرسین کی تہذیب۔ اللہ ان مسکینوں کی حالت پر رحم فرمائے۔ ۱۲

تُو مجرم ہے جب تک کہ اپنی پہلی تحریر کی معافی مولوی صاحب سے نہ چاہے گا تیرا جرم باقی رہے گا۔ ایسے ہی اگر کہیں مولوی محمد قاسم صاحب نے مسلمانوں کا دل خوش کرنے کے لئے آنحضرت صلعم کی تعریف بھی کر دی تو کیا اس سے ان کا اسلام ثابت ہو جاتا ہے۔ یاد رکھئے کہ جب تک وہ اس کھلی توہین سے توبہ نہ کریں ہرگز مسلمان نہیں۔ مولوی صاحب! یہ وعظ کی جگہ نہیں یہ مجلس مناظرہ ہے۔

آپ کا مجھ پر اور اعلیٰ حضرت پر یہ اعتراض ہے کہ مختلف جگہ کی عبارتیں جمع کر کے کفریہ مضمون بنا لیا۔ ارے صاحب یہ تو آپ جب کہیں جب میں ان عبارتوں کو ملا کر اعتراض کروں۔ میرا اعتراض تو صرف تحذیر الناس کے اس فقرہ پر ہے۔

"سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں۔ مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں"

میں دوسرے اور تیسرے فقرہ پر تو ابھی اعتراض ہی نہیں کر رہا۔ پھر سن لیجئے کہ میرا اعتراض اس وقت صرف یہ ہے کہ مولوی محمد قاسم صاحب نے حضور سرور کونین جناب رسول اللہ صلعم کی توہین کی کیونکہ آپ کے بیان کردہ تفسیر کو عوام کا خیال بتایا جس کی وجہ سے علماء حرمین شریفین نے ان کو کافر کہا ہے آپ اس توہین کو ان کے سر سے اٹھائیے اور بے کار وقت ضائع نہ کیجئے۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ مسنونہ) حاضرین! آپ کو یاد ہوگا کہ مولوی صاحب نے اپنی پہلی تقریر میں قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا نانوتوی قدس سرہ العزیز پر دو اعتراض کئے تھے۔ ایک یہ کہ وہ ختم نبوت کے منکر ہیں۔ دوسرے یہ کہ العیاذ باللہ انہوں نے حضرت سرور کائنات فخر موجودات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی اور آپ کے بیان کردہ معنی کو عوام کا خیال بتایا۔ لیکن اب جبکہ مولوی صاحب اور ساری بریلوی جماعت کے قبلہ وکعبہ جناب مولوی احمد رضا خان صاحب کی خیانت کا راز طشت از بام ہوا اور لوگوں پر یہ ثابت ہو گیا کہ واقعی تحذیر الناس کی عبارت میں نہایت شرمناک قطع برید رہے تو اب مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ میرا اعتراض صرف ایک فقرہ پر ہے۔ حضرت والا! اگر آپ

کا اعتراض صرف صفحہ ۳ر کے فقرہ پر تھا تو صفحہ ۱۴ر۔ وصفحہ ۲۸ر کے فقرے کیوں پڑھے تھے ؟ مولانا اگر آپ کو خدا کا خوف نہیں ہے تو کم از کم اپنی بات کا تو کچھ پاس لحاظ چاہیئے۔ یہ لوگ جو یہاں بیٹھے ہوئے ہیں آپ کے متعلق کیا رائے قائم کریں گے۔ انہوں نے ابھی جناب سے یہ سنا تھا کہ۔

"اس عبارت میں صاف ختم نبوت کا انکار ہے اور جناب رسول اللہ صلعم کی توہین بھی ہے"

اور ابھی آپ فرما رہے ہیں کہ میرا اعتراض صرف توہین کے متعلق ہے۔ خیر یہ بھی خدا کا شکر ہے کہ انکار ختم نبوت والے الزام کا بے اصل اور افترا محض ہونا عملاً جناب نے بھی تسلیم کر لیا۔ ع

عمرت دراز باد کہ ایں ہم غنیمت است

اب رہا جناب کا توہین والا الزام اگرچہ اس کا جواب میں شافی دے چکا ہوں۔ لیکن سنئے بطور خلاصہ اسی کو پھر عرض کرتا ہوں۔ مولانا یہ نہیں فرماتے کہ لفظ خاتم النبیین کے یہ معنی کرنا کہ آپ سب سے آخری نبی ہیں عوام کا خیال ہے۔ بلکہ یہ فرماتے ہیں کہ اس لفظ کے عوام کے خیال میں صرف یہی معنی ہیں۔ تحذیر الناس کی بعینہٖ عبارت یہ ہے۔

"سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے (یعنی صرف اس معنی کر) کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں"

پس مولانا نے حصر کو عوام کا خیال بتایا ہے نہ نفس اس معنی کو اور جناب رسول اللہ صلعم نے کہیں حصر نہیں فرمایا نہ انشاء اللہ آپ کسی صحابی سے ثابت کر سکتے ہیں نہ کسی تابعی سے۔

الغرض حضرت مرحوم نے جس کو عوام کا خیال بتایا ہے وہ ہرگز آنحضرت صلعم کی بیان کردہ تفسیر نہیں۔ جناب رسول اللہ صلعم نے کہیں نہیں فرمایا کہ اس لفظ کے بس یہی معنی کرنا کہ میں سب سے آخری نبی ہوں۔ یہ ضرور فرمایا ہے "انا خاتم النبیین لا نبی بعدی" لیکن اس سے تو زیادہ سے زیادہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ لفظ خاتم کے وہ معنی بھی ہیں جو عام طور پر مشہور ہیں۔ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ مولانا مرحوم کو اس سے انکار نہیں ہاں حصر سے انکار ہے۔ وہ یہ فرماتے ہیں کہ اس لفظ خاتم کے وہ معنی بھی ہیں جو عام

مشہور ہیں اور یہ بھی ہیں کہ آنحضرت صلعم خاتم مرتبی بھی ہیں۔ اور یہ ممکن ہے کہ ایک وقت میں ایک آیت کے کئی معنی ہوں۔ حدیث شریف میں خود جناب رسول اللہ صلعم فرماتے ہیں لکل اٰیۃ منھا ظھر وبطن ولکل حد مطلع ،، یعنی قرآن عزیز کی ہر ایک آیت کے دو قسم کے معنی ہیں۔ ایک ظاہری (جس کو ہر زبان دان سمجھ سکتا ہے) دوسرے باطنی (جس کو خواص ہی سمجھتے ہیں نہ عوام) یہ حدیث صحاح میں موجود ہے۔ اب اگر کسی آیت کے کوئی معنے خود آنحضرت صلعم یا کسی صحابی نے بیان کر دیئے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کے نزدیک اس کے بس وہی معنی ہوں نہ کوئی دوسرے۔ بلکہ ہو سکتا ہے کہ اس کے وہ معنی بھی ہوں اور کوئی دوسرے معنی بھی ہوں۔ بس ایسے ہی سمجھ لیجئے کہ لفظ خاتم النبیین کے وہ معنی بھی ہیں جو عام طور پر مشہور ہیں (یعنی یہ کہ آپ سب سے آخری نبی ہیں[1]) اور وہ معنی بھی جن کو مولانا محمد قاسم صاحب مرحوم نے بیان فرمایا ہے[2]۔ اور اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ قاضی بیضاوی نے تفسیر بیضاوی شریف میں جہاں بقرۂ بنی اسرائیل کا قصہ آیا ہے۔ اوّلاً ان آیات کے وہ معنی بیان کئے جو عام طور پر مشہور ہیں اور جن کو سب لوگ سمجھتے ہیں اور وہی ظاہر قرآن عزیز سے سمجھ میں بھی آتے ہیں۔ اس کے بعد ایک نئے معنی بیان کئے اور وہ یہ کہ بقرہ سے نفس انسانی مراد لیا جائے اور اس کے ذبح کرنے سے جہاد بالنفس۔ تو اس سے ہرگز یہ نہیں سمجھا جاتا کہ قاضی بیضاوی نے مشہور معنی چھوڑ دیا۔ بلکہ یہ کہا جائے گا کہ انہوں نے معنی مشہور بھی لئے اور اس کے علاوہ ایک اور دوسرے باریک معنی بھی بتائے جو عوام کے خیال سے بالاتر تھے۔

علیٰ ہذا خاتم الولایت حضرت شیخ محی الدین اکبر ابن عربی رحمہ اللہ تعالےٰ کی تفسیر کو ملاحظہ فرمائیے۔ مشکل سے کوئی آیت ایسی ملے گی جس کے انہوں نے وہ معنی کئے ہوں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ یا تابعین یا ائمہ مفسرین سے منقول ہوں۔ بلکہ اکثر آیات کے معنی ایسے عجیب و غریب بیان کئے ہیں جن کو دیکھ کر بھی حیرت ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ بہت سی وہ آیات جن کی کوئی تفسیر خود جناب رسول اللہ صلعم یا صحابہ کرام سے منقول ہے ان کی تفسیر میں بھی انہوں نے کوئی نئے معنی ہی بیان کئے ہیں۔ لیکن اس سے ہرگز یہ نہیں سمجھا جاتا کہ انہوں نے آنحضرت صلعم یا صحابہ

---

[1] جیسا کہ حدیث لا نبی بعدی سے معلوم ہوتا ہے ۱۲۔ [2] جیسا کہ بعض احادیث صحیحہ سے مستنبط ہوتا ہے ۱۲

کی بیان کردہ تفاسیر کو چھوڑ دیا معاذ اللہ بلکہ دنیا بھر کے علماء اس کا یہی مطلب سمجھتے ہیں کہ ان کے نزدیک وہ معانی تو مسلم ہیں ہی ان کے علاوہ دوسرے باریک معنی بیان کرتے ہیں جس کو ہر شخص قرآن عزیز سے نہیں سمجھ سکتا تھا بلکہ یہ تو قرآن عزیز کا معجزہ ہے۔ جناب رسول اللہ صلعم فرماتے ہیں لا تنقضی عجائبہ (یعنی قرآن عزیز کے عجائب وغرائب تا بقاء دنیا ختم ہونے والے نہیں) بس ایسے ہی مولانا محمد قاسم صاحب رح کو سمجھئے کہ وہ ان معنی کو بھی تسلیم کرتے ہیں جو عام طور پر مشہور ہیں اور ایک اور باریک معنی بتلاتے ہیں جن کی وجہ سے فضیلت محمدی دوبالا ہو جاتی ہے اور وہ یہ کہ آنحضرت صلعم نبی بالذات ہیں اور دوسرے انبیاء علیہم السلام انبیاء بالعرض۔ اور یہ معنی بھی احادیث نبوی سے مستنبط ہیں۔ خلاصۂ جواب یہ ہے کہ مولانا مرحوم نے حصر کو عوام کا خیال بتایا ہے۔ توہین جب ہوتی جب جناب رسول اللہ صلعم نے کہیں حصر فرمایا ہوتا۔ آنحضرت صلعم نے کہیں حصر نہیں فرمایا۔ بلکہ حدیث شریف میں لکل ایۃ منہا ظہر و بطن الحدیث " فرما کر کسی دوسرے کے لئے بھی حصر کی گنجائش نہ چھوڑی۔ والحمد للہ علی ذالک۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : حاضرین! مولوی صاحب نے تحذیر الناس کی عبارت کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ خاتم النبیین کے صرف یہ معنی کرنا عوام کا خیال ہے۔ اور یہ مطلب باین معنی کے لفظ سے نکالا ہے۔ بس میرا سوال یہ ہے کہ باین معنی کے جو آپ نے یہ معنی کیئے کہ صرف اس معنی میں، اس کی آپ کے پاس کیا سند ہے؟

مولانا محمد منظور صاحب : اس کی سند خود مولانا کا کلام ہے۔ غور کیجئے لفظ خاتم النبیین میں تین ہی احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ اس کے معنی صرف یہ ہوں کہ حضور خاتم زمانی ہیں۔ دوسرے یہ کہ اس کے معنی صرف یہ ہوں کہ آنحضرت صلعم خاتم مرتبی ہیں۔ تیسرے یہ کہ خاتم زمانی بھی اس کے مفہوم میں داخل ہو اور خاتم مرتبی بھی۔ اور یہی مولانا مرحوم کا مختار ہے۔ چنانچہ اسی تحذیر الناس کے صفحہ ۸ کی آخری سطر میں فرماتے ہیں۔

" اور مجھ سے پوچھئے تو الخ[1] "

---

[1] مولانا نے یہ عبارت تقریباً ایک ورق پڑھی تھی ہم نے بوجہ اختصار اس کو چھوڑ دیا ہے اور اس کا آخری حصہ یہ ہے " سو اگر اطلاق اور

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

اس عبارت سے جناب نے بھی سمجھ لیا ہوگا کہ مولانا مرحوم کے نزدیک خاتم النبیین کے یہ معنی ہیں کہ آنحضرت صلعم زمانے کے اعتبار سے بھی خاتم ہیں اور رتبہ کے اعتبار سے بھی اور مکان کے اعتبار سے بھی۔ اس سے صاف معلوم ہوگیا کہ مولانا عوام کا خیال صرف حصر کو بتلا رہے ہیں نہ نفس ان معنی کو جو مشہور ہیں۔ اس لئے کہ ان کو تو خود بھی مان رہے ہیں ہاں حصر کو نہیں مانتے۔

الغرض خود مولانا کا کلام اس کو بتلا رہا ہے کہ "بایں معنی" سے مراد یہ ہے کہ "صرف یہ معنی" اور مولانا ان کا رد کر رہے ہیں جو اس لفظ خاتم النبیین کے صرف یہی معنی سمجھتے ہیں اور اسی میں حصر کرتے ہیں۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : یہ سند کیسی ہے ابھی حضرت لغت سے یہ ثابت کیجئے کہ "بایں معنی" کے یہ معنی آتے ہیں کہ "صرف اس معنی میں" ابھی آپ کو یہ بھی خبر نہیں کہ کسی لفظ کے معنی متعین کرنے کے لئے لغت کی سند چاہئے لہذا آپ کسی لغت کی کتاب سے اس کا ثبوت دیجئے۔

مولانا محمد منظور صاحب : حضرت والا یہ سند ایسی ہے جیسی کہ آپ کے اعلیٰ حضرت نے اپنے سر سے کفر کا الزام اٹھانے کے لئے ایک جگہ پیش کی ہے۔ سنئے۔

مراد آباد کا کوئی طالب علم مولوی احمد رضا خان صاحب کو لکھتا ہے کہ جناب نے مولوی محمد اسماعیل صاحب شہید دہلوی رح کے متعلق "کوکبہ شہابیہ" میں لکھا ہے کہ انہوں نے معاذ اللہ حضور سرور عالم صلعم کو صاف صاف صریح گالیاں دی ہیں جس میں کسی تاویل کی گنجائش بھی نہیں۔ اور آپ ہی نے تمہید میں فرمایا ہے کہ احتیاط اس میں ہے کہ شہید مرحوم کو کافر نہ کہا جائے اور اسی کو مختار اور مفتی بہ قرار دیا ہے۔ حالانکہ یہ مسلمہ مسئلہ ہے کہ جو شخص جناب رسول اللہ صلعم کی ایسی کھلی ہوئی توہین کرے کہ جس میں تاویل کی بھی گنجائش نہ ہو وہ کافر ہے حتیٰ کہ جو شخص اس کے کفر میں شک کرے احتیاط برتے وہ بھی کافر ہے لہذا اب آپ خود اپنے اقرار سے کافر ٹھہرتے ہیں تو مولوی احمد رضا خان صاحب کی طرف سے اس کا جواب دیا جاتا ہے کہ۔ مولوی محمد اسماعیل صاحب دہلوی کی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) عموم ہے تب تو ثبوت خاتمیت زمانی ظاہر ہے ورنہ تسلیم لزوم خاتمیت زمانی بدلالت التزامی ضرور ثابت ہے۔

کی عبارات میں تاویل کی گنجائش ہے اس لئے ہم نے تمہید میں یہ لکھا ہے کہ ان کو کافر نہ کہا جائے۔ اور الکوکبۃ الشہابیہ میں جو یہ الفاظ ہیں کہ " اس کھلی گستاخی میں کوئی تاویل کی جگہ بھی نہیں " تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بالکل کسی قسم کی تاویل کی گنجائش نہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تاویل قریب کی گنجائش نہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ " تاویل " کے معنی تاویل قریب کے کیسے گڑھے گئے ؟

تو آپ کے اعلیٰ حضرت جواب دیتے ہیں کہ کوکبہ شہابیہ جس سوال کے جواب میں لکھی گئی ہے اس میں سائل نے حکم فقہی دریافت کیا ہے۔ اور ہم نے بھی اس کے آخر صفحہ پر لکھ دیا ہے کہ یہ تکفیر فقہاء کرام و اصحاب فتویٰ کے نزدیک ہے یہ قرینہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مراد تاویل سے تاویل قریب ہے نہ مطلق تاویل۔ کیونکہ تاویل قریب ہی فقہاء کے نزدیک معتبر ہے نہ تاویل بعید۔ یہ خلاصہ ہے اس سوال و جواب کا جو المبوت الاحمر میں درج ہے۔

اگرچہ یہ مولوی احمد رضا خان صاحب کا عذر گناہ بدتر از گناہ ہے۔ لیکن ہمیں اس وقت اس سے بحث نہیں۔ ہمیں تو محض یہ ثابت کرنا تھا کہ کسی لفظ کے معنی متعین کرنے میں متکلم کے کلام کو بھی دخل ہوتا ہے وہ بحمد اللہ مع کچھ اضافہ کے آپ کے اعلیٰ حضرت کے کلام سے ثابت ہو گیا۔ پس میں کہتا ہوں کہ "بایں معنی" جو تحذیر الناس کی عبارت میں واقع ہے اس کا یہی مطلب ہے کہ عوام کے نزدیک خاتم النبیین کے صرف یہ معنی ہیں اور اس پر خود مولانا کا کلام شاہد ہے۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : میں نے آپ سے دریافت کیا تھا کہ " بایں معنی " کے یہ معنی کہ صرف اس معنی میں اس کی کیا سند ہے ؟ آپ نے اس کی کوئی سند بیان نہیں کی۔ کسی لغت کی کتاب کا حوالہ نہیں دیا بلکہ جو پہلے کہا تھا اسی کو پھر دہرا دیا۔ مہربانی فرما کر اس سوال کا جواب دیجئے۔ اور کسی لغت کی کتاب سے اس کا ثبوت دیجئے۔ آپ بار بار یہ کہتے ہیں کہ مولوی محمد قاسم صاحب حصر کرنے والوں کا رد کر رہے ہیں۔ میں کہتا ہوں کیا رسول اللہ صلعم یا کسی صحابی نے حصر کیا تھا ؟ تابعین یا مفسرین نے کہیں حصر کیا تھا ؟ جس کا وہ رد کر رہے ہیں۔ حصر کا رد تو جب کریں جب کسی نے حصر کیا ہو۔ جب کسی نے حصر کیا ہی نہیں تو پھر رد کس کا ؟

مولانا محمد منظور صاحب : مولانا نے اس تقریر میں تو کمال ہی کر دیا۔ اور جو کچھ مجھ کو کہنا چاہئے

تھا اختصار کے ساتھ وہ سب ہی تو کہہ ڈالا۔ سچ ہے ؏

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد

سنئے مولانا فرماتے ہیں کہ " کیا کہیں رسول اللہ صلعم نے حصر کیا ؟ کیا کسی صحابی، کسی تابعی نے حصر کیا ؟ پھر خود ہی فرماتے ہیں کہ " جب کسی نے حصر کیا ہی نہیں تو پھر رد کس کا ؟ ؎

کیا خوب کہ غیب سے پردہ کھولے
جادو ہے وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے

میرے محترم ! میں بھی تو یہی عرض کر رہا ہوں کہ مولوی محمد قاسم صاحبؒ نے حصر کو عوام کا خیال بتایا ہے۔ اور وہ نہ رسول اللہ صلعم سے ثابت ہے، نہ کسی صحابی سے، نہ کسی تابعی سے۔ لہذا توہین نہیں۔ توہین جب ہوتی کہ کہیں جناب رسول اللہ صلعم نے حصر کیا ہوتا۔ بلکہ آپ کو یاد ہوگا کہ میں نے یہ بھی عرض کیا تھا کہ خود آنحضرت صلعم نے حصر کیا ہی نہیں دوسروں کے لئے بھی حصر کی گنجائش نہیں چھوڑی۔ اس لئے کہ خود فرمادیا " لکل ایۃ منھا ظھر وبطن " (یعنی ہر آیت قرآنی کے دو قسم کے معنی ہیں ایک ظاہر ایک باطن)۔ اب میرا آپ کا نزاع محض ایک بات میں رہا۔ اور وہ یہ کہ آپ فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب " لفظ خاتم النبیین سے خاتم زمانی مراد لینے کو عوام کا خیال بتلا رہے ہیں۔ اور میں عرض کر رہا ہوں کہ نہیں بلکہ اسی معنی میں حصر کرنے کو مولانا مرحوم نے عوام کا خیال بتایا ہے۔ خدا کا فضل و کرم ہے کہ میں خود مولانا ہی کے کلام سے ثابت کر چکا کہ وہ محض حصر کو عوام کا خیال بتا رہے ہیں۔ آپ نے مجھ سے دریافت کیا کہ یہ کیسی سند ہے بحمد اللہ میں نے اس کا بھی جواب دے دیا کہ یہ ایسی ہی سند ہے جیسی کہ آپ کے اعلیٰ حضرت نے اپنے سر سے کفر کا بار گراں اٹھانے کے لئے پیش کی۔ اگرچہ ان کی بدقسمتی سے پھر بھی وہ کفر نہ اٹھ سکا لیکن اگر آپ کے نزدیک یہ بھی کافی نہیں تو لیجئے میں خود آپ ہی سے اقرار کراتا ہوں کہ یہاں مولانا حصر ہی کو عوام کا خیال بتلا رہے ہیں نہ نفس معنی کو۔ ذرا غور سے سنئے۔ مولانا مرحوم کی عبارت یہ ہے۔

" سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب سے آخری نبی ہیں "

میں آپ ہی سے دریافت کرتا ہوں کہ یہ "بایں معنی" مرتبہ بشرط شئ میں ہے یا بشرط لاشئ میں یا لابشرط شئ میں۔ ذرا سوچ سمجھ کر جواب دیجئے۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : اچھا مولوی صاحب جب آپ نے یہ بحث چھیڑی ہے تو پہلے ان تینوں مرتبوں کی تعریف کر دیجئے۔

مولانا محمد منظور صاحب : نے فرمایا کہ اگر علمی قابلیت کا امتحان مقصود ہے تو اس کی بہتر صورت یہ ہے کہ آپ بھی ان مراتب کی تعریفات لکھ دیں اور میں بھی لکھے دیتا ہوں۔ لیکن مولوی رحم الٰہی صاحب کسی طرح اس پر تیار نہ ہوئے۔ بالآخر مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ لیجئے آپ مجھ سے ہی تعریفات سنئے۔

مرتبہ بشرط شئ، شئ مع القید کا مرتبہ ہے لیکن یہ قید غیر اطلاق کے ہوا۔ اور مرتبہ بشرط لاشئ، شئ مع قید الاطلاق کا مرتبہ ہے جس کو الشئ المطلق سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔ اور مرتبہ لابشرط شئ، شئ من حیث ہو ہو کا مرتبہ ہے جس کو مطلق الشئ بھی کہا جاتا ہے۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : مولانا یہ تعریفیں کس کتاب میں لکھی ہوئی ہیں۔

مولانا محمد منظور صاحب : کیا جناب کو ان سے انکار ہے؟

مولوی رحم الٰہی صاحب : بے شک مجھ کو انکار ہے۔

مولانا محمد منظور صاحب : آپ کو انکاری تحریر معہ دستخط دینی ہوگی۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : پہلے آپ مجھ کو اپنی تحریر دے دیجئے میں اسی پر انکار لکھ دوں گا۔

مولانا محمد منظور صاحب : نے وہ ہی تعریفیں جو تقریر میں کی تھیں لکھ دیں اور مولوی رحم الٰہی صاحب کو پڑھ کر سنائیں۔ مولوی رحم الٰہی صاحب نے فرمایا کہ آپ نے حوالہ نہیں لکھا۔ مولوی محمد منظور صاحب نے لکھ دیا کہ ان مراتب کی یہ تعریفیں قطبی ہی میں موجود ہیں۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : اچھا یہ اور بتلائیے کہ مرتبہ لابشرط شئ اور بشرط لاشئ میں عنواناً و مصداقاً کچھ فرق ہے یا نہیں۔

مولانا محمد منظور صاحب : عنواناً بھی فرق ہے اور مصداقاً بھی۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : (اپنے مخصوص انداز میں) ہاں اس کو بھی لکھ دیجئے۔

مولانا محمد منظور صاحب : نے اُس کے نیچے لکھ دیا کہ مرتبتین اخیرتین میں عنوانا بھی فرق ہے اور مصداقاً بھی۔ اور اپنے دستخط بھی ثبت فرما دیئے۔ اس کے بعد مولوی رحم الٰہی صاحب کی خدمت میں وہ تحریر حاضر کی گئی کہ آپ اس پر لکھ دیجئے کہ یہ تعریفات صحیح نہیں ہیں۔ مولوی صاحب نے تحریر کو ہاتھ میں لے لیا اور اس پر لکھا۔

" تصحیح نقل درکار ہے۔ فقط۔ رحم الٰہی غفرلہٗ "

مولانا محمد منظور صاحب : نے فرمایا کہ حضرت والا جناب نے فرمایا تھا کہ مجھ کو ان تعریفات سے انکار ہے اور میں اس کی دستخطی تحریر دوں گا۔ اب آپ یہ کیا لکھتے ہیں۔ مہربانی فرما کر حسب وعدہ انکاری تحریر دیجئے۔ تقریباً نصف گھنٹہ اس پر مولانا محمد منظور صاحب نے اصرار فرمایا۔ اور صدر صاحب نے بھی فرمایا کہ آپ انکاری تحریر دینے کا وعدہ کر چکے تھے۔ لہٰذا آپ کو دے دینی چاہئے۔ لیکن مولوی رحم الٰہی صاحب نے ایک نہ سنی۔ نہ دینی تھی نہ دی۔ اس کے بعد مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ مولانا اگر آپ حسب وعدہ تحریر مجھ کو دے دیتے تو شاید آپ سے آپ کے لوگ اس قدر بدظن نہ ہوتے جس قدر اب ہو گئے ہوں گے۔ کیوں کہ وہ ایک علمی غلطی ہوتی جس کو اہل علم ہی سمجھ سکتے تھے۔ اب تو آپ کی راست بازی کا راز سب پر کھل گیا۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ شیروں کی بات کا جواب دینا تو ہے ہی مشکل ان کے مقابلہ میں حواس کا صحیح سالم رہنا بھی آسان نہیں۔ افسوس کہ خواہ مخواہ آپ نے یہ ایک گھنٹہ فضول باتوں میں ضائع کرا دیا اور جس لئے میں نے یہ بات شروع کی تھی وہ بات بھی رہ گئی۔ خیر اب میں خود ہی اختصار کے ساتھ عرض کرتا ہوں۔ سنئے۔ لفظ " بایں معنی " کے اندر دو احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ وہ مرتبہ بشرط لاشئ میں ہو۔ دوسرے یہ کہ مرتبہ بشرط شئ میں ہو۔ اور یہ دوسری شق خود حضرت مولانا مرحوم کی مختار ہے جیسا کہ میں ابھی انہیں کی عبارت سے ثابت کر چکا ہوں۔ اب پہلی شق رہ جاتی ہے یعنی یہ کہ وہ مرتبہ بشرط لاشئ میں ہو اور وہ بعینہٖ حصر ہے اسی کو مولانا عوام کا خیال بتلا رہے ہیں۔ رہا مرتبہ لابشرط شئ تو اس کا تحقق یا مرتبہ بشرط شئ کے ضمن میں ہوگا یا مرتبہ بشرط لاشئ کے ضمن میں۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

اس تقریر پر بحکم صدر صاحب جلسہ برخاست ہوگیا۔ اور شام کو بعد مغرب اس طرح مناظرہ کی کارروائی شروع ہوئی :۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : (بعد از خطبہ) حضرات آپ کو یاد ہوگا کہ میں نے صبح مولوی صاحب سے سوال کیا تھا کہ آپ کے مولوی محمد قاسم صاحب نے یہ لکھا ہے کہ۔

"عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں لیکن اہل فہم پر روشن ہے کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں انتہیٰ"

اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص خاتم کے یہ معنی کرے (کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے آخری نبی ہیں) مولوی محمد قاسم صاحب کے نزدیک وہ عوام میں داخل ہے اہل فہم میں نہیں اور میں ثابت کر چکا ہوں کہ اس کے یہ معنی خود جناب رسول اللہ صلعم نے بھی فرمائے ہیں۔ صحابہ نے بھی یہی سمجھے ہیں اور مولوی صاحب بھی اس کو تسلیم کرتے ہیں تو مولوی محمد قاسم صاحب کے نزدیک نعوذ باللہ جناب رسول اللہ صلعم اور تمام صحابہ و تابعین اور تمام ائمہ مفسرین عوام کالانعام میں داخل ہیں اور اہل فہم میں سے نہیں۔ اہل فہم میں محض اب مولوی محمد قاسم صاحب رہ گئے۔ ان کے نزدیک تمام مفسرین یک قلم بے سمجھ اور غیر معتبر ہیں حالانکہ ان میں حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ جیسے جلیل القدر بھی ہیں جن کے بارے میں حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

گر بباشد لال کار دیں بدے
فخر رازی راز دیں بدے

لہٰذا اس عبارت میں خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی توہین ہوئی۔ کیوں کہ آپ کو عوام میں داخل کر دیا اور علیٰ ہذا تمام صحابہ و تابعین اور سارے مفسرین کی توہین ہوئی اور وہ بالاتفاق کفر ہے۔ بلکہ جو توہین رسول اللہ

لہ افسوس مولوی صاحب کو یہ بھی خبر نہیں کہ اس شعر میں امام رازی علیہ الرحمۃ کی منقبت ہے یا کچھ اور۔ بریں عقل و دانش بباید گریست۔

یہ ہیں قادیانیوں کے محدث و مفسر۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

صلعم کو کفر نہ جانے وہ بھی کافر ہے۔ صاحبو! میرا سوال یہ تھا مولوی صاحب نے اس کا کوئی کافی جواب نہیں دیا بلکہ صبح ایک بے کار منطقی بحث چھیڑ کر سارا وقت ضائع کر دیا جس سے مولوی صاحب کی غرض یہ تھی کہ وقت گزر جائے اور تحذیر الناس کی عبارت پر پوری روشنی نہ پڑے۔ مولوی صاحب! جب تک آپ میرے اس سوال کا جواب نہ دیں گے میں ہرگز آپ کو آگے نہ بڑھنے دوں گا۔ آپ بار بار کہتے ہیں کہ حصر کی نفی ہے حصر کی نفی ہے لیکن ثابت ابھی تک نہیں کر سکے۔ کسی کی اس قدر بے جا حمایت اچھی نہیں۔ آپ رسول اللہ صلعم کے مقابلہ میں مولوی محمد قاسم صاحب کی حمایت کرتے ہیں۔ کیا آپ کو مولوی محمد قاسم صاحب سے جس قدر محبت ہے اتنی بھی جناب رسول اللہ صلعم سے نہیں۔ انہوں نے پیارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی جس پر سارے علماء نے حتیٰ کہ حرمین شریفین کے علماء نے بھی کافر کہا لیکن آپ انہیں مسلمان ہی ثابت کرنا چاہتے۔ واللہ مولوی محمد قاسم صاحب قیامت میں آپ کے کچھ کام نہ آئیں گے۔ اور حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وسلم عذاب ابدی سے نجات دلائیں گے۔

مولانا محمد منظور صاحب : میں سمجھتا تھا کہ شاید دوپہر سے اس وقت تک مولوی صاحب نے تحذیر الناس کے متعلق کوئی نئی بات سوچی ہوگی لیکن مولوی صاحب کی اس تقریر نے بتا دیا کہ بس اب ان توپوں میں تیل نہیں رہا جو کچھ آپ نے تحذیر الناس کی عبارت کے متعلق صبح کہا تھا وہی بعینہ اب فرما رہے ہیں۔ اس کے جواب کی تو میں اب ضرورت نہیں سمجھتا کیوں کہ صبح تفصیل کے ساتھ کئی مرتبہ عرض کر چکا ہوں جس کو پبلک نے سمجھ لیا ہوگا۔ ہاں اس مرتبہ آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ توہین رسول اللہ صلعم کفر ہے اور جو اسے کفر نہ کہے وہ بھی کافر ہے میں کہتا ہوں کہ مسئلہ بے شک یوں ہی ہے کہ توہین جناب رسول اللہ صلعم کفر بلکہ اشد کفر ہے اور جو مردود اس توہین کرنے والے کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔ اسی وجہ سے تو ہم کو آپ کے اعلیٰ حضرت مولوی احمد رضا خان صاحب کے اسلام میں کلام ہے کیوں کہ وہ کوکبہ شہابیہ میں مولانا محمد اسماعیل صاحب شہید دہلوی رح کے متعلق لکھتے ہیں کہ۔

"انہوں نے جناب محمد رسول اللہ صلعم کو بے دھڑک صاف صریح گالیاں دیں اور اللہ جبار وقہار کا کچھ خوف نہیں کیا" اور قسم کھا کر فرماتے ہیں۔ "کہ واللہ واللہ ان گالیوں کی اطلاع رسول اللہ صلعم کو ہوئی اور خدا کی قسم ان کو ان گالیوں سے ایذا پہنچی" پھر آگے چل کر فرماتے ہیں۔ "کہ اس کھلی گستاخی میں کوئی تاویل کی جگہ بھی نہیں"

الغرض مولوی احمد رضا خان صاحب مولوی محمد اسماعیل صاحب شہید دہلوی رح کے متعلق یہاں تو قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ انہوں نے آنحضرت صلعم کی کھلی توہین کی۔ صاف صاف گالیاں دیں جن میں تاویل کی بھی گنجائش نہیں اور اپنے رسالہ "سبحان السبوح" میں انہیں شہید مرحوم کے متعلق آخری حکم یہ دیتے ہیں کہ۔ علماء محتاطین انہیں کافر نہ کہیں یہی صواب ہے۔ وہوالجواب وبہ یفتی وعلیہ الفتوی وھو المذھب وعلیہ الاعتماد وفیہ السلامۃ وفیہ السداد۔

یعنی مولوی اسماعیل صاحب کو کافر نہ کہنا بلکہ مسلمان کہنا یہی جواب باصواب ہے اور اسی پر فتوے ہونا چاہیئے اسی پر فتوٰی ہے اور یہی ہمارا مذہب ہے اور اسی پر اعتماد کرنا چاہیئے۔ اسی میں سلامتی ہے اور اسی میں استقامت ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ مولوی احمد رضا خان صاحب کے نزدیک ایک شخص آنحضرت صلعم کو صاف صاف صریح صریح گالیاں دے کر بھی مسلمان رہ سکتا ہے اور اسے کافر کہنا بداحتیاطی اور ہلاکت میں پڑنا ہے۔ سلامتی اسی میں ہے کہ اسے مسلمان کہا جائے۔ استغفر اللہ العلی العظیم۔ اور یہ خود کفرِ عظیم ہے جیسا کہ آپ ابھی فرما چکے ہیں۔ لہذا آپ کے اعلیٰ حضرت خود اپنے اور آپ کے قول سے کافر بنے۔ ابھی تک تو آپ کی جماعت ان کے اس اقراری کفر کو اٹھا نہیں سکی ہے اگر آپ کے اندر ہمت ہو تو آپ ہی اٹھائیں لیکن ذرا سوچ سمجھ کر کیوں کہ خاکسار کو بھی آپ کے اعلیٰ حضرت کی کتابوں سے کچھ واقفیت ہے۔ ایسا نہ ہو کہ آپ کی تاویل کو خود انہیں کا کلام شریف رد کر دے ؎

سنبھل کے رکھنا قدم دشت خار میں مجنوں
کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے

یہ تقریر یہاں تک پہنچی تھی کہ گھبرا کر مولوی رحم الٰہی صاحب نے اثنائے تقریر میں جواب دیا کہ۔

مولوی صاحب! الکوکبۃ الشھابیہ اور سبحان السبوح ایک بشر کی کتابیں ہیں ان میں تناقض ہو جانا کچھ بعید نہیں یہ شان تو محض خدا تعالےٰ کے کلام پاک کی ہے۔ چنانچہ قرآن عزیز میں فرمایا جاتا ہے

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَلَوْکَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْا فِیْہِ اِخْتِلَافًا کَثِیْرًا۔

یعنی خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ تم لوگ قرآن شریف کو غور سے نہیں دیکھتے۔ اس کے خدائی کتاب ہونے کی بھی

بڑی دلیل ہے کہ اس کے مضامین میں اختلاف نہیں۔ اگر وہ خدائی کتاب نہ ہوتی بلکہ کسی بشر کی بنائی ہوئی ہوتی تو اس میں بہت سا اختلاف ہوتا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کلام میں تناقض نہ ہونا محض اللہ تعالےٰ ہی کی شان ہے کسی بشر کی نہیں۔ بس آپ کے اس الزام کا بھی یہی جواب ہے کہ "الکوکبۃ الشہابیہ" اور "سبحان السبوح" کے مضمون میں تناقض ہوگیا ہے جو ایک بشر کی شان سے بعید نہیں۔ خود آپ کے علماء کے کلام میں بھی بہت سی جگہ تناقض ہے آنحضرت ہی پر کیا الزام ہے۔

مولانا محمد منظور صاحب : ؎

الجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

مولانا جواب تو آپ نے واقعی نیا اور نہایت ہی عجیب وغریب دیا لیکن واللہ مولوی احمد رضا خانصاحب کے کفر پر[1] رجسٹری ہی کر دی اور جو کچھ ٹوٹی پھوٹی تاویلیں آپ کی جماعت اب تک اس کفر کے اٹھانے کے لئے کیا کرتی تھی آپ نے بحمداللہ ان سب پر ہی پانی پھیر دیا۔ لیکن میں اس کی تفصیل جب کروں گا جب پہلے آپ مجھ کو اس کی تحریر دے دیں کہ "الکوکبۃ الشہابیہ" اور "سبحان السبوح" کی دونوں عبارتوں میں تناقض ہے جو کسی بشر کی شان سے بعید نہیں۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : آپ بے کار باتوں میں وقت ضائع نہ کریں یہ خارجی بحث ہے یہ بھی میرا احسان تھا کہ میں نے اس کا جواب دے دیا اصل میں بحث مولوی محمد قاسم صاحب کے کفر و اسلام کی ہو رہی ہے جواب آپ دیجئے۔

مولانا محمد منظور صاحب : مہربان من! شرائط میں یہ طے ہو چکا ہے کہ اثنائے مناظرہ میں جس

---

[1] کاش مولانا نے یہ نہ فرمایا ہوتا اور محض تحریر ہی کے مطالبہ پر اس تقریر میں اکتفا کیا ہوتا۔ مولانا کی یہ غیر معمولی اور غیر ضروری جرأت مکرر مخالفین کے لئے سہولت کا باعث بن جاتی ہے۔ جیسا کہ سنبھل اور ردّ کے مباحثہ میں تجربہ ہوا۔ ۱۲

مناظر کا جو جملہ فریق مخالف لکھانا چاہے گا لکھائے گا۔ اس کو حق انکار نہ ہوگا۔ آپ کو اس کی تحریر دینی ہوگی۔ ہاں اگر آپ فرمائیں گے تو میں اس پر بحث نہیں کروں گا۔ لیکن یہ نہیں ہوسکتا کہ آپ نے جو کچھ فرمایا ہے اس کی تحریر چھوڑ دی جائے۔ اس پر تو مولوی احمد رضا خان صاحب کے کفر و اسلام کا انشاء اللہ اقراری فیصلہ ہے۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : دیکھئے صدر صاحب یہ صبح کی طرح پھر اس وقت خارجی باتوں میں وقت ضائع کرنا چاہتے ہیں۔ مولوی صاحب! اس وقت مولوی احمد رضا خان صاحب کے کفر و اسلام کی بحث نہیں ہے بلکہ مولوی محمد قاسم صاحب کے کفر و اسلام کی بحث ہے۔

مولانا محمد منظور صاحب : بے شک اصل بحث حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رح ہی کے متعلق تھی اور آپ مولوی احمد رضا خان صاحب کے وکیل بن کر مولانا مرحوم کا کفر ثابت کرنا چاہتے تھے لیکن حضرت مرحوم کی کرامت ہے کہ آپ کے مؤکل خود ہی کفر کے جال میں پھنس گئے اور ایسے پھنسے کہ اب آپ اس معاملہ میں ان کے وکالت کے لئے بھی تیار نہیں۔ سچ ہے۔

چاہ کن را چاہ در پیش

خیر اگر آپ تحریر دے سکتے ہوں تو مہربانی فرما کر عنایت فرمائیے ورنہ صاف فرما دیجئے کہ میں تحریر نہیں دوں گا۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : مولانا یہ بالکل خارج از بحث باتیں ہیں لہٰذا میں ہرگز تحریر نہیں دوں گا۔ اور نہ از روئے شرائط مناظرہ میں تحریر دینے پر مجبور ہوں۔ کیوں کہ اس میں یہ نہیں ہے کہ خارجی باتوں کی بھی تحریر لی جائے گی۔ مولوی صاحب! آج تحذیر الناس کی بحث ہے الکوکبۃ الشہابیہ اور سبحان السبوح کی بحث نہیں ہے۔ آپ میری تقریر کا جواب پورا کیجئے۔ اور ان خارجی باتوں کو چھوڑ دیجئے۔ مناظرہ اس طرح نہیں ہوا کرتا۔

مولانا محمد منظور صاحب : معلوم ہوگیا کہ مولوی صاحب کسی طرح تحریر دینے کے لئے تیار نہیں اب حاضرین اور صدر صاحب یہ خود فیصلہ کرلیں کہ از روئے شرائط مناظرہ مولوی صاحب مجبور ہیں یا نہیں میں اپنی باقی ماندہ تقریر کو پورا کرتا ہوں۔

مولوی صاحب نے فرمایا تھا کہ تم بار بار کہتے ہو کہ حصر کی نفی ہے حصر کی نفی ہے اور ثابت ابھی تک

نہیں کر سکے۔ میں عرض کرتا ہوں بے شک حصر ہی کی نفی ہے اور اسی کو مولانا مرحوم عوام کا خیال بتا رہے ہیں اور بحمد اللہ خود حضرت مولانا ہی کے کلام سے میں اس کا ثبوت بھی دے چکا ہوں۔ آپ سے اگر ہو سکے تو اس ثبوت کو رد کیجئے آپ نے اپنی تقریر کے آخری حصہ میں میرے متعلق یہ بھی فرمایا تھا کہ العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ میں آنحضرت صلعم کے مقابلہ میں مولانا محمد قاسم صاحب رح کی حمایت کرتا ہوں۔ آپ کو خدا کا خوف کھانا چاہیئے دنیا میں ہمیشہ رہنا نہیں ہے۔ ایک دن مجھ کو اور آپ کو دونوں کو اس خدا کے دربار میں بھی جانا ہے جو دلوں کے حالات کو بھی جانتا ہے وہاں میرا اور آپ کا فیصلہ ہوگا۔

واللہ ایک مولوی محمد قاسم صاحب کیا معنی کروڑوں محمد قاسم قربان ہوں آنحضرت صلعم کی خاک پا پر۔ یاد رکھئے کہ ہم اگر مولانا محمد قاسم صاحب رح سے کچھ تھوڑا بہت تعلق رکھتے ہیں تو وہ محض اس وجہ سے کہ وہ ایک غلام ہیں حضرت سرور کائنات فخر موجودات جناب رسول اللہ صلعم کے۔ اور وہ ایک باغبان ہیں گلستان محمدی کے۔ اور ہم کو مولوی احمد رضا خان صاحب سے اگر کچھ بغض و عداوت ہے تو وہ محض اس وجہ سے کہ انہوں نے آگ لگائی ہے باغ محمدی میں اور جو توحید و سنت کا باغ دنیا میں جناب رسول اللہ صلعم نے لگایا تھا۔ جس کو صحابہ نے اپنے خون کی ندیاں بہا کر سیراب کیا تھا آپ کے مولوی احمد رضا خان صاحب نے شرک و بدعت کو رواج دے کر اس چمنستان توحید کو اجاڑا ہے۔

اسی پر ہم کو کہا جاتا ہے کہ تم کو رسول اللہ صلعم سے محبت نہیں مولوی محمد قاسم صاحب سے محبت ہے۔ بے شک ہم کو مولوی محمد قاسم صاحب سے محبت ہے کیوں کہ انہوں نے ہمارے سینہ کو جناب رسول اللہ صلعم کی محبت سے بھر دیا آج انہیں کی جوتیوں کا طفیل ہے کہ مجھ کو بدعت ملعونہ سے سخت نفرت اور جناب رسول اللہ صلعم کی سنت مبارکہ سے الفت ہے۔ الغرض جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس وجہ سے محبت ہے کہ آپ محبوب ہیں اور مولوی محمد قاسم صاحب سے یوں محبت ہے کہ انہوں نے محبوب تک پہنچا دیا۔

ہمارا ایمان ہے کہ جب تک رسول اللہ صلعم کی محبت دنیا و مافیہا حتی کہ اپنی جان سے بھی زیادہ نہ ہوگی اس وقت تک ایک مسلمان مومن کہلانے کا مستحق نہیں۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ

و الناس اجمعین او کما قال علیہ السلام ۔

الغرض میں مولوی محمد قاسم صاحب کی حمایت کرتا ہوں تو محض اس وجہ سے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک غلام ہیں اور ان پر ایک دشمنِ رسول نے محبتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آڑ میں توہین جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا الزام لگایا ہے ۔ میری یہ حمایت بھی اللہ اور اس کے رسول جل ذکرہٗ وصلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کے لئے ہے کسی کے غلام کی حمایت یقیناً اس کے آقا کی خوشنودی اور رضامندی کا باعث ہے لہٰذا میری یہ حمایت محض مولوی احمد رضا خان صاحب کے مقابلہ میں ہے جنہوں نے اللہ کے پاک بندوں پر ناپاک الزامات رکھ کر اپنا نامۂ اعمال سیاہ کیا ہے ۔

اس کے بعد میں اصل بحث کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں اور اسی پر انشاء اللہ اس بحث کا خاتمہ ہے بشرطیکہ آپ نے کچھ صداقت سے کام لیا ۔ حاضرینِ جلسہ بالخصوص جناب صدر صاحب ! آپ حضرات صبح سے سن رہے ہیں کہ مولوی صاحب کا یہ سوال ہے کہ مولوی محمد قاسم صاحب نے نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی جس کی وجہ سے علماءِ حرمین شریفین نے ان کو کافر کہا ہے ۔ میں اس توہین کے جھوٹے الزام کا تو بحمد اللہ کافی شافی جواب دے چکا اور یہ ثابت کر چکا کہ تحذیر الناس کی عبارت میں ہرگز جناب رسول اللہ صلعم کی توہین نہیں ہے ۔ ہاں کسی کے نزدیک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت ہی بیان کرنے کا نام توہین ہو تو وہ ضرور یہ کہہ سکتا ہے کہ اس عبارت میں توہین ہے ۔ لیکن اب میں ان تمام باتوں سے قطع نظر کر کے مولوی صاحب سے کہتا ہوں کہ دکھلائیے کہاں علماءِ حرمین نے توہین کی وجہ سے مولانا محمد قاسم صاحب رح کو کافر لکھا ہے ؟

مولوی رحم الٰہی صاحب : آپ کو اپنا منصب ملحوظ رکھنا چاہیئے ۔ مولانا آپ مجیب ہیں آپ کو اس سوال کا حق نہیں ۔ آپ خلافِ آدابِ مناظرہ چلنے لگے ۔

مولانا محمد منظور صاحب : بہت خوب آپ کل سے یہ دعوے کر رہے ہیں کہ مولانا محمد قاسم صاحب کو علماءِ حرمین شریفین نے توہین کی وجہ سے کافر کہا ہے اب میں حوالہ طلب کرتا ہوں تو میرا یہ مطالبہ خلافِ آدابِ مناظرہ ہے ۔ معلوم ہوا کہ جناب کو فنِ مناظرہ سے بھی بہت زیادہ تعلق ہے ۔ اجی حضرت ناقل کے ذمہ تصحیحِ نقل ہے خواہ وہ سائل ہو یا مجیب ۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : نہیں جناب آپ محض مجیب ہیں آپ کو تو کسی سوال کا حق ہی نہیں۔

مولانا محمد منظور صاحب : اچھا آپ مجھ کو اس کی تحریر دے دیجئے کہ میرا یہ مطالبہ خلاف آداب مناظرہ ہے۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : اچھا لیجئے میں ثبوت دیتا ہوں مجھ کو حسام الحرمین دے دیجئے۔

(۱۰ منٹ تقریباً حسام الحرمین کا مطالعہ کرنے کے بعد صدر صاحب کے پاس آکر) لیجئے حضرت اس میں وہ عبارت بھی موجود ہے جس پر میں صبح سے بحث کر رہا ہوں اور جس میں توہین ہے۔ اور وہ یہ ہے۔

"سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں"

اسی پر اعلیٰ حضرت نے تکفیر کی ہے اور اسی سے علماء حرمین نے اتفاق کیا ہے اس سے معلوم ہوگیا کہ علماء حرمین نے بھی توہین کی وجہ سے مولوی محمد قاسم صاحب کو کافر کہا ہے۔

مولانا محمد منظور صاحب : مجھے اس وقت بے ساختہ کہنا پڑتا ہے کہ اس وقت جناب کی تقریر بالکل ایسی ہوئی ہے کہ کسی نے کہا تھا کہ الف بے زبر عف۔ الف تے زیر عف۔ لہٰذا ثابت ہوگیا کہ میرا نام محمد یوسف ہے۔

اس کے بعد میں مناسب سمجھتا ہوں کہ فتویٰ "حسام الحرمین" کی کل وہ عبارت پڑھ کر سنا دوں جس کا تعلق حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رح کی تکفیر سے ہے تاکہ آپ حضرات کو معلوم ہو جائے کہ مولوی صاحب اور آپ کے اعلیٰ حضرت مولوی احمد رضا خان صاحب کس قدر سچے ہیں۔ اصل میں حسام الحرمین عربی میں ہے لیکن وہ معہ ترجمہ چھپی ہے لہٰذا میں اس کا ترجمہ ہی پڑھ کر سناتا ہوں۔ مولوی احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں۔

"اور قاسمیہ قاسم نانوتوی کی طرف منسوب جس کی تحذیر الناس ہے اور اس نے اپنے رسالہ میں کہا ہے (اس کے بعد تحذیر الناس صفحہ ۳ کا فقرہ۔ بعد ازاں صفحہ ۲۸ کا فقرہ۔ بعد ازاں صفحہ ۳ کا فقرہ لکھا ہے۔ اس کے بعد لکھتے ہیں۔" حالانکہ فتاویٰ تتمہ اور الاشباہ و النظائر وغیرہا میں تصریح فرمائی کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے پچھلا نبی نہ جانے تو مسلمان

نہیں۔ اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا آخر الانبیاء ہونا سب انبیاء سے زمانے میں پچھلا ہونا ضروریاتِ دین سے ہے "

اس عبارت سے ہر عقل والا یہی سمجھے گا کہ مولوی احمد رضا خان صاحب مولوی محمد قاسم صاحب کو محض اس وجہ سے کافر لکھ رہے ہیں کہ وہ العیاذ باللہ ختم نبوت کے منکر ہیں اور اسی فتوے پر علماء حرمین نے تصدیق کی ہے۔ اب اگر کسی کے دل میں یہ خلجان ہو کہ کافر تو کہا ہی ہے اگرچہ انکار ختم نبوت کی وجہ سے ہی سہی تو اوّل تو یہ مولوی صاحب کا اعتراض ہی نہیں صحیح مولوی صاحب اس اعتراض سے دست برداری دے چکے ہیں۔ اور فرما چکے ہیں کہ میرا سوال محض توہین کے متعلق ہے آپ حضرات کو بھی یہ بات یاد ہوگی۔ دوسرے یہ کہ یہ تکفیر اسی کی ہوگی جس نے ختم نبوت زمانی کا انکار کیا ہو۔ اور میں ثابت کر چکا ہوں کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رح ختم نبوت زمانی کا انکار نہیں فرما رہے۔ بلکہ اس کو متعدد دلیلوں سے ثابت کر کے اس کے منکر کو کافر ٹھہرا رہے ہیں۔ ہاں اس کے ساتھ ختم نبوت مرتبی کا اضافہ بھی فرما رہے ہیں۔

مولوی احمد رضا خان صاحب نے علماء حرمین کو دھوکہ دیا اور ایک فقرہ صفحہ ۱۴ کا۔ دوسرا صفحہ ۲۸ کا تیسرا صفحہ ۳ کا لکھ کر ایک مسلسل مضمون بنایا اور مولانا مرحوم کو ختم نبوت زمانی کا منکر ٹھہرا کر ان کی تکفیر کے علماء حرمین نے بھی اس کی تصدیق کر دی۔ انہیں کیا خبر تھی کہ اس عبارت میں کیسی کیسی ناجائز قطع برید کی گئی ہے۔ اور ایک فقرہ صفحہ ۲۸ کا، دوسرا صفحہ ۱۴ کا، اور تیسرا صفحہ ۳ کا لے کر بالقصد ایک کفری مضمون، بنایا گیا ہے بلکہ ان میں سے بعض حضرات نے تو یہ تصریح بھی کر دی ہے کہ اگر واقعی مولوی محمد قاسم صاحب ختم نبوت زمانی کے منکر ہوں اور فی الحقیقت مولوی اشرف علی صاحب وغیرہ نے توہین کی ہو جب وہ کافر ہیں ورنہ نہیں۔ چنانچہ فتوے حسام الحرمین کی تقریظ نمبر ۳ میں یہ الفاظ ہیں۔

فھم و الحال ما ذکرت کفار مارقون ۔

" یعنی اگر فی الحقیقت ان لوگوں کا وہی حال ہے جو تم نے (یعنی مولوی احمد رضا خان صاحب نے) لکھا ہے تو وہ کافر ہیں اسلام سے خارج ہیں "

حسام الحرمین صفحہ ۳۴ و صفحہ ۱۵۰ کی ایک تقریظ کے یہ الفاظ ہیں

فاذا ثبت و تحقق ما نسب الی هؤلاء القوم مما هو مبین فی السوال فعند ذالک یحکم بکفرهم ۔

"یعنی مولوی احمد رضا خان صاحب نے جو باتیں ان لوگوں (مولانا محمد قاسم صاحب و مولانا اشرف علی صاحب وغیرہ) کی طرف اس میں منسوب کی ہیں اگر وہ پایۂ ثبوت کو پہنچ جائیں اور متحقق ہو جائیں تو اس وقت ان کے کفر کا حکم لگایا جائے گا۔ (ورنہ نہیں)"

صفحہ ۱۳ پر ایک تقریظ کے یہ الفاظ ہیں۔

هذا حکم هؤلاء الفرق و الاشخاص ان ثبت عنهم هذا المقالات الشنیعة

"یعنی اگر یہ برے اقوال ان لوگوں کے ہوں جب ان کے کافر ہونے کا حکم دیا جائے گا"[1]

مولانا کی یہ تقریر یہاں تک پہنچی تھی کہ مولوی رحم الٰہی صاحب نے اثناءِ تقریر میں فرمایا کہ تو کیا یہ عبارتیں جو حسام الحرمین میں اعلیٰ حضرت نے ان مولوی محمد قاسم صاحب وغیرہ کی لکھی ہیں ان کی نہیں ہیں۔ اور یہ ان کے بُرے اقوال نہیں ہیں؟

مولانا محمد منظور صاحب : جس طرح کہ لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ (نماز کے پاس مت جاؤ) بلاشبہ الفاظ قرآنی ہیں ایسے ہی حسام الحرمین میں جو عبارت "حفظ الایمان کی لکھی گئی ہے وہ حفظ الایمان کی ہی عبارت ہے اور جس درجہ میں کہ۔

ان الذین امنوا وعملوا الصلحت اولئک اصحب النار هم فیها خالدون ۔

(مومنین صالحین سب کے سب دوزخی ہیں اسی دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے)۔

قرآن شریف کے الفاظ ہیں۔ اسی درجہ میں حسام الحرمین میں لکھی ہوئی عبارت تحذیر الناس کی عبارت

---

[1] یہ مضمون حسام الحرمین میں اور بھی چند تقریظوں میں ہے چنانچہ تقریظ ۲۹ و ۳۲ میں بھی اسی قسم کے لفظ ہیں۔

ہے۔ اور جس طرح ان الفاظ قرآنی سے نماز کے حرام اور مومنین صالحین کے دوزخی ہونے کا حکم نکالنے والا بے ایمان ہے ایسے ہی حفظ الایمان کی اس عبارت سے توہین اور تحذیر الناس کی عبارت سے انکار ختم نبوت کا مطلب نکالنے والا بھی بے ایمان ہے۔

اس کے بعد میں جناب صدر صاحب سے درخواست کروں گا کہ ان کے نزدیک اس عبارت پر بھی کافی روشنی پڑ چکی ہو تو اس کو ختم کر دیا جائے۔ ہاں اگر مولوی صاحب حسام الحرمین میں یہ دکھانا چاہیں کہ علماء حرمین شریفین نے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رح کی تکفیر توہین کی وجہ سے کی ہے تو نہایت شوق سے اب بھی دیکھنے کو تیار ہوں۔ لیکن عرض کر چکا ہوں کہ انشاء اللہ تا قیامت مولوی صاحب نہیں دکھا سکتے۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : آپ کے پاس "الموت الاحمر" ہے؟

مولانا محمد منظور صاحب : جی ہاں موجود ہے۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : اس میں اعلیٰ حضرت نے توہین کی وجہ بھی لکھی ہے۔ لائیے میں آپ کو ابھی دکھاتا ہوں۔

مولانا محمد منظور صاحب : بہت خوب! دعوے یہ کہ علماء حرمین نے توہین کی وجہ سے کافر کہا ہے۔ اور دلیل یہ کہ اعلیٰ حضرت نے "الموت الاحمر" میں لکھا ہے۔ مہربان من ابحث اس کی ہے کہ کہیں علماء حرمین نے بھی توہین کی وجہ سے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کو کافر کہا ہے یا نہیں؟ اگر ہو سکے تو اس کا جواب دیجئے۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : آپ مجھ کو الموت الاحمر تو دے دیجئے۔ بالآخر دے دی گئی۔

مولوی رحم الٰہی صاحب نے "الموت الاحمر" ہاتھ میں لے کر اس طرح تقریر شروع کی۔

"مراد آباد کے کسی طالب علم کی طرف سے اعلیٰ حضرت کے پاس ایک خط آیا تھا جس میں کچھ سوالات اور اعتراضات تھے۔ اعلیٰ حضرت کا طریقہ یہ تھا کہ دیوبندی فرقہ کی طرف سے جو تحریر اعلیٰ حضرت کے پاس آتی تھی وہ اس کو مولوی اشرف علی صاحب کی سمجھ کر اس کا جواب مولوی اشرف علی صاحب ہی کے پاس تھانہ بھون بھیجا کرتے تھے۔ چنانچہ جب مراد آباد کے اس طالب علم کی طرف سے یہ خط آیا تو اعلیٰ حضرت نے حسب

(حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

عادت شریفہ اس کا جواب مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کے نام یہ لکھا ہو الموت الاحمر کے نام سے چھپ چکا ہے اس میں مولوی محمد قاسم صاحب کے کفر پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں (اس کے مولوی رحم الٰہی صاحب نے تقریباً دو صفحہ اس الموت الاحمر کے پڑھ ڈالے۔ اس کے بعد فرمایا) کہ کہئے مولوی صاحب اب تو جناب کو معلوم ہو گیا کہ اعلیٰ حضرت نے محض انکار ختم نبوت ہی کی وجہ سے مولوی محمد قاسم صاحب کو کافر نہیں کہا ہے بلکہ توہین کی وجہ سے بھی کافر کہا ہے۔

مولانا محمد منظور صاحب : مہربان من! آپ کا دعویٰ یہ تھا کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کو علماء حرمین نے توہین کی وجہ سے کافر کہا ہے۔ میرا یہ مطالبہ ہے کہ دکھلائیے کہاں علماء حرمین شریفین نے توہین کی وجہ سے کافر لکھا ہے۔ آپ اس کا جواب دیتے ہیں کہ جی اعلیٰ حضرت نے "الموت الاحمر" میں توہین کی وجہ سے کافر لکھا ہے۔ استغفر اللہ۔ اجی حضرت! آپ کے اعلیٰ حضرت کو پوچھتا کون ہے۔؟ ان کے متعلق تو ہمیں پہلے ہی سے معلوم ہے کہ ماشاء اللہ وہ کفریات کا خزانہ ہیں۔ ایک توہین کیا معنی اگر وہ ہزار وجہ سے بھی کسی کو کافر کہیں تو تعجب نہیں۔ سوال تو علماء حرمین کے متعلق ہے۔ یا آپ کے نزدیک بریلی، اور بدایوں ہی حرمین شریفین ہیں؟ اس کے بعد میں پھر جناب صدر صاحب کو توجہ دلاؤں گا کہ وہ وقت ضائع نہ ہونے دیں ہم اس قدر بے کار نہیں ہیں۔

جناب صدر صاحب : میرے نزدیک فریقین اس بحث پر کافی روشنی ڈال چکے اور واقعی جیسا کہ مولانا نے فرمایا۔ بہت دیر سے وقت ہی ضائع ہو رہا ہے لہٰذا اس بحث کو یہیں ختم کر دیا جائے۔ اور دوسری بحث کل صبح سے شروع کی جائے۔ مگر مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ آپ کی ترتیب کے لحاظ سے کل براہین قاطعہ کی عبارت پر بحث ہونی چاہئے۔ لیکن مجھے کل پانچ بجے یہاں سے ٹیلی تال جانا ہے لہٰذا میری خواہش یہ ہے کہ کل مسئلہ علم غیب پر بحث ہو جائے۔ کیوں کہ عبارتوں کی بحث کے متعلق مجملاً اتنا معلوم ہو گیا کہ آپ حضرات میں بس اختلاف عبارتوں کے مطلب

لہ قربان جائیے اس سمجھ کے، چاہے مولوی اشرف علی صاحب کے فرشتوں کو بھی خبر نہ ہو لیکن ان اعلیٰ حضرت کے نزدیک تحریر مولوی اشرف علی صاحب ہی کی ہے واہ رے چودھویں صدی کے مجدد تیرا عقل۔ ۱۲

میں ہے۔ آپ کے نزدیک جو ایک عبارت کا مطلب ہے آپ اس کو ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ اور ان کے نزدیک جو مطلب ہے وہ اس کو ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ غالباً براہین قاطعہ کی عبارت میں بھی یہی بحث ہوگی۔ اور یہ کچھ زیادہ مفید نہیں۔ لہٰذا میری ذاتی رائے یہ ہے کہ مسئلہ علم غیب پر بحث ہو۔ آئندہ جو آپ حضرات کی رائے ہو۔ عالیجناب صدر صاحب کی یہ تجویز مولانا محمد منظور صاحب نے منظور فرمالی۔ اور مولوی رحم الٰہی صاحب کو بھی ناگواری کیساتھ منظور کرنی پڑی۔ اس کے بعد بحکم جناب صدر صاحب جلسہ برخاست ہوا۔ اور دوسرے روز تقریباً ۸ بجے صبح کو اس طرح کارروائی شروع ہوئی۔

مناظرہ کا تیسرا دن

۲۰ جولائی بروز جمعہ بوقتِ صبح

مناظرہ بر مسئلہ علمِ غیب

مولانا محمد منظور صاحب : (مولوی رحم الٰہی صاحب سے) مسئلہ علم غیب میں چونکہ مدعی آپ حضرات ہیں۔ لہٰذا اصولاً مجھ کو سائل ہونا چاہیئے۔ لیکن اگر آنجناب سائل بننے میں اپنے لئے کچھ سہولت سمجھیں تو میں آپ کو سوال کا حق دیتا ہوں۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : آپ خود ہی سوال کریں میں جواب دوں گا۔

مولانا محمد منظور صاحب : معزز حاضرین! کل اور پرسوں جو بحث ہوئی اس کا حاصل محض یہ تھا کہ آیا حضرت مولانا اشرف علی صاحب و مولانا محمد قاسم صاحب وغیرہ کی عبارات میں توہین ہے یا نہیں۔ مولوی صاحب نے ان ہر دو صاحبان کا کفر ثابت کرنے کے لئے یہ کوشش کی کہ کسی طرح یہ ثابت کردیں کہ ان عبارات میں نعوذ باللہ جناب رسول اللہ صلعم کی توہین ہے۔ اور میں نے بعونہٖ تعالےٰ یہ ثابت کیا کہ ان میں ہرگز جناب رسول اللہ صلعم کی توہین نہیں۔

الغرض مولوی صاحب کی ساری کوشش محض اس لئے تھی کہ ان دو مسلمانوں بلکہ ہزارہا نہیں بلکہ لکھوکھہا

مسلمانوں کو کافر بنائیں۔ اور میری ساری سعی و سرگردانی اس لئے تھی کہ کسی طرح یہ لاکھوں مسلمان جن میں ہزاروں کی تعداد میں دین کی خدمت کرنے والے اور مخالفینِ اسلام کے دندان شکن جواب دینے والے بھی ہیں مسلمان ہی رہیں۔ اب میں اللہ تعالےٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھ کو ہمیشہ اسی کی توفیق دے۔

بہرحال اب تک جو بحث ہوئی وہ کسی اختلافی مسئلہ کے متعلق نہیں تھی بلکہ وہ محض حفظ الایمان اور تحذیر الناس کی عبارتوں کے مطلب پر تھی۔ اب دو روز کے بعد خدا خدا کر کے وہ دن آیا ہے کہ ایک بہت بڑے اختلافی مسئلہ پر میری اور مولوی صاحب کی گفتگو ہوگی۔ آپ حضرات سے درخواست ہے کہ نہایت اطمینان اور سکون کے ساتھ فریقین کی تقریریں سنیں۔ اور یہ فیصلہ کریں کہ قرآن عزیز کس کے حق میں فیصلہ دیتا ہے اور احادیثِ نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کس کے ساتھ ہیں۔ صحابہ کرام اور سلف صالحین بالخصوص حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا دامن کس کے ہاتھ میں ہے۔ اس کے بعد میں جناب مولوی صاحب سے درخواست کرتا ہوں کہ پہلے وہ اپنا دعوےٰ دربارۂ علمِ غیب رسول اللہ صلعم متعین کر دیں تاکہ حاضرین کو محلِ نزاع معلوم ہو جائے اور بحث نتیجہ خیز ہو۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : آپ نے جو تبصرہ کل اور پرسوں کی بحث پر کیا وہ سراسر انصاف کے خلاف ہے یوں کہنا چاہئے کہ رحم الٰہی نے اس کی کوشش کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنیوالے کو کافر ثابت کرے۔ اور میں نے یہ کوشش کی کہ اس کو کافر نہ کہنے دوں بلکہ مسلمان ہی رہنے دوں اب لیجئے میں اپنا دعوےٰ متعین کرتا ہوں۔ ہم اہلسنت وجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیب اکرم جناب محمد رسول اللہ صلعم کو تمام ماکان ومایکون کا علم دیا۔

مولانا محمد منظور صاحب : مہربانی فرما کر ذرا اردو میں فرما دیجئے۔ یہاں کی پبلک آپ کی اس عربی کو نہیں سمجھی۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : میری مراد یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ازل سے ابد تک کا تمام علم دیا۔

مولانا محمد منظور صاحب : اس ازل وابد سے جناب کی کیا مراد ہے؟ آیا وہ جس کو اصطلاح میں ازل وابد کہتے ہیں۔ یعنی مالا بدایۃ لہ ومالا نہایۃ لہ یا اس سے ابتداءِ دنیا وانتہاءِ دنیا مراد ہے؟

مولوی رحم الٰہی صاحب نے دو تین مرتبہ دریافت کرنے پر بھی اس کا کوئی معقول جواب نہیں دیا اور ہر مرتبہ گول مول لفظ کہہ کر ٹال دیا۔ بالآخر مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ اگر آپ کو اپنا صحیح مذہب معلوم نہیں ہے یا آپ کسی وجہ سے اس کو ظاہر کرنا نہیں چاہتے تو پھر مجھ کو اجازت دیجئے کہ میں آپ کے اعلیٰ حضرت کی تصانیف سے بتلاؤں کہ آپ کا اس میں کیا مذہب ہے

تب بڑی مشکل سے مولوی عبدالعزیز خان صاحب مدرس مدرسہ منظر اسلام بریلی کی تلقین پر فرمایا کہ میری مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کو ابتدائے آفرینش عالم سے اس وقت تک کی تمام باتیں تفصیلی طور پر بتا دیں جب تک کہ جنتی جنت میں جائیں اور دوزخی دوزخ میں۔

مولانا محمد منظور صاحب : یہ علم محیط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کب عطا ہوا۔؟

مولوی رحم الٰہی صاحب : یہ علم تدریجاً دیا گیا۔ لیکن اس کی تکمیل اس وقت ہوئی جب قرآن عزیز کا نزول ختم ہوا۔

مولانا محمد منظور صاحب : یہ عقیدہ جناب کا قطعی ہے یا محض وہم و گمان کے درجہ میں ؟

مولوی رحم الٰہی صاحب : قطعی کے دو معنی ہیں۔ ایک یہ کہ اس کے خلاف کوئی احتمال کسی قسم کا نہ ہو۔ دوسرے یہ کہ اس کے خلاف احتمال ناشی عن الدلیل نہ ہو۔ اگرچہ احتمالات غیر ناشیہ عن الدلیل موجود ہوں۔ ہمارا یہ عقیدہ اسی دوسرے معنی کے اعتبار سے قطعی ہے۔

مولانا محمد منظور صاحب : آپ اس کے منکر کو کیسا سمجھتے ہیں۔ مسلمان یا کافر ؟

مولوی رحم الٰہی صاحب : ہم منکرین کی تفصیل کرتے ہیں۔ اگر کوئی یہ کہے کہ اللہ تعالےٰ نے رسول اللہ صلعم کو کوئی بات بھی غیب کی نہیں بتائی تو ہم اس کو کافر سمجھتے ہیں۔ اور اگر محض ہماری اس تحدید کا انکار کرے تو گمراہ جانتے ہیں۔

مولانا محمد منظور صاحب : حضرت گمراہ کلی مشکک ہے۔ کافر کو بھی گمراہ کہا جا سکتا ہے اور اس کو بھی جو مسلمان ہو لیکن اہلسنت سے خارج ہو۔ حتیٰ کہ اس کو بھی کہا جاتا ہے جو کوئی بات خلاف تحقیق سلف کہے۔ اگرچہ اہلسنت سے خارج نہ ہو۔ لہٰذا برائے مہربانی تعیین فرمایئے کہ وہ کس درجہ کا گمراہ ہے۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : اس میں بھی ہم تفصیل کرتے ہیں۔ اگر اس کے نزدیک یہ عقیدہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے لیکن محض ضد و ہٹ دھرمی کی وجہ سے انکار کرتا ہے تو گمراہ ہے اور اگر درحقیقت اس کی نظر دلیلوں تک نہیں پہنچی اور اس کے نزدیک ثابت ہی نہیں ہوا اس وجہ سے انکار کرتا ہے تو وہ معذور ہے ہم اس کو گمراہ بھی نہیں کہتے۔

مولانا محمد منظور صاحب : آپ حضرات ہمارے فاضل مخاطب کی لیاقت علمی کی داد دیں۔ ابھی تک تو ہم نے منطق کی کتابوں میں یہ دیکھا تھا کہ تقسیم الشی الی نفسہ و الی غیرہ " ناجائز ہے۔ لیکن ہمارے مولوی صاحب نے اس کو بھی آج جائز کر دیا۔ اور کیوں نہیں جب دین میں بھی نئے نئے ایجادیں ہو سکتی ہیں تو پھر منطق میں کیوں نہ ہوں۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے آپ کو یاد ہوگا کہ ابھی میں نے مولوی صاحب سے سوال کیا تھا کہ جو شخص آپ کے اس عقیدہ (علم غیب) کو نہ مانے وہ آپ کے نزدیک کیسا ہے اس کا جواب مولوی صاحب نے یہ دیا کہ اگر بالکل سرے سے علم غیب کا انکار کرے تو کافر ہے۔ اور اگر محض ہماری تحدید کا انکار کرے تو گمراہ ہے اس پر میں نے مولوی صاحب سے یہ سوال کیا کہ گمراہ ایک عام لفظ ہے اس سے آپ کی کیا مراد ہے۔ تو اس کا جواب مولوی صاحب دیتے ہیں کہ اس کی بھی دو صورتیں ہیں۔ اگر محض ضد و ہٹ دھرمی کی وجہ سے نہ مانے تو گمراہ ہے۔ اور اگر لاعلمی کی وجہ سے انکار کرے تو وہ گمراہ بھی نہیں۔ جس کا حاصل یہ ہوا کہ مولوی صاحب نے جس کو پہلے گمراہ کہا تھا اس کی دو قسمیں ہیں ایک گمراہ اور دوسری وہ کہ گمراہ بھی نہیں ہے۔ مہربان من! اسی کا نام تو تقسیم الشئ الی نفسہ والی غیرہ ہے۔ لیکن خیر یہ تو ایک علمی لطیفہ تھا اب میں اصل مطلب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔

میرا سوال تا ہنوز باقی ہے۔ اس کا ابھی کوئی جواب نہیں ہوا۔ آپ نے یہ نہیں بتلایا کہ وہ کس درجہ کا گمراہ ہے۔ لیجئے میں آپ کی سہولت کے لئے ایک خاص صورت میں اس سوال کو پیش کرتا ہوں۔ ایک شخص کہتا ہے کہ میں نے قرآن عزیز کو بغور تمام از اول تا آخر دیکھا۔ احادیث نبویہ کا مطالعہ کیا اور میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ جناب رسول اللہ صلعم کو ہرگز یہ علم محیط نہیں دیا گیا اور جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ علم محیط ثابت کرے

وہ جھوٹا ہے مفتری ہے بتلایئے اس شخص کے متعلق کیا حکم ہے۔ مہربانی فرماکر صاف صاف جواب دیا جائے۔ گول باتوں کا یہ وقت نہیں ہے۔ دیکھنا ہے کہ آپ کے اندر کس قدر جرأت ہے اور آپ آج کتنوں کو کافر اور گمراہ بناتے ہیں۔

مولوی رحم الٰہی صاحب نے تقریباً نصف گھنٹہ تک اس کو صاف نہیں کیا اور ہر مرتبہ ادھر ادھر کی باتیں کرکے وقت صرف کر دیا اور حقیقت میں انہوں نے بڑی دور اندیشی سے کام لیا ورنہ ساری رضاخانیت کی قلعی کھل جاتی۔ اور سلف صالحین بالخصوص صحابۂ کرام کو العیاذ باللہ گمراہ کہنا پڑتا۔ یا علیم !

بالآخر مجبور ہو کر مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ اگر آپ اپنے عقیدہ کو روافض کی طرح پردۂ راز میں رکھنا چاہتے ہیں تو یہ تقیہ آپ کو مبارک ہو۔ آپ نہ بتلایئے۔ لیکن اب اس دعوے پر دلیل ہی پیش کیجئے۔ وقت تو ضائع نہ ہو۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : (بعد از خطبہ) مولوی صاحب ! آپ مجھ کو کہتے ہیں کہ وقت ضائع کرتے ہو۔ للہ کچھ تو انصاف سے کام لیجئے۔ یہ بے کار باتیں کس نے شروع کی تھیں اگر آپ مجھ سے پہلے ہی دلیل کا مطالبہ کرتے تو معلوم ہیں اب تک کتنی دلیلیں پیش کر چکا ہوتا۔ خیر اب دلیل سنئے۔ قرآن شریف میں ہے۔

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا ۔

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک جناب رسول اللہ صلعم سے فرماتا ہے کہ ہم نے سکھا دیا تمام وہ جو تم نہیں جانتے تھے۔"

مولوی صاحب ! اگر آپ تدریس کا کام کرتے ہیں تو آپ کو ضرور معلوم ہوگا کہ اہل اصول کا اس پر اتفاق ہے کلۂ ما عموم کے لئے آتا ہے یہ اصول کی تمام چھوٹی بڑی کتابوں میں لکھا ہوا ہے اور یہاں آیت کریمہ میں کوئی استثناء بھی نہیں کیا گیا۔ تو اس آیت کے یہ معنی ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے سکھا دیں تم کو تمام وہ باتیں جو تم نہیں جانتے تھے پس اس آیت سے صاف معلوم ہو گیا کہ تمام ماکان ومایکون کا علم رسول اللہ صلعم کو ان کے رب جلیل نے عطا فرما دیا۔ وللہ الحمد۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ مسنونہ) آپ حضرات نے مولوی صاحب کی دلیل سنی۔ اب اس

کو ذرا دعوے پر منطبق کرکے اور دیکھ لیجئے۔ تاکہ معلوم ہوجائے کہ مولانا کی پیش کردہ دلیل کو ان کے دعوے سے کتنا تعلق ہے۔ مولوی صاحب کا دعوے یہ تھا کہ۔ اللہ تعالےٰ نے جناب رسول اللہ صلعم کو ابتدار آفرینش عالم سے جنت اور دوزخ کے داخلہ تک کی تمام باتوں کا تفصیلی علم عطا فرمایا۔ اور استدلال میں جو آیت مولانا نے پڑھی وہ مولانا کے بیان کردہ مطلب کے اعتبار سے اس کو چاہتی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علوم غیر متناہیہ حاصل ہوں۔ اس لئے کہ مولانا بڑے زور شور سے فرما چکے ہیں کہ ما عموم کے لئے آتا ہے اور آیت میں کوئی استثنا بھی نہیں۔ پس اگر مولوی صاحب کی تقریر کو صحیح مان لیا جائے تو لازم آتا ہے کہ تمام علوم خواہ وہ ابتدار آفرینش عالم سے پہلے ہی کیوں نہ ہوں اور خواہ وہ داخلۂ جنت و دوزخ سے بعد ہی کے کیوں نہ ہوں سب کے سب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوں۔ حالانکہ مولوی صاحب خود فرما چکے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تمام علوم غیر متناہیہ نہیں مانتے بلکہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو محدود بین الغایتین جانتے ہیں۔

یہیں سے حاضرین یہ بھی فیصلہ کرلیں کہ ہم میں اور مولوی صاحب کی جماعت میں کیا فرق ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالےٰ نے اپنے حبیب پاک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت سے علوم ظاہری و باطنی عطا فرمائے جن کو شمار بھی ہم نہیں کرسکتے۔ اور ان کی صحیح تعداد بھی بس ان کا دینے والا جانے یا لینے والا۔ ہاں اجمالاً اس قدر کہہ سکتے ہیں کہ جس قدر علوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائے گئے اتنے کسی نبی کسی ولی، کسی فرشتہ کو بھی عطا نہیں ہوئے۔ اور ہمارے نزدیک شریعت مطہرہ سے ثابت بھی اتنا ہی ہوتا ہے اس سے زیادہ ہرگز نہیں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جتنا مرتبہ علوم کے اعتبار سے ہمارے نزدیک شریعت سے ثابت ہے ہم اسی قدر مانتے ہیں نہ اس سے کم نہ اس سے زیادہ اور اسی میں اپنی نجات سمجھتے ہیں۔ لیکن ہمارے مخاطب صاحب فرماتے ہیں کہ قرآن عزیز سے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علوم غیر متناہیہ ثابت ہوتے ہیں لیکن ہمارے عقیدہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیر متناہی نہیں بلکہ متناہی تھا۔ اور وہ بھی ابتدار آفرینش عالم سے لے کر دخول جنت و دوزخ تک۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ بقول مولوی صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جس قدر علوم قرآن عزیز ثابت کرتا ہے مولوی صاحب اس کا لاکھواں کروڑواں حصہ

بھی نہیں مانتے۔

کہیئے کس نے شان گھٹائی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور کون اقراری وہابی ہے ع

ہم الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

بہرحال اب آپ یا تو اس کا اقرار کریں کہ آپ نے جو مطلب اس آیت کریمہ کا بیان کیا ہے وہ غلط ہے، اس کے بعد میں انشاء اللہ اس کا صحیح مطلب بیان کروں گا۔ یا یہ اقرار کریں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علوم غیر متناہیہ مانتا ہوں میں نے پہلے تقیہ سے کام لیا تھا۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : آپ حضرات نے مولوی صاحب کا اعتراض سنا۔ مولوی صاحب یہ فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ و علمك مالم تكن تعلم تمام علوم کو ثابت کرتی ہے اور تمہارا دعوے تمام علوم کا نہیں بلکہ محض ابتداء آفرینش عالم سے لے کر دخول جنت و دوزخ تک کا ہے۔

میں تسلیم کرتا ہوں کہ میرا دعوے اسی قدر ہے۔ لیکن آپ کے اس اعتراض کا میرے استدلال پر کیا اثر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام علوم دے دیئے گئے تو اس ضمن میں ابتداء آفرینش عالم سے دخول جنت و دوزخ تک کے علوم بھی آگئے۔ بلکہ اس سے تو میرا دعوے مع شئ زائد ثابت ہو گیا۔ کیا آپ نے منطق نہیں پڑھی۔ مولوی صاحب! عام کا ثبوت خاص کے ثبوت کو مستلزم ہوتا ہے۔ جب تمام علوم کلیہ و جزئیہ آیت کریمہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت ہو گئے تو ابتداء آفرینش عالم سے دخول جنت و دوزخ تک کے علوم خود بخود ثابت ہو گئے و للہ الحمد۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ) اگر اس وقت میرے مخاطب آپ کے بجائے کوئی سماجی دوست ہوتے تو واللہ میں اس عجیب و غریب تحقیق پر (کہ ثبوت عام ثبوت خاص کو مستلزم ہے) ایک فرمائشی قہقہہ لگواتا۔ لیکن مجھ کو آپ کی اس بزرگانہ صورت کا احترام کرنا پڑتا ہے۔

ہمارے فاضل مخاطب فرماتے ہیں کہ تو نے منطق نہیں پڑھی۔ بے شک میں نے وہ منطق نہیں پڑھی جس میں یہ ہو کہ عام کا ثبوت خاص کے ثبوت کو مستلزم ہے۔ میں نے جو منطق پڑھی ہے اس میں تو یہ ہے کہ خاص کا ثبوت عام کے ثبوت کو مستلزم ہے اور عام کا ثبوت خاص کے ثبوت کو مستلزم نہیں۔ یہ نئی منطق جس میں ایسی

البیلی باتیں ہوں آپ ہی حضرات کو مبارک رہے ہم تو کما حقہ اس کی داد بھی نہیں دے سکتے۔ ہاں اگر آج شیخ الرئیس ابن سینا دنیا میں موجود ہوتا تو شاید آپ کی فہم و فراست کی کما حقہ داد ملتی۔

رہا جناب کا یہ فرمانا کہ یہ ثبوت دعوے مع شئی زائد ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جناب کو فن مناظرہ سے بھی بہت زیادہ واقفیت ہے جس قدر کہ جامعہ رضویہ کے ایک صدر المدرسین کو ہونی چاہئے۔

مہربانِ من! میرا اعتراض یہ ہے کہ آیت کریمہ جس قدر علوم بقول آپ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت کرتی ہے آپ خود اتنے کے قائل نہیں۔ پس اب آپ کے لئے دو راستہ ہیں۔ ایک یہ کہ آپ اقرار کریں کہ میں نے آیت کریمہ کا مطلب غلط بیان کیا۔ اس سے تمام چیزیں مراد نہیں ہیں۔ دوسرے یہ کہ میں نے اپنا عقیدہ ناقص بیان کیا۔ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تمام علوم غیر متناہیہ مانتا ہوں۔ اس کے بعد میں انشاء اللہ آپ کی دلیل کا جواب دوں گا۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : (نہایت غضب ناک لہجہ میں) مولوی صاحب یہ مجلس مناظرہ ہے۔ آپ مذاق کرتے ہیں یا مناظرہ؟ آپ نے اس مرتبہ میری ذات پر میرے علم پر کئی حملے کئے ہیں۔ اگر علم ہی دیکھنا ہے تو اپنے استادوں کو بلا لیجئے۔ مولوی اشرف علی صاحب بھی زندہ ہیں ابھی مرے نہیں ہیں۔ ان کو تھانہ بھون سے نکال لائیے اور پھر علمی جوہر دیکھ لیجئے۔ آپ ہیں کیا چیز۔ ابھی آپ ہیں کے دن کے بچے۔ چلئے میں آپ کے ساتھ تھانہ بھون چلتا ہوں۔ وہاں مولوی اشرف علی صاحب سے مناظرہ کرا دیجئے گا۔ آپ نے یہ کہا ہے کہ ثبوت دعوے مع شئی زائد اس کو نہیں کہتے۔ اگر اس کو نہیں کہتے تو بتلائیے کس کو کہتے ہیں؟

مولانا محمد منظور صاحب : شعر ؎

عجب مزا ہے کہ مضمون تو دستیاب نہیں
معاملہ پہ چڑھاتے ہو آستینوں کو

حضرات آج رات میں نے اپنے بعض احباب سے کہا تھا کہ غالباً صبح کو مولوی رحم الٰہی صاحب مناظرہ کے درہم برہم کرنے کی انتہائی کوشش کریں گے اور انتہائی سخت کلامی سے کام لیں گے۔ کیونکہ صبح کی بحث میں انشاء اللہ آفتاب نیمروز کی طرح معلوم ہو جائے گا کہ کون اہلسنت وجماعت ہے اور سلف صالحین رضوان اللہ تعالےٰ علیہم

اجمعین کا سچا متبع ہے۔ اور کون جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا باغی ہے۔

اللہ پاک کا شکر ہے کہ اس نے میری اس پیشینگوئی کو سچ دکھایا۔ اب میں یہ بھی بتلا دینا چاہتا ہوں کہ یہ آپ ہی کی خصوصیت نہیں۔ بحمد اللہ تعالےٰ آج تک آپکی جماعت کے جس شخص سے بھی اس مسئلہ پر گفتگو کرنے کا اتفاق ہوا ہے اس نے عاجز آکر یہی راستہ اختیار کیا ہے۔ مثل مشہور ہے اذا عجز الانسان اطال اللسان ۔ لیکن میری گزارش یہ ہے کہ اگر اس مناظرہ کو ختم ہی کرنا ہے تو اس ناگوار طرز کے اختیار کرنے کی حاجت نہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ میں کسی مصلحت سے مناظرہ کرنا نہیں چاہتا میں جناب کو مجبور نہیں کروں گا اور نہ مجھ کو مجبور کرنے کا حق ہے۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : آپ کا یہ خیال غلط ہے۔ ہم غصہ نہیں کرتے۔ ہم اس مسئلہ پر ایک مہینہ تک مناظرہ کرنے کو تیار ہیں۔

اس کے جواب میں جناب مولانا مولوی محمد اسماعیل صاحب نے فرمایا کہ جناب کی فراخ حوصلگی کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔ ہم بھی عرصہ سے اس کے متمنی ہیں لیکن چونکہ یہ مسئلہ ایک علمی مسئلہ ہے۔ لہٰذا ہماری خواہش یہ ہے کہ مناظرہ مراد آباد یا اور کسی بڑے شہر کی طرف منتقل کر لیا جائے تاکہ حاضرین جلسہ فریقین کی تقریریں سن کر کسی خاص نتیجہ پر پہنچ سکیں۔ مولانا محمد منظور صاحب نے اس رائے سے اتفاق کیا اور فرمایا کہ میں اس کے لئے بریلی کو زیادہ مناسب سمجھتا ہوں وہ یہاں سے بہت زیادہ قریب ہے اور مولوی صاحب کی قیام گاہ ہونے کے علاوہ ان کی جماعت کا مرکز بھی ہے وہاں آپ کو زیادہ سہولت رہے گی۔ میں اسی وقت جناب کے ہمراہ چلنے کو تیار ہوں۔ بس جلسہ کا انتظام جناب کرا دیں باقی اپنے ذاتی اخراجات کا میں خود کفیل ہوں گا۔

مولوی رحم الٰہی صاحب نے اس کو بھی تسلیم نہیں کیا۔ اور اسی پر اصرار کیا کہ مناظرہ یہیں ہو (تاکہ کوئی حقیقت حال سے خبردار نہ ہو جائے)۔

بالآخر مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ اگر آپ کسی وجہ سے بریلی کو مناسب نہیں سمجھتے تو پھر مراد آباد کو منظور فرمائیے اس میں کل انتظامات بذمہ فریقین ہوں گے۔ اور اگر یہ بھی منظور نہیں تو چلئے سنبھل کو رکھئے ہم کل انتظامات کریں گے حتیٰ کہ اگر آپ چاہیں گے تو کرایہ بھی آپ کو دیا جائے گا۔ لیکن کسی طرح تیار تو ہو جائیے۔

مولوی رحم الٰہی صاحب نے جب دیکھا کہ اب کوئی مفر نہیں تو مجبوری اپنے ہمراہیان سے مشورہ کرکے سنبھل کو منظور کیا اور اس کے متعلق مندرجہ ذیل تحریر فریقین کی جانب سے تیار ہوئی۔

"آج بتاریخ ۲۰ جولائی ۱۹۲۸ء دوران مناظرہ جناب مولوی رحم الٰہی صاحب مدرس اوّل مدرسہ منظر اسلام بریلی و مناظر جماعت رضویہ نے یہ فرمایا کہ اگر یہ مناظرہ ایک ماہ تک بھی جاری رہے تو بھی ہم اس مسئلہ (علم غیب) پر گفتگو کرنے کو تیار ہیں۔ جواباً جناب مولوی محمد اسماعیل صاحب سنبھلی نے فرمایا کہ بطیب خاطر منظور ہے۔ لیکن یہ مناظرہ مراد آباد ہونا چاہیئے تاکہ حاضرین سے فریقین کی گفتگو سے کسی خاص نتیجہ پر پہنچ سکیں۔ اس کے جواب میں مولوی رحم الٰہی صاحب نے فرمایا کہ تبدیلی مقام کی حاجت نہیں۔ یہ وہ مقام ہے کہ جس کو نہ ہمارا ہی کہا جا سکتا ہے نہ آپ ہی کا۔ جواباً مولوی محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ میں تین مقام پیش کرتا ہوں جو جناب مناسب خیال فرمائیں منتخب فرمالیں۔ بریلی ؛ مراد آباد ؛ سنبھل :۔ اگر بریلی منظور ہو تو جناب کل اخراجات کے کفیل ہوں گے۔ اور اگر مراد آباد ہو تو انتظامات کے ذمہ دار فریقین ہوں گے۔ اور اگر جناب سنبھل کو مناسب خیال فرمائیں تو ہم انتظامات کے کفیل ہوں گے۔ جناب مولوی رحم الٰہی صاحب نے سنبھل کو منظور فرمایا"

اس مناظرہ کے متعلق امور ذیل قرار پائے۔

۱ ؛ ہر فریق کو اختیار ہوگا کہ وہ جس کو چاہے اپنی جانب سے مناظر مقرر کرے۔

۲ ؛ شرائط مناظرہ بذریعہ خط و کتابت طے ہوں گے۔

۳ ؛ اس مناظرہ کے متعلق جملہ خط و کتابت مولوی رحم الٰہی صاحب مدرس اوّل مدرسہ منظر اسلام جامعہ رضویہ بریلی سے کی جائے گی۔ یا جناب مولانا حامد رضا خان صاحب سے"

اس کے بعد اس تحریر کو مولانا محمد منظور صاحب نے مولوی رحم الٰہی صاحب کے سامنے پیش کیا کہ اگر اب آپ کسی مزید ترمیم کی حاجت سمجھیں تو اس وقت کر دیں۔ ایسا نہ ہو کہ بعد میں اور شقیں نکلیں۔ مولوی رحم الٰہی صاحب نے اس کو لے لیا اور تین گھنٹہ کے بعد، بعد تقاضائے بسیار یہ لکھ کر واپس کیا۔

"بشرط اجازت سرپرست مدرسہ مولانا حامد رضا خان صاحب مظلہ"

یہ تحریر معہ اس ترمیم کے، مولانا محمد منظور صاحب کو ایک بجے موصول ہوئی۔ چونکہ گاڑی کا وقت قریب تھا اس لئے ہم لوگ فوراً وہاں سے چلے آئے۔ یہاں پہنچ کر حسب قرارداد شرائط مناظرہ کے متعلق خط و کتابت شروع ہوئی جو کامل تین مہینے جاری رہی اور مناسب شرائط طے ہونے کے بعد اس مناظرہ کی تاریخیں ۲۲، ۲۳، ۲۴ — جمادی الاولے مقرر ہوئیں۔ لیکن تاریخ پر بھی باوجود سفر خرچ روانہ کر دینے کے مولوی رحم الٰہی صاحب تشریف نہ لائے۔ تب یہاں سے بذریعہ تار ایک نوٹس دیا گیا جس نے ان کو آنے پر مجبور کر دیا اور وہ ۲۴ جمادی الاولے کو معہ اور چند علماء جماعت رضویہ کے وارد سنبھل ہوئے۔ لیکن چونکہ شیر نیستان مناظرہ جناب مولانا محمد منظور صاحب سے مناظرہ کرنے کا تلخ مزہ درگو میں چکھ چکے تھے اس لئے بذات خود مناظرہ نہیں فرمایا۔ بلکہ مولوی حشمت علی صاحب کو بحیثیت وکیل جماعت رضویہ مناظرہ میں پیش کیا۔ اور یہ مناظرہ حسب قرارداد سے علم غیب پر تین روز متواتر نہایت زور شور سے جاری رہا جس کی مفصل کیفیت مناظرہ درگو کی روئداد کے ساتھ اسی وقت شائع کر دی گئی تھی اور اب اس کا دوسرا ایڈیشن بھی علیحدہ کتاب کی شکل میں شائع کیا جا رہا ہے۔ ناظرین اس کو دیکھ کر خود فتح شکست کا فیصلہ فرمالیں گے ہم رائے زنی بے سود سمجھتے ہیں۔

ہاں اتنا کہنے پر مجبور ہیں کہ بحمداللہ اس عظیم الشان مناظرہ نے رضاخانیوں پر اللہ کی حجت تمام کر دی اور دنیا نے یہ سمجھ لیا کہ مسئلہ علم غیب میں ان کے پاس مکڑی کے جالے کے برابر بھی کوئی دلیل نہیں۔ بلکہ اس کے برعکس قرآن عزیز نے اس غیبیہ عقیدہ کا ایسا ہی بطلان کیا ہے جیسا کہ مشرکین کے بہت سے اوہام باطلہ کا۔

فالحمد للہ علی ایضاح الحق و ازھاق الباطل۔

خدا کا شکر ہے کہ اس نے اس ذریعہ سے رضاخانیوں کے کان میں کلمہ حق ڈلوا کر ہمیشہ کے لئے اپنی حجت تمام کر دی اور بہت سے حق پسند اپنی سادگی کی وجہ سے رضاخانیوں کے دام تزویر میں پھنس چکے تھے۔ اور رضاخانیت کے زبردست حامی تھے ہمیشہ کے لئے تائب ہو گئے اور جن کے قلوب بدعات کی تاریکیوں سے مسخ ہو چکے تھے انہوں نے عار کو نار پر ترجیح دی۔

فاللہ حسیبھم یوم القیامۃ۔

ہم ناظرین سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ مناظرۂ سنبھل کی روئداد کو ضرور ملاحظہ فرمائیں۔

هذا أخر الكلام والسلام على من اتبع الهدى والتزم متابعة المصطفى عليه وعلى اله من الصلوات اتمها ومن التحيات اكملها .

خاکسار

ناظم دارالاشاعت سنبھل

فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا

جب ان کے رب نے پہاڑ پر تجلی فرمائی تو اسے ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ بیہوش ہو کر گر پڑے

قہر الٰہی کی بجلی رضا خانیوں کو ہلاک کر دیا اور وہ دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے

حضرات سنبھل و مراد آباد کے رضا خانیوں نے اپنا گھر گرتا دیکھ کر مناظرہ دسنبھل کی پہلی رات
"صاعقہ آسمانی بر فرقہ رضا خانی حصہ دوم" کے جواب میں کئی مادی و مالی سودی اور
عرقریزی کے بعد ایک نام نہاد رد اور تضحیک کر کے شائع کی تھی۔ اس کو اپنے لیے
الحمد للہ کہ اس رسالہ رضا خانی کو موجب بصیرت ایمانی دیکھ کر

بارقہ آسمانی بر فرقہ رضا خانی

ضمیمہ صاعقہ آسمانی نمبر (۱)

نے رضا خانیوں کے اس طلسمی قلعہ کو بھی مسمار کر دیا

اس مبارک رسالہ کے پانچ حصے ہیں پہلے حصہ میں مولوی کامل میاں صاحب رضا خانی
سے دس سوال کیے گئے ہیں جن سے اس رد کے اصلی
دوسرے حصہ میں رضا خانی تہذیب کی ننگی تصویر کا نظارہ دکھایا گیا ہے تیسرے حصہ میں ان
مکمل جواب دیا گیا ہے جن کا اضافہ اس رد و امداد میں مولوی
رسالوں سے کیا گیا تھا۔ چوتھے حصہ میں حضرت مولانا محمد منظور صاحب کے
کی فہرست "صاعقہ آسمانی" سے انتخاب کر کے پیش کی ہے جن کے جواب سے مناظر دین مولوی
حشمت علی صاحب عاجز رہے۔ پانچویں حصہ میں خاص علم قیامت کے متعلق ہمیں
مولانا محمد منظور صاحب کی ایک محققانہ اور عجیب غریب تحریر ہے جس کی
کے لیے حضرت مولانا کا نام ہی کافی ضمانت ہے اس تحریر کا
جواب کوئی رضا خانی نہیں دے سکتا

بار اول ۱۰۰۰ قیمت فی نسخہ ۳ روپے نقد کے خریداروں کو فی نسخہ ۲ روپے میں ملے گا پتہ دار الاشاعت
"صاعقہ آسمانی بر فرقہ رضا خانی" جس کی اشاعت سے رضا خانیوں کی

هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ. وَاِلَّا فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ

اگر سچے ہو تو ثبوت پیش کرو، ورنہ سمجھ لو کہ جھوٹوں پر خدا کی لعنت ہے۔

الٰہی تیرا قہر اُن پر گرے برق بلا ہو کر
جو دیں دھوکہ مسلمانوں کو ان کے رہنما ہو کر

بارقۂ آسمانی بر فرقۂ رضاخانی

ضمیمہ

صاعقۂ آسمانی نمبر ۱

مولوی اجمل میاں صاحب کے خود اپنے قلم سے رضاخانی روئداد کا قلع قمع اور بالکل جعلی اور جھوٹی ہونے کا اقرار

اہلسنت کی روئداد کے بالکل صحیح اور مطابق واقعہ ہونے کا غیبی فیصلہ

اس گھر کو آگ لگ گئی اپنے چراغ سے

ناظرین کرام! جمادی الاولےٰ ۱۳۴۷ھ میں جو عظیم الشان مناظرہ مابین اہلسنت وجماعت، وفدِ رضاخانی۔ سنبھل ضلع مرادآباد میں ہوا تھا اس کی سچی روئداد رمضان المبارک میں ہم شائع کر چکے ہیں جس کے صحیح اور مطابق واقعہ ہونے کا اعتراف نصف مزاج مخالفین کو بھی کرنا پڑا ہے۔ اس روئداد نے چونکہ مناظرہ کے اس فرض کو جو سنبھل کے اندر محدود تھا عام کر دیا۔ اور جہاں جہاں وہ روئداد پہنچی وہاں اس نے اس مناظرہ کا صحیح فوٹو کھینچ دیا۔ اور رضاخانیوں کے دعووں کی حقیقت، ان کی علمی قابلیت اور ان کی حیا سوز تہذیب کی ننگی تصویر، جس کا نظارہ صرف ان مناظرہ میں صرف باشندگان سنبھل نے کیا تھا) ہر ناظر کے پیش نظر کر دی۔ اس لئے رضاخانیوں نے بھی اس

کے جواب میں ایک نام نہاد روئداد تصنیف کی وہ ہماری بھی نظر سے گزری۔ اس میں جس قدر بے ایمانی اور دروغ بیانی سے کام لیا گیا ہے اس کا صحیح اندازہ وہ حضرات خود فرما سکتے ہیں جو اس مناظرہ میں شریک رہے ہوں۔ ہم خود اس کے متعلق کچھ لکھنا غیر ضروری سمجھتے ہیں۔ ہاں بس یہ عرض کریں گے کہ اے شرم و حیا کے دشمنو! مناظرہ کے پلیٹ فارم پر اپنے دعوے کے ثبوت سے عاجز رہ کر آج چھ ماہ کے بعد یہ لکھ کر چھاپنا کہ ہم نے یہ دلیل پیش کی اور وہ دلیل پیش کی۔ مقابل کی دلیلوں کے یہ جواب دیئے اور وہ جواب دیئے۔ بس تمہاری ہی شرم و حیا کا تقاضا ہے۔ کیا نہیں سنا۔ ؎ مشنیدی کہ بعد از جنگ یاد آید بر مرد خود باید زد "

اب[1] ہم مولوی اجمل میاں صاحب سے اس جعلی روئداد کے متعلق چند سوالات کرتے ہیں اور اسی میں انشاء اللہ اس روئداد کے جعلی اور مصنوعی ہونے کا اقراری فیصلہ ہے۔ بشرطیکہ کچھ عقل مندی اور صداقت سے کام لیا گیا۔ لیکن وہ کہاں وہ تو نصیب دشمناں۔

میاں صاحب! خدائے تعالےٰ کو حاضر ناظر جان کر بطور مزید احتیاط بدیں الفاظ ہمارے سوالات کا جواب شائع کریں کہ۔ " اگر ہمارے اس بیان میں جھوٹ ہو یا ہم نے جھوٹ لکھا ہو تو ہم پر خدا کی لعنت اور قیامت کے دن حضور رسول رب العالمین، شفیع المذنبین کی شفاعت نصیب نہ ہو "

اگر میاں صاحب نے اپنی طرف سے ہمارے ان سوالات کا کوئی جواب نہ دیا تو ناظرین سمجھ لیں کہ یہ روئداد اور ان کے اقرار سے جعلی اور بناوٹی ہے واقعات مناظرہ سے اس کو کچھ تعلق نہیں۔

سوال نمبر ۱: حال میں پادرہ[2] ضلع بڑودہ کے ایک صاحب کا ہمارے پاس ایک خط آیا ہے۔ ہم اس کو بجنسہٖ ذیل میں درج کرتے ہیں۔

---

[1] اس بعد والی روئداد پر بحیثیت مرتب مولوی محمد یونس صاحب کا نام ڈالا گیا ہے لیکن جس کی پیدائش کردہ معلوم اور ہم کو بالخصوص معلوم ہے کہ روئداد کے مرتب درحقیقت مولوی اجمل میاں صاحب ہیں جب چاہے مولوی محمد یونس یا ان کے علاوہ مولوی نعیم الدین صاحب مدرس آبادی کو صرف شورہ دینے کا فخر حاصل ہے۔ لہٰذا ہم اس روئداد کے متعلق جو کچھ استفسارات کریں گے وہ اس کے حقیقی مرتب مولوی اجمل میاں صاحب سے کریں گے اگر ان کو اس نسبت سے انکار ہو تو اپنا انکاری بیان بحلف شائع کر دیں پھر صرف بتقاضائے شرم ہمارا بھی خطاب مولوی محمد یونس صاحب سے ہے وہ اس کا جواب دیں۔ ۱۲

[2] یہ پادرہ مولوی حشمت علی صاحب کی قیامگاہ ہے ۱۲

"جناب ناظم صاحب دارالاشاعت سنبھل ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ ۔

آداب و نیاز کے بعد التماس ہے کہ کئی مہینے ہوئے مولوی حشمت علی صاحب نے یہاں آکر یہ بیان کیا کہ میں سنبھل میں مناظرہ کرکے آیا ہوں اور میں نے وہابیوں دیوبندیوں کو بہت ہرایا۔ اور بہت سی باتیں بیان کیں۔ ہم لوگوں کو ان کی باتوں کا یقین تو نہ ہوا لیکن فکر ضرور ہوئی۔ کچھ دنوں کے بعد مسجد میں مولوی حشمت علی صاحب کا ایک خط ملا جو ان کے نام سنبھل سے آیا تھا۔ میں بغرض تفتیش حق اس کو پڑھ لیا۔ اس کے مضمون سے میں نے یہ تو بخوبی سمجھ لیا کہ مناظرہ میں اہل حق کی فتح ہوئی۔ لیکن نئی فکر اس سے یہ ہوگئی کہ سنبھل میں اہل حق کو مسجدوں سے نکال دیا گیا ہے۔ اس کی تفتیش کی تمنا رہی لیکن مجبوری یہ تھی کہ سنبھل کا کوئی خاص پتہ جس سے صحیح حالات کا انکشاف ہوتا معلوم نہ تھا۔ اب حسن اتفاق سے آپ کا ایک اشتہار "بریاؤں" میری نظر سے گزرا، اس سے پتہ معلوم ہوا۔ لہذا آپ کو تکلیف دیتا ہوں کہ آپ براہ کرم اصلی حالات سے مطلع فرمائیں۔ کیا واقعی سنبھل میں بدعتیوں نے اہلسنت کو اسی طرح مساجد سے نکال دیا ہے جس طرح کہ مشرکین مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت اللہ شریف سے نکال دیا تھا۔ یا یہ بھی محض جھوٹ ہے؟ (اللہ کرے ایسا ہی ہو) میں آپ کا بے حد ممنون ہوں گا۔

اب میں بعینہٖ اس خط کو نقل کرتا ہوں (اس کے بعد کسی محمد اسماعیل کی چند سطریں لکھی ہیں لیکن چونکہ اس سے ہماری غرض متعلق نہیں اس لئے ہم اس کو چھوڑتے ہیں اور مولوی اجمل میاں صاحب کا خط بجنسہٖ نقل کرتے ہیں)۔

"مکرمی جناب مولانا (حشمت علی صاحب) السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ۔

جناب کے دوگرامی نامے آنے ایک اس وقت آیا تھا جب میں مرادآباد تھا۔ کئی روز قیام رہا۔ اس وجہ سے تاخیر ہوئی۔ کہ اتنے میں دوسرا خط سر پر سوار ہوگیا، روئداد کی طباعت شروع ہوگئی ہے۔ کئی کاپیاں چھپ چکی ہیں نہایت جلد ہفتہ عشرہ میں مطبوع ہو جائے گی۔ اس میں (یعنی اس روئداد میں جو مولوی حشمت علی صاحب نے یاد سے لکھ کر بھیجی تھی[1] مشتہر) اتنا تغیر اور کر دیا گیا ہے کہ جہاں سے سوال و جواب نہیں بنے ان کو انہیں کی یعنی

---

[1] مولوی اجمل میاں صاحب کے بعض خاص آدمیوں سے ہم کو معلوم ہوا تھا کہ اصل روئداد مولوی حشمت علی صاحب نے مرتب کرکے بھیجی تھی لیکن وہ ناکافی سمجھی گئی اور بہت سے رسالوں سے اس میں عبارتیں وغیرہ بڑھائی گئیں۔ الحمدللہ کہ اس خط نے اس کی پوری پوری تصدیق کر دی ۱۲

اہلسنت کی) روئداد سے نکال کر نہایت زبردست پہلو اپنا کر کے دکھایا گیا ہے۔ (بے شک آپ نے مخلوق کی آنکھوں میں خاک جھونکنے میں کوئی کمی نہیں کی۔ ع

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند مشتہر)

اور اس میں ان کی (یعنی اہلسنت کی) تمام خرافات کا جواب بالا بالا ہر ایک تقریر میں دے دیا گیا ہے (واقعی آپ نے اپنی کرنی میں کوئی کسر نہ چھوڑی اور مولوی حشمت علی صاحب پر بالخصوص اور ساری رضاخانی جماعت پر بالعموم بڑا احسان کیا۔ مشتہر) اور ہر مسئلہ پر کافی بحث کر دی گئی ہے اور آخر میں ایک تتمہ تنقیدی اس کے ساتھ ضم کر دیا جائے گا۔ آپ کی (یعنی مولوی حشمت علی صاحب کی) ہر ایک تقریر میں ان کے (یعنی حضرت مولانا محمد منظور صاحب مدظلہم کے) مواخذات کا بطریقہ دفع دخل مقدر کے خوب[1] دیئے گئے ہیں (اجی حضرت! یہ فرمائیے کہ جوابات دینے کی حتی الامکان کوشش کی گئی ہے۔ جوابات کی تو ہوا بھی نہیں۔ جب ان بے پناہ گرفتوں کا جواب مناظرہ میں مولوی حشمت علی صاحب و مولوی رحم الٰہی صاحب وغیرہ بھی نہ دے سکے تو آپ بے چارے کیا جواب دیں گے۔

سبحان اللہ! ؎

بُت کریں ارزو خدائی کی شان تری کبریائی کی

ہم ناظرین سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ فریقین کی روئدادیں سامنے رکھ کر فیصلہ کریں کہ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے جو گرفتیں رضاخانی دلیلوں پر کی ہیں، کیا ان کا جواب رضاخانی روئداد میں ہو چکا؟ آپ (یعنی مولوی حشمت علی صاحب) دیکھیں گے تو عجیب شان کی ہو گئی ہے۔ اب گزارش یہ ہے۔ دو سو[۲۰۰] جلدیں جناب خریدیں اور تیس روپیہ[۳۰] آپ روانہ فرما دیں اور ان کو تمام احباب میں تقسیم فرما دیں۔ اتنی گزارش کی بھی فقط اس وجہ سے ضرورت لاحق ہوئی کہ میں نے قرض لے کر اس کو طبع کرایا ہے (اجی میاں صاحب اتنا سچ! حضرت یہ تو فرمائیے وہ غریبوں کا چندہ کیا ہوا جو ایک خاص مصرف میں روئداد کے بہانے کیا گیا ہے) دہابیوں کی روئداد بھی بقیمت فروخت ہوتی ہے یعنی (۱۰) اور غالباً اس کی قیمت اُس کی نصف ہو گی (اس کے بعد چند سطریں مقامی حالت کے متعلق

---

[1] غالباً یہاں سے "جوابات" کا لفظ رہ گیا ہے۔ ۱۲

لکھی ہیں۔ لیکن چونکہ ان سے ہماری غرض متعلق نہیں لہذا ان کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد میاں صاحب لکھتے ہیں) دعا فرمایئے محمد عمر سلمہٗ کے متعلق جیسا جناب کا حکم ہو وہ بسر وچشم قبول ہے۔ والد صاحب، اور حافظ صاحب، مسٹر کلن صاحب وشبیر حسین صاحب وشیخ شرافت حسین صاحب وتمام محبان گرامی آپ کو سلام فرماتے ہیں اور جناب کا شب و روز انتظار کرتے ہیں۔

محمد اجمل قادری (ختم ہوا خط کا مضمون)

میاں صاحب سچ کہنا کہ کیا یہ خط آپ ہی نے مولوی حشمت علی صاحب کے نام لکھا ہے اگر لکھا ہے تو آپ کا یہ خط آپ کی روئداد کے مصنوعی، فرضی، بناوٹی ہونے کا کافی ثبوت فراہم کر رہا ہے یہ ہے قدرت کا غیبی فیصلہ اور وہ بھی آپ کے قلم سے ؎

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا مرے حق میں
زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا

اور اگر آپ کو اس خط سے انکار ہے تو پھر صاف صاف لکھئے کہ یہ خط ہمارا نہیں۔ اگر ہم نے اس مضمون کا کوئی خط مولوی حشمت علی صاحب کو لکھا ہو تو ہم پر خدا کی لعنت اور بروز حشر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب نہ ہو۔ پھر انشاء اللہ العزیز حقیقت کے پردہ سے نقاب اٹھا کر حق و باطل کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔ اور آپ کی راست بازی و صداقت شعاری کا سچا فوٹو منظر عام میں پیش کر دیا جائے گا ؎

اچھا ہے دست شوق سے گستاخیاں معاف
اب خیر آپ کے نہیں بند نقاب کی

سوال نمبر ۲ : مناظرہ سے دو چار روز بعد آپ نے اپنی فرضی فتح کا جو اشتہار بعنوان (اہلسنت کی عظیم الشان فتح) شائع کرایا تھا اس میں مولوی حشمت علی صاحب نے پچاس سوالات وارد کئے اور اس جعلی روئداد میں ڈیڑھ سو سوالات لکھے گئے ہیں۔ ہم آپ کے ان بیانوں میں سے کون سے بیان کو سچا سمجھیں اور کون سے کو جھوٹا سچ ہے۔ "دروغ گو را حافظہ نہ باشد" دوسروں کی بدشگنی کے لئے اپنی ناک کٹانا اسی کا نام ہے۔ کہاں ہیں وہ لوگ جن کا منہ میاں صاحب کہتے کہتے خشک ہوتا ہے وہ آئیں اور اپنے ان میاں صاحب کی

صداقت شعاری کو ملاحظہ فرمائیں کہ ایک تحریر میں سوالات کی تعداد پچاس بتلا رہے ہیں اور دوسری میں ایک سو پچاس۔ کیا بدعتیوں کے سارے میاں جی ایسے ہی ہوتے ہیں۔ اے مسکینو! اپنی حالت پر رحم کرو ؎

کار شیطان میکند ناش دلی
گر دلی ایں است لعنت بر دلی

سوال نمبر ۳ : اس جعلی روئداد میں جن کتابوں کے حوالے درج کئے گئے ہیں اور جن کی عبارتیں لکھی گئی ہیں کیا وہ تمام مناظرہ میں مولوی حشمت علی صاحب کے پاس موجود تھیں۔ اگر نہیں تو کہاں سے آئیں؟ ذرا سوچ سمجھ کر جواب دیا جائے۔ کتابوں کے متعلق ہمارے پاس مولوی رحم الٰہی صاحب کی ایک تحریر بھی محفوظ ہے۔ اور آپ بھی اپنی اس روئداد کے صفحہ ۲۸ پر مولوی حشمت علی صاحب کی ایک تقریر کے ذیل میں اقرار کر چکے ہیں کہ ہمارے پاس کوئی تفسیر نہ تھی ہم نے مولوی محمد منظور صاحب سے لے کر پیش کیں۔ حالانکہ اس روئداد میں ایسی کتابوں کے بھی حوالے ہیں جو سرے سے سنبھل میں بھی موجود نہیں چہ جائیکہ مناظرہ میں ہوں۔

ناظرین! اسی سے سمجھ لیں کہ یہ روئداد محض مولوی احمد رضا خان صاحب وغیرہ کے رسائل سے تصنیف کی گئی ہے مناظرہ کے واقعات سے اس کو کوئی تعلق نہیں۔

سوال نمبر ۴ : آپ نے اس جعلی روئداد میں انعقاد مناظرہ کا سبب بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ علماء اہلسنت نے اپنے مذہب کی اشاعت کے لئے ایک چال یہ چلی کہ مناظرہ کی علماء بریلی سے مکاتبت شروع کر دی الخ آپ سے دریافت کیا جاتا ہے کہ یہ آپ نے اپنی طرف سے لکھا ہے یا سچوں کے بادشاہ مولوی رحم الٰہی صاحب سے دریافت کر کے؟

جن لوگوں نے اہلسنت کی روئداد صاعقہ آسمانی کو ملاحظہ فرمایا ہوگا ان کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ سنبھل کا مناظرہ درؤ ضلع نینی تال کے مناظرہ کے بعد وہیں زبانی طور پر بغیر کسی خط و کتابت طے ہو چکا تھا۔ اور خط کتابت صرف شرائط کے متعلق ہوئی تھی۔ اس کا اقرار مولوی رحم الٰہی صاحب کی متعدد تحریروں میں بھی موجود ہے۔ نیز ۲۱ جمادی الاولیٰ کو جو "اعلان اشتہار" سنبھل میں مولوی رحم الٰہی صاحب کا شائع ہوا تھا۔ اس کی پہلی سطر میں ہے۔

"درؤ ضلع نینی تال میں جو قرارداد ہو چکی تھی اس کے مطابق میں آپ سے مناظرہ کے لئے تیار تھا"

اس سے بھی صاف ظاہر ہے کہ سنبھل کا مناظرہ درد میں بغیر کسی خط و کتابت کے طے ہو چکا تھا اور یہ حرافہ کہتی ہے کہ مولانا محمد منظور صاحب نے اپنے مذہب کے پھیلانے کے لئے مناظرہ کی مکاتبت شروع کر دی۔ تف ہے تمہارے اس سفید جھوٹ پر۔

سوال نمبر ۵ : اس جعلی روئداد کے صفحہ ۵ پر لکھا گیا ہے کہ " جب مولوی حشمت علی صاحب مناظرہ سے پہلے سنبھل آئے تو اہلسنت ان سے مناظرہ کے لئے آمادہ نہیں ہوئے۔ انتہی ملخصاً "

کیا آپ اس کے لئے تیار ہیں کہ اُس وقت کی فریقین کی تحریریں کسی منصف مزاج آزاد مسلمان یا کسی تعلیم یافتہ غیر مسلم کے سامنے رکھ کر اس کا فیصلہ لے لیا جائے کہ کون جماعت ہر وقت مناظرہ کے لئے تیار رہی اور کس نے مناظرہ سے جان بچائی۔ ہم اس کے لئے بالکل تیار ہیں۔ اور ہمارے پاس فریقین کی تحریریں بھی محفوظ ہیں (دیدہ باید)

میاں صاحب ! کیا وہ منظر آپ بھول گئے جب کہ مناظر اسلام حضرت مولانا مولوی محمد اسعد اللہ صاحب سہارنپوری دام فیوضہٗ خود آپ کے مکان پر مناظرہ کے لئے تیار ہو کر آئے اور ہر چند چاہا کہ مولوی حشمت علی صاحب سے مناظرہ کے متعلق موبموگفتگو کریں۔ لیکن مولوی حشمت علی صاحب کو مولانا کے نام سے کچھ ایسا بخار چڑھا کہ اندر آنے کی بھی اجازت نہ دی گئی اور صاف فرما دیا کہ میں دیابیوں کو اپنی صورت دکھانا نہیں چاہتا۔ اور نہ ان کی صورت دیکھنا چاہتا ہوں۔ (یعنی ان سے پردہ کرتا ہوں)۔

میاں صاحب ! آپ ایمان نگل جائیں لیکن آپ کے در و دیوار در انّا اذا نزلنا بساحة قوم فساء صباح المنذرین [1] " کے اس منظر کو نہ بھولیں گے جب کہ شیر بیشۂ ان ظر حضرت مولانا محمد منظور صاحب و رئیس المقررین حضرت مولانا مولوی محمد اسماعیل صاحب دامت فیوضہما آٹھ بجے صبح سے دس بجے تک کامل دو گھنٹے آپ کی ڈیوڑھی پر تشریف فرما رہے۔ اور بار بار کہا کہ ہم مولوی حشمت علی صاحب سے مناظرہ کرنا چاہتے ہیں وہ باہر تشریف لائیں اور ہم سے شرائط وغیرہ طے کریں۔ لیکن وہ آپ کے شیر بیشہ بھیگی بلی کی طرح دم سادھے بیٹھے رہے۔ باوجود مبارزطلبی کے پے در پے نعروں کے۔ سامنے آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اتنا بھی نہ ہو سکا کہ پردہ ہی میں سے کچھ جواب دے دیتے۔

---

[1] ہم جب کسی قوم کے میدان میں پہنچتے ہیں تو ان کا حال برا ہو جاتا ہے ۱۲

کیا وہ رات یاد نہیں جب مولوی حشمت علی صاحب مع چند حوالی موالی کے آپ کے کمرہ میں بند تھے اور رئیس المقررین حضرت مولانا مولوی محمد اسماعیل صاحب دامت فیوضہم کی باطل سوز اور رضاخانیت شکن تقریر آپ کے مکان کے سامنے شیخ آل حسن صاحب کے مکان پر ہو رہی تھی۔ حضرت مولانا نے بار بار للکار کر فرمایا کہ جس کو اہلسنت وجماعت کے مذہب کی حقانیت میں کچھ شک ہو وہ آئے اور اپنے شکوک پیش کرے میں جواب دہی کے لئے حاضر ہوں۔ لیکن الحمد للہ صدائے برنخاست۔ کسی فرزند بدعت کو سامنے آنے کی جرأت نہ ہوئی۔

کیا یہی تھی مولوی حشمت علی صاحب کی آمادگی مناظرہ اہلسنت کی صدم آمادگی ؟ شرم، شرم۔ لیکن کہو کہ ہمارے جھوٹے مذہب میں، جھوٹے مذہب کی حمایت کے لئے جھوٹ بولنا بھی جائز بلکہ ثواب ہے۔ کیا یہی ہیں وہ مولوی حشمت علی صاحب جو رئیس المناظرین سلطان الواعظین حجۃ اہل السنۃ فی الارضین حضرت مولانا مولوی محمد عبدالشکور صاحب دامت فیوضہم در بار کا تہم سے مناظرہ کے خواستگار تھے۔ کیا انہیں باتنہ یب کو حضرت مولانا منہ لگائیں گے بالخصوص جب کہ امروہہ کے مناظرہ میں رضاخانیوں کے مسلّم مناظر اور مفتی اعظم مولوی نثار احمد صاحب کانپوری کو شکست فاش دے کر مبلغ پچاس روپیہ بھی وصول فرما چکے ہیں۔ ان واقعات کو سامنے رکھ کر ہر ہوش مند سمجھ سکتا ہے کہ حضرت موصوف الصدر سے مولوی حشمت علی صاحب کی درخواست مناظرہ کیا معنی رکھتی ہے۔ اس کے معنی یہ اور صرف یہ تھے کہ کسی طرح رضاخانیوں کے محدث، مولوی حشمت علی صاحب کے استاد مولوی رحم الٰہی صاحب کی گردن شیر نیستان مناظرہ حضرت مولانا محمد منظور صاحب کے زبردست پنجے سے چھوٹ جائے۔

سوال نمبر ۶ : آپ نے اپنی اس روئداد کے صفحہ ۱۰ پر یہ دکھایا ہے کہ "حضرت مولانا مولوی محمد منظور صاحب نے مولوی رحم الٰہی صاحب سے مناظرہ کے متعلق خود ہی خط کتابت شروع کی۔ اور پھر خود ہی پہلو تہی بھی کرنی چاہی ملحضا"

میاں صاحب ! آپ ایمان نگل جائیں، جھوٹ بولنے پر کمر باندھ لیں۔ لیکن مخلوق اندھی نہیں۔ آپ کے پاس مولوی رحم الٰہی صاحب کی ان تحریروں کا کیا جواب ہے جو منہ سے بول رہی ہیں کہ مولوی رحم الٰہی صاحب کے لئے حضرت مولانا محمد منظور صاحب کا مقابلہ موت کے سامنے سے کم نہ تھا۔ مولوی رحم الٰہی صاحب نے اپنی گلوخلاصی کے لئے جس قدر کاوا کیاں کیں اور چالیں چلیں ان کی تفصیل ہمارے ناظرین کو "صاعقہ آسمانی حصہ دوم" کے مطالعہ سے معلوم ہو چکی ہوگی۔

مولوی رحم الٰہی صاحب والا "لال استہار" (جواب تک سنبھل کے بعض در و دیوار پر چسپاں ہے)

کیا اپنے ناظرین سے بزبان حال نہیں کہہ رہا کہ حضرت مولانا محمد منظور صاحب کا مقابلہ مولوی رحم الٰہی صاحب کے لئے منہ کا نوالہ نہیں زہر کا پیالہ تھا۔ اگر کسی کو ہمارے اس بیان میں شبہ ہو تو۔

"ہم اعلان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ کو سارے ہندوستان کے رضاخانی ایڑی چوٹی تک کا زور لگا کر حضرت مولانا کے مقابلہ کے لئے مولوی رحم الٰہی صاحب کو تیار کر دیں اور پھر قدرت کا تماشا دیکھ لیں"

لیکن ہم پیشین گوئی کرتے ہیں کہ مولوی رحم الٰہی صاحب کا تیار ہو جانا آسان نہیں ؎

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

آپ نے روئداد کے صفحہ ۶ پر لکھا ہے کہ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے مولوی رحم الٰہی صاحب کو لکھا تھا کہ ۱۵ جمادی الاولےٰ کو سفر خرچ آپ کے پاس پہنچ جائے گا اور ۲۲ کو پہنچا الخ

بتلائیے ! کہ حضرت مولانا نے اپنے کس مکتوب گرامی میں یہ تحریر فرمایا ہے اور اس کا ثبوت دیجئے اور اگر آپ ثابت نہ کر سکیں (اور انشاء اللہ العزیز تا قیامت ثابت نہ کر سکیں گے) تو صاف اقرار کریں کہ ہم نے جھوٹ بولا۔ ہم پر خدا اور اس کے رسول جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم کی لعنت، آسمان کے فرشتوں اور زمین کی کائنات کی لعنت۔

آپ نے اسی صفحہ پر یہ بھی لکھا ہے کہ اشتہار "رضاخانیوں کا شرمناک فرار" (جو مولوی رحم الٰہی صاحب کے تاریخ مقررہ پر نہ آنے اور اشتہار "کھلا خط" بھیج کر اپنے شرمناک فرار کا اعلان کرنے پر ۲۲ جمادی الاولیٰ کو اہلسنت کی جانب سے شائع ہوا) تاریخ مناظرہ سے پہلے ہی چھپوا کر رکھ لیا گیا تھا۔ انتہی ملخصاً۔ کیا آپ کا یہ بیان سفید جھوٹ اور کذب خالص نہیں، کیا آپ اس کا کوئی ثبوت دے سکتے ہیں ؟

ناظرین ! اشتہار "شرمناک فرار" ۲۲ جمادی الاولےٰ کو دن کے گیارہ بجے لکھا گیا اور چار بجے کے بعد چھپ کر شائع ہوا۔ جب کہ مناظرہ کی ایک تاریخ گزر بھی چکی تھی۔ پریس موجود ہے پریس والے کاتب بھی موجود ہیں۔ ان سے تصدیق کی جا سکتی ہے۔ میاں صاحب ! رات کو دن اُلّوؤں ہی کے مجمع میں کہا جا سکتا ہے اور وہی اس کو باور بھی کر سکتے ہیں۔

سوال نمبر ۷ : اس روئداد میں جناب کو مناظر لکھا گیا ہے دریافت طلب یہ امر ہے کہ جناب نے اپنی عمر میں کس قدر مناظرے کئے اور کہاں کہاں اور کس کس سے ؟

سوال نمبر ۸ : اس روئداد میں ظاہر کیا گیا ہے کہ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے کبھی آپ سے مناظرہ کرنا چاہا اور پھر خود ہی پہلو تہی[1] بھی کی ۔ (یہ مجنونانہ بڑ تو محتاج تردید نہیں) لیکن ہم امید کرتے ہیں کہ آپ کی قابلیت اب پہلے سے کم نہ ہوگی تو کیا اب آپ حضرت مولانا کے کسی ادنیٰ شاگرد سے مناظرہ کرنے کے لئے تیار ہیں؟

سوال نمبر ۹ : آپ نے اس روئداد کے آخر میں اعلان کیا ہے کہ علمائے اہلسنت ہمارے ان ایک سو پچاس[2] سوالات کا جواب دیں ۔

کیا[3] آپ مولوی رحم الٰہی صاحب یا مولوی نعیم الدین صاحب یا مولوی حامد رضا خان صاحب ، یا فرقۂ رضاخانی کے کسی اور ذمہ دار کو (جس کی دولت مولوی حشمت علی صاحب کی طرح صرف بدزبانی نہ ہو) اس کے لئے تیار کرسکتے ہیں کہ وہ کسی ایک صدر مسلّمۂ فریقین کی زیر صدارت بالمواجہ آپ کے ان ایک سو پچاس سوالات کا جواب سُنیں (جو ساری رضاخانی جماعت کی چھ ماہ کی متفقہ کوششوں اور دماغ سوزیوں کا نتیجہ ہیں) اور ہمارے بھی اتنے ہی سوالات کا جواب دیں ۔ سوالات کی ترتیب وہی رہے گی جس کو ہر منصف مزاج پسند کرلے ۔ یعنی ایک سوال ہماری جانب سے اور ایک سوال آپ کی جانب سے ۔ ہر سوال کے لئے باتفاق فریقین یا بفیصلۂ صدر اس کے مناسب وقت مقرر کردیا جائے گا ۔ حضرت مولانا محمد منظور صاحب اس کے لئے بالکل تیار ہیں اور جواب کے منتظر ہیں دیکھئے کب تک جواب خط سے آنکھیں شاد ہوں ۔

سوال نمبر ۱۰ : آپ نے اپنی روئداد کے صفحہ ۴ پر حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب شہید مرحوم و مظلوم اہل بدعت کے متعلق لکھا ہے کہ معاذ اللہ ان کے نزدیک نماز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال آجانا بیل اور

---

[1] میاں صاحب ! جھوٹ بولنے کو بھی سلیقہ چاہئے ۔ کہاں آپ اور کہاں حضرت مولانا محمد منظور صاحب دامت فیوضہم ۔ ؎

ظہور حشر نہ ہو کیوں کہ کھیتی گنجی ۔۔۔ حضور بیل بستاں کرے نواسنجی ۱۲

[2] چونکہ یہ سوالات بحیثیت مجموعی آپ کے اقرار سے مناظرہ کے سوالات نہیں بعد کے تصنیف کردہ ہیں جیسا کہ سوال نمبر ۱ میں معلوم ہو چکا لہٰذا ہم کو اس درخواست کا حق حاصل ہے ۱۲

گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے بدرجہا بدتر ہے۔ انتہی ملخصاً "

قطع نظر اس سے کہ حضرت شہید مرحوم نے کیا لکھا ہے اور کیا نہیں ہم آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ آپ کے نزدیک شہید مرحوم کے اس فرضی کلام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح توہین ہے یا نہیں ؟ اگر نہیں ہے تو بہتر ہو کہ آپ اپنے اور اپنے استاد مولوی نعیم الدین صاحب کے دستخطوں سے شائع کرا دیں کہ اس کلام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح توہین نہیں۔ پھر انشاء اللہ ہمیں کچھ عرض کرنے کی ضرورت نہ ہوگی اذناب خود ہی منہ کی مکھیاں اڑا دیں گے۔ اور اگر اس فرضی کلام میں صریح توہین ہے (جیسا کہ آپ کے کلام سے ظاہر ہے) تو پھر گزارش یہ ہے کہ آپ کے اعلیٰ حضرت اور سارے رضا خانیوں کے قبلہ وکعبہ مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی ان کو نہ خود کافر کہتے ہیں اور نہ دوسروں کو کافر کہنے کی اجازت دیتے ہیں۔ بلکہ فرماتے ہیں کہ سلامتی اسی میں ہے کہ ان کو کافر نہ کہا جائے[1] حالانکہ یہ مسلمہ مسئلہ ہے کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاف صریح ناقابل تاویل وتوجیہ توہین کرے وہ کافر ہے۔ حتیٰ کہ جو اس کے کفر میں شک کرے یا احتیاطاً کافر نہ کہے وہ بھی قطعی کافر مرتد[2] ہے۔ فرمایا جائے کہ خانصاحب بالقابہم کے متعلق کیا فتوےٰ ہے اور شہید مرحوم کو کافر نہ کہنے کے باوجود ان کے مسلمان ہونے کی کیا صورت ہے ؟

---

[1] خان صاحب بالقابہم اپنی مشہور کتاب "تمہید ایمان" کے صفحہ ۴۳ پر لکھتے ہیں " اور امام الطائفہ (اسماعیل دہلوی) کے کفر پر بھی حکم نہیں کرتا کہ ہمیں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل لا الٰہ الا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے جب تک کہ وجہ کفر آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہو جائے اور حکم اسلام کے لئے اصلاً کوئی ضعیف سا ضعیف محل بھی باقی نہ رہے فان الاسلام یعلو ولا یعلیٰ انتہی" غور فرمایا جائے یہاں یہی نہیں کہ مولوی احمد رضا خان صاحب اپنی ذاتی رائے سے شہید مرحوم کی تکفیر سے زبان روکتے ہیں بلکہ صاف فرماتے ہیں کہ بحکم نبوی شہید مرحوم کو کافر کہنا منع ہے۔ گویا جو کافر کہے وہ بقول خان صاحب آنحضرت کا نافرمان ہے۔ پھر محض کف لسان ہی نہیں بلکہ خط کشیدہ الفاظ صاف بتلا رہے ہیں کہ فاضل بریلوی ان کو مسلمان سمجھتے ہیں اور یہی ان کے نزدیک حکم نبوی کی تعمیل ہے۔ پھر اسی "تمہید" صفحہ ۴۲ پر ہے " علمائے محققین انہیں کافر نہ کہیں یہی جواب باصواب ہے اور اسی پر فتوےٰ ہو۔ اور اسی پر فتوےٰ ہے۔ اور یہی ہمارا مذہب ہے۔ اور اسی میں سلامتی ہے۔ اور یہی سیدھا راستہ ہے۔ ۱۲ انتہی ملخصاً وترجماً۔

[2] بجائے اس کے کہ ہم اپنی طرف سے اس کا کوئی ثبوت پیش کریں مناسب سمجھتے ہیں کہ اس موقعہ پر فاضل بریلوی ہی کی دو ایک عبارتیں

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

الجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

میاں صاحب ! کافروں کا کفر یوں ثابت ہوتا ہے۔ چور، یوں پکڑے جاتے ہیں۔ اصلی وہابیوں کا یوں پتہ لگتا ہے۔

افسوس ! ساری دنیائے اسلام کو چھوڑ کے جن کا دامن پکڑا تھا، سب کو وہابی کافر، مرتد بنا کے جن کو عالم اہلسنت، مجدد ملت سمجھا تھا وہ بھی صاف آنکھیں دکھا گئے اور شہید مرحوم کو مسلمان کہہ کر وہابیہ کی سرفہرست اپنا نام درج کرا گئے ؎

جو طبیب اپنا تھا دل اس کا کسی پر زار ہے
مژدہ باد اے مرگِ عینی آپ ہی بیمار ہے

اے شہید تجھ پر خدا کی بے شمار رحمتیں۔ تو نے دنیا میں زندہ رہ کر جہاد کیا اور کفار کو ان کے کیفر و کردار کو پہنچایا۔ اور آج بھی تو مجاہد ہے۔ خدا کے دشمنوں کو آج بھی تیری شمشیر بے نیام سے پناہ نہیں۔ زندہ باد اے شہید زندہ باد۔

ختم ہوئے ہمارے سوالات۔ ان کا جواب حتی الوسع جلد دیا جائے۔ جواب آجانے پر انشاء اللہ پھر دس ہی سوالوں کی ایک دوسری قسط پیش کر دی جائے گی۔ منتظر رہیں۔ یاد رکھئے ؎

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) نقل کردیں۔ ج مثلاً کہہ بھاری ہے گواہی تیری (تسمیہ ص۳) بلکہ شہ کو نفس مسئلہ کا وہ گراں بہا خزینہ ہے جس میں ان بدگویوں کے کفر میں اجماع تمام امت کی تصریح ہے اور یہ بھی کہ جو انہیں کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے۔ انتہی۔ نیز اسی کے ص۳۵ پر لکھتے ہیں۔ نیز کہ ایک ملعون کلام تکذیب خدا یا تنقیص انبیا علیہم الصلوٰۃ والثناء میں صاف۔ یہ تاویل تاویں وتوجیہ ہوا۔ اور پھر بھی حکم کفر نہ ہو۔ اب تو اسے کفر نہ کہنا کفر کو اسلام ماننا ہوگا جو کفر کو اسلام مانے خود کافر ہے ؎ خان صاحب بالکل صحیح فرمایا۔ لیکن یہ تو فرمایئے کہ انتخاب کے سوا وہ کون کمبخت ہوگا جو صاف صریح توہین سنے پھر بھی حکم کفر لگائے اور سلامتی مسلمان کہنے ہی میں مبتلائے۔ یہ عالی ہمتی تو ازل سے آپ ہی کے حصہ میں آئی ہے۔ ع

این کار از تو آید و مردان چنیں کنند ۱۲

دست از طلب نہ دارم تا کام من برآید
یا تن رسد بجاناں یا جان ز تن برآید

○

اس کے بعد ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ بطور نمونہ اس جعلی روئداد کے مضامین سے بھی اپنے ناظرین کو آشنا کرادیں جو چھ ماہ کی مسلسل کوششوں کے بعد بڑے بڑوں کے مشوروں سے تصنیف کی گئی ہے۔ سب سے پہلے ہم رضاخانی تہذیب کا ایک فوٹو ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔ امید ہے کہ ہمارے ناظرین اسکو دیدۂ عبرت سے دیکھیں گے اور اس سے کوئی خاص سبق حاصل کریں گے۔

○

سلیقہ گالیاں دینے کا بخشا ہے اگر ان کو
تو ہم کو شیوۂ تسلیم ابراہیم آذر دے

قال النبی صلعم خصال المنافق ثلث اذا عاھد غدر واذا خاصم فجر ﷺ
فرمایا سید ابرار، دوجہاں کے سردار، صلی اللہ علیہ وسلم نے منافق کی خصلتوں میں سے ہے کہ جب نزاع ہو تو گالیاں بکنے لگے۔

رضاخانی تہذیب کی ننگی تصویر

مولوی اجمل میاں صاحب روئداد نویس کی فحش کلامی و خرافات نگاری

مولوی حشمت علی صاحب کے

سوقیانہ سب وشتم اور بازاری گالی گلوچ کے تیرہ وتار مظاہرے

○

ناظرین کرام! رضاخانی صاحبان نے سوقیانہ سب وشتم اور بازاری گالی گلوچ میں جو خاص مہارت حاصل کی ہے وہ اپنی غیر معمولی شہرت کی وجہ سے محتاج بیان نہیں۔ رضاخانیت کے موجد ومجدد خان صاحب بریلوی اور ان کی ذریت باقیہ کی مطبوعہ تحریریں آج اس کا زندہ ثبوت ہیں۔ جن کے طرز تحریر نے صحیح یہ ہے کہ بھٹیاریوں کو بھی شرما دیا ہے، تہذیب ان کی ذہنیت پر ماتم کر رہی ہے، انسانیت ان کی گندہ دہنی پر نوحہ خواں ہے۔ آہ! ان سنڈاسی تحریروں سے حیاء شرم کی ناک کٹ جاتی ہے۔ شرافت کی پیشانی عرق انفعال سے تر بتر ہو جاتی ہے۔ امدیں حالات اگر کوئی شخص اس دشنام دہی میں ان کی ہمسری کا دعوے کرے تو غلط نہ ہے۔ یہ ان کے گھر کی میراث اور ان کے مورث اعلیٰ کا خاص ترکہ ہے۔ بقول کسے کہ ؎

چند تصویر بتاں چند حسینوں کے خطوط بعد مرنے کے میرے گھر سے یہ ساماں نکلا

الغرض ہم اقرار کرتے ہیں کہ ان بازاری گالیوں کے جواب سے ہم عاجز اور بالکل عاجز ہیں۔ اس کا جواب وہی دے سکتا ہے جس نے شرافت و انسانیت کو بالائے طاق رکھ کے حیا و شرم کو تین طلاقیں دی ہوں۔ ہاں صرف یہ کہتے ہیں۔ اے ناخدا ترسو! قیامت تو نہ آئے گی؟ حساب تو نہ ہوگا؟ ان بازاری گالیوں پر بارگاہ قہار سے مطالبۂ جواب تو نہ ہوگا؟ ہاں ہاں جواب تیار رکھو اس سخت وقت کے لئے جب کہ ہماری طرف سے جھگڑتا آئے گا ہمارا ایمانی کلمہ لا الہ الا اللہ[1] محمد رسول اللہ۔ اب ہم بسم اللہ نہیں بلکہ أَعُوذُ[2] بِاللّٰهِ مِنَ الْخُبُثِ وَ الْخَبَائِثُ پڑھ کر اس روئداد سے رضاخانی تہذیب کی صرف ایک دہائی بولتی چالتی تصویریں پیش کرتے ہیں۔

۱ : مولوی اجمل میاں صاحب اہلسنت وجماعت کے متعلق لکھتے ہیں "مسلمانوں (یعنی رضاخانیوں) کی مسلمانی اور اہلسنت (یعنی بدعتیوں) کی سنت اپنے حلقۂ تزویر میں پہچانتے تھے" (ص ۳۔ سطر ۱۸)۔

۲ : علمائے اہلسنت وجماعت کے متعلق لکھتے ہیں "تم اپنی مجموعی حیثیت کے ساتھ مجھ سے کراچی میں ایک بار کرنے کو تیار ہوں" ص ۴۔ سطر ۱۴۔

چونکہ اس جگہ مولوی اجمل میاں صاحب کی تہذیب پر روشنی ڈالنی مقصود بالذات نہیں۔ لہذا ہم انہیں دو شہادتوں پر اکتفا کرتے ہیں۔ شریعت مطہرہ نے بھی اکثر معاملات میں دو ہی شاہدوں پر کفایت کی ہے۔ ان کے علاوہ اور جو ان سے بڑھ چڑھ کر بازاری گالیاں بالخصوص سلطان المناظرین حجۃ اللہ فی الارضین حضرت مولانا مولوی محمد عبدالشکور[3] صاحب مدیر النجم دامت فیوضہم و رئیس المناظرین حضرت مولانا مولوی محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہم العالی کے متعلق لکھی گئی ہیں ہم ان کا نقل کرنا بھی پسند نہیں کرتے۔ اگر کسی صاحب کو دیکھنے ہی کا شوق ہو تو صفحہ ۴ کی سطر ۵، و ۶، و ۷، و ۸، و ۹، و صفحہ ۶ کو ملاحظہ فرمالیں جس میں رضاخانی تہذیب کا بہترین نمونہ موجود ہے۔ والعیاذ باللہ رب العالمین۔

---

[1] جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم۔ [2] یہ وہ دعا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پاخانے میں جاتے وقت کے لئے اپنی امت کو تعلیم فرمائی ہے۔

[3] رضاخانی دوستوں کو حضرت مولانا صاحب مدیر النجم دامت فیوضہم پر جو غیض و غضب ہے جس کا اظہار آئے دن اشتہارات اور رسائل میں ہوتا

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

از خدا جویم توفیق ادب
بے ادب محروم ماند از فضل رب

اس کے بعد ہم مولوی حشمت علی صاحب کی تہذیب کے بھی نمونے پیش کرتے ہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ہوتا رہتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس آخری زمانہ میں جو صفات رضاخانیت اور رضاخانیوں کو حضرت مولانا کی شمشیر فاروقی سے پہنچے ہیں وہ کچھ ایسے ہیں کہ تا بقائے دنیا فراموش نہیں کیے جا سکتے۔ آخر ۱۳۴۵ھ میں جو مناظرہ حضرت مولانا سے امروہہ میں ہوا اس میں غریبوں کو ایسی شکست ہوئی جس کا ماتم اگر صدیوں کیا جائے تو کم ہے۔ پھر مولوی نثار احمد صاحب نے مبلغ پچاس روپے بطور جرمانہ پیش کر کے اس شکست پر رجسٹری بھی کر دی اور کسی رضاخانی کے لئے لب کشائی کا موقعہ نہ چھوڑا۔ پھر ۱۳۴۶ھ میں مبارک پور کے مناظرہ میں یہی صورت پیش آئی اور رضاخانیوں کو حضرت موصوف الصدر کے مقابلہ میں وہ شکست فاش ہوئی جس کو ہر مخالف و موافق نے برأی العین دیکھا یہاں تک کہ مناظرہ کے آخری اجلاس میں رضاخانیوں کے مناظر و نمائندہ مولوی محمد فاخر صاحب الٰہ آبادی غشی کھا کر گر گئے۔ جس کے متعلق سول سرجن صاحب کا معائنہ کرا کر اہلسنت نے باضابطہ سارٹیفکیٹ بھی لے لیا اور اس غشی نے وہی کام کیا جو امروہہ کے مناظرہ میں مولوی نثار احمد صاحب کے پچاس روپیہ نے کیا تھا۔ اس کے بعد ۱۳۴۷ھ میں یہ سنبھل کا واقعہ پیش آیا جس میں رضاخانیوں کو ایک نہیں چند شکستیں ہوئیں۔ سب سے پہلی لاجواب شکست یہ ہوئی کہ مولوی رحم الٰہی صاحب باوجود منی آرڈر کے ایک ہفتہ قبل روانگی اور تار کی وصول یابی کے جس میں ۲۱ تک پہنچ جانے کی سخت تاکید تھی تاریخ معینہ پر سنبھل نہ آئے۔ اور ایک لال استشہار بھیج کر اپنی شرم ناک فرار کا خود ہی اعلان کر دیا۔ یہ ایسی اقراری اور لاجواب شکست تھی جس کا جواب قیامت تک نہیں دیا جا سکتا۔ اور اس کا بیشتر تعلق حضرت مولانا صاحب مدیر الجمعیۃ مدظلہ کی ذات سے تھا۔ صورت یہ پیش آئی کہ جب مناظرہ کے متعلق ساری باتیں طے ہو گئیں۔ تاریخ بھی معین ہو گئی تو مولوی رحم الٰہی صاحب کی طرف سے ایک گونہ اطمینان ہو گیا۔ لیکن حضرت مولانا محمد منظفر صاحب کو پھر یہ اندیشہ ہوا کہ اگر سنبھل پہنچ کر مولوی رحم الٰہی صاحب کو درد کا منظر یاد آ گیا تو بہت ممکن ہے کہ مولوی احمد رضا خان صاحب والی آخری چال چلی جائے اور کہہ دیا جائے کہ "تم میرے قرین نہیں ہو لہذا میں تم سے مناظرہ نہیں کرتا اپنے کسی بڑے کو بلا لو" اس لئے احتیاطاً حضرت مولانا صاحب مدیر الجمعیۃ کو تشریف آوری کی تکلیف دی۔ اور الحمد للہ کہ باوجود چند در چند موانع کے حضرت موصوف نے سنبھل تشریف لانے کا وعدہ فرما لیا۔ جب یہ خبر سنبھل میں گرم ہوئی تو ہمارے دوست مولوی اجمل میاں صاحب فوراً بریلی پہنچے۔ اور وہاں پہنچ کر اس کی اطلاع علمائے بریلی کو دی۔ اب کیا تھا مستقبل اور بھی زیادہ تاریک نظر آنے لگا۔ بہت سے مشوروں کے بعد فرار کی ہزیمت کو غنیمت جان کر

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

۱ : کہئے آپ کی فہم تنگ میں اب بھی داخل ہوا یا نہیں ۔ ص ۱۱ ۔ سطر ۲۲ ۔

۲ : آپ کی سمجھ کے اندر نہیں آیا ۔ ص ۱۱ ۔ سطر ۹ ۔

۳ : میں آپ کی خواہش پورا کرنے کے لئے اتنا اور زائد کئے دیتا ہوں ۔ ص ۹ ۔ سطر ۹ ۔

۴ : بالکل صاف اور سیدھا ہے لیکن افسوس آپ کی سمجھ میں نہیں اترتا ۔ ص ۸ ۔ سطر ۱۴ ۔

۵ : میرا کلام تو بہت صاف اور سیدھا تھا کچھ پیچیدہ نہ تھا مگر افسوس کہ آپ کی سمجھ میں داخل نہ ہوا ۔ ص ۔ سطر ۔

۶ : جو کام مجھ سے کرانا چاہا میں نے اسے انتہائی حد تک کر دیا ۔ ص ۱۲ ۔ سطر ۵ ۔

۷ : میں ڈھائی منٹ میں کر دوں گا اپنا پورا کام ۔ ص ۳۴ ۔ سطر

۸ : اگر کوئی شخص مولوی اشرف علی صاحب کو لکھے کہ تمہاری صورت گدھے کی سی ہے ۔ تمہاری ناک سؤر کی سی ہے ۔ تمہاری آنکھ اُلّو کی سی ہے ۔ تمہارے دانت کتے کے سے ہیں ۔ ص ۲۰ و ۲۱ ۔

ناظرین ! یہ ہے ان مسکینوں کی تہذیب جس پر شیطان بھی لاحول ہی پڑھتا ہوگا ۔ یہ ایک ذہائی گالیاں صرف نمونے کے طور پر ۔ اور وہ بھی محض ابتدائی صفحات سے پیش کی جاتی ہیں جو ہمارے ناظرین کی عبرت آموزی کے لئے کافی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) ایک اشتہار کا مضمون تیار کیا گیا جس میں اپنے شرمناک فرار کا کھلے لفظوں میں اقرار ہی نہیں اعلان تھا ۔ یہ لال اشتہار حسنی پریس بریلی میں چھپوا کر مولوی اجمل میاں کے سپرد کیا گیا اور میاں صاحب نے سنبھل پہنچ کر ۲۱ جمادی الاولےٰ کو اس کو شائع کیا ۔ اور مولوی رحم الٰہی صاحب نے سمجھ لیا کہ بیچ بس رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت ۔ ادھر ۲۲ کو سات بجے حضرت مولانا صاحب مدیر الجمعیۃ نے حسب وعدہ سنبھل میں نزول اجلال فرمایا ۔ لال اشتہار کا حال معلوم ہوا ، ان لوگوں کی بیحیائی شرم پر سخت حیرت ہوئی ۔ بالآخر چار بجے حضرت مولانا کے مشورہ سے مولانا محمد منظور صاحب نے بذریعہ تار برقی مولوی رحم الٰہی صاحب کو ایک جوابی نوٹس دیا جس کا مضمون یہ تھا کہ " سب حیلوں کو چھوڑ کر فوراً آئیے ورنہ جملہ مصارف کا (جن کا تخمینہ ۱۵۰ روپیہ کے قریب تھا) آپ پر دعویٰ آجائے گا " لیکن اللہ رے استقامت باوجودیکہ جوابی تار تھا ، بریلی سے جواب دلایا ۔ چونکہ حضرت مولانا عدیم الفرصت تھے اور آپکی ایک بیوی بھی سخت مرض تپ دق میں مبتلا تھیں (جن کا انتقال دو چار روز بعد ہی ہوگیا) اس لئے آپ کئی گھنٹے کال تار کے جواب کا انتظار کرنے کے بعد لکھنؤ تشریف لے گئے لیکن بریلی سے تار کے جواب میں کوئی آواز نہ آئی ۔ پھر دوسرے روز شاید وکیلوں نے مشورہ دیا کہ دعویٰ یقیناً ڈگری ہو جائے گا منصور بہ اہن میں آیا اور ۲۳ کی شام کو یہ جواب آیا کہ حضرت سفر کو گئے ہیں اجازت کا منتظر ہوں ۔ پھر کی صبح کو کشاں کشاں جناب تشریف بھی لے آئے ۔ اور اس کے بعد جو

ہیں ان گالیوں سے ان مسکینوں کی ذہنیت اور علمی قابلیت کا ہر ہوشمند بسہولت اندازہ لگا سکتا ہے۔ ورنہ ان گالیوں کے پلندے اور مغلظات کی پوٹ میں ہر ہر ورق پر بلکہ ہر صفحہ و سطر میں بازاری گالیوں کے ایسے ہی تیرہ و تار منظر موجود ہیں۔ ع

بس۔ قیاس کن از گلستان من بہار مرا

ہم ان بازاری گالیوں کا نہ کچھ جواب دینا چاہتے ہیں اور نہ دے سکتے ہیں۔ ہاں بریلی کی ہی اگر کوئی بازاری جوآ دے تو شاید دے سکے۔ ہمارے نزدیک تو بخدا ہر شریف انسان اس گالی نامہ کا دیکھنا بھی پسند نہ کرے گا۔ چہ جائیکہ جواب لکھے۔

ہاں ہم اپنے مجروح دل کو قرآن مجید و فرقان حمید کے اس فرمان عالی شان سے تسکین دیتے ہیں جو ایسے ہی وقت کے لئے نازل فرمایا گیا ہے۔

وَلتسمعن من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم ومن الذین اشرکوا اذی کثیرا وان تصبروا وتتقوا فان ذالک من عزم الامور ۔ (آل عمران ۳-۱۸۶)

یعنی اے مسلمانو! شمع محمدی کے پروانو! تم اہل کتاب اور عام مشرکوں سے بڑی گندی اور تکلیف دہ باتیں سنو گے۔ اگر تم نے صبر اور تقوے سے کام لیا تو یہ بڑا کام ہے۔

ہم خدا سے دعا کرتے ہیں کہ اگر اس نے آپ کو گالیاں ہی دینے کے لئے پیدا کیا ہے تو ہم کو اپنی مرضی کے مطابق اس پر صبر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

سلیقہ گالیاں دینے کا بخشا ہے اگر ان کو
تو ہم کو شیوۂ تسلیم ابراہیم آذر دے

واللہ ان گالیوں سے ہمارا کچھ نہیں بگڑتا بلکہ ہماری نیکیوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ خدا لطفیل حبیب پاک صاحب

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) جو کچھ ہوا صاعقہ آسمانی میں مذکور ہو چکا ہے۔ الغرض حضرت مدرالمنبر پر جو کچھ نازل ہے وہ ان فاروقی ضربوں کا ثمار ہے۔ ہم دست بدعا ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت مولانا کا سایہ ہمارے سروں پر مدت دراز تک قائم رکھے ؎ رہے وہ کھول برسیں یا رب تا آباد میخانہ

لولاک م ہمارے نیت کو درست رکھے ۔

نہ شود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت
سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

اس کے بعد ہم چاہتے ہیں کہ اس جعلی روئداد میں مسئلہ علم غیب کے متعلق جن مضامین کا اضافہ کیا گیا ہے۔ انتہائی اختصار کے ساتھ ان کے جوابات کی طرف بھی اشارہ کر دیا جائے تفصیل کو کسی دوسرے ضمیمہ کے لئے ملتوی کرتے ہیں۔

اس روئداد میں بالخصوص دو قسم کے اضافے کئے گئے ہیں۔ (۱) مسئلہ علم غیب کے متعلق جو کچھ ثبوت مناظرہ میں رضاخانیوں کی طرف سے پیش کیا گیا تھا جس کو حضرت مولانا محمد منظور صاحب کی بے نظیر اور قیامت تک لاجواب گرفتوں نے بے کار کر دیا تھا) روئداد نویس صاحب اور ان کے مشیروں نے اس ثبوت کو ناکافی سمجھ کر مزید ثبوت کا اضافہ کیا ہے۔ لیکن الحمد للہ کہ وہ ثبوت بھی بالکل ایسا ہی ہے جیسا کسی نے کہا تھا۔ عین ضعف، عین ناتوانی و زبونی لہذا ثابت ہو گیا کہ ہمارا نام محمد یوسف۔

بہرحال مولوی حشمت علی صاحب نے جو کچھ ٹوٹا پھوٹا ثبوت اپنے دعوے کا، مناظرہ میں پیش کیا تھا اس کے دندان شکن اور وہاں دوز جوابات دے کر اس کے پرخچے تو وہیں مناظرہ میں اڑا دیئے گئے تھے جس کے جواب الجواب کی اب تک نوبت نہیں آئی۔ چھ ماہ کی مسلسل کوششوں اور بڑے بڑوں کے مشوروں کے باوجود رضاخانی روئداد بھی ان کے جوابات سے ساکت[1] ہے۔ سچ ہے۔ الفضل ما شهدت به الاعداء کمال وہی ہے جس کا اقرار دشمن بھی کریں۔

---

[1] ہاں ایسا ضرور ہوا ہے کہ بعض جگہ روئداد نویس صاحب جواب دہی کے شوق میں رضاخانی مذہب ہی کو چھوڑ گئے ہیں۔ لیکن یہ جواب نہیں یہ فرار عن المبحث ہے اور مقابل کی بات کو تسلیم کر لینا ہے۔ مثلاً آپ صفحہ ۴ پر ایک نقض کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "رہی یہ بات کہ ہم حضرت سے قبل حضورؐ کے علم غیب کے قائل نہ ہوں یہ بالکل غلط ہے" (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

---

[1] یہ عبارت جس تقریر میں ہے اس کے شروع میں یہ الفاظ ہیں "پہلی حدیث کا حاشیہ لکھتا ہوں"، لکھنا کا لفظ خود بتلا رہا ہے کہ یہ مولوی حشمت علی صاحب کی تقریر ہے یا بعد کی تصنیف۔ جادو ہے وہ جو سر چڑھ کر بولے۔

زبان سے نہ سہی عمل سے ۔ اور جس ثبوت کا اب اضافہ کیا گیا ہے اس کا جواب اب حاضر خدمت ہے ۔ بنظر انصاف ملاحظہ فرمایا جائے ۔

ہم جواب دینے سے پہلے مناسب سمجھتے ہیں کہ مولوی حشمت علی صاحب کی وہ آخری تقریر جس میں ادلہ کا اضافہ کیا گیا ہے ، رضاخانی روئداد سے بجنسہٖ نقل کردیں تاکہ جوابات کے سمجھنے میں آسانی ہو اور یک طرفہ بات بھی نہ رہے ۔ اور ناظرین کو فریقین کی تحریروں سے صحیح نتیجہ نکالنے کا بہترین موقعہ ملے ۔ رضاخانی روئداد کے صفحہ ۶۷ پر ہے ۔

" اب نویں آیت سناتا ہوں ونزلنا علیك الكتاب تبیانا لكل شیء " یعنی اے محبوب ہم نے تم پر یہ کتاب نازل فرمائی جو ہر شئے کا روشن بیان ہے "

" دسویں آیت ملاحظہ ہو مافرطنا فی الكتاب من شیء یعنی ہم نے اس کتاب میں کوئی چیز اٹھا نہ رکھی یعنی اس میں ہر چیز کا بیان ہے "

" گیارھویں آیت وكل شیء احصینا ہ فی امام مبین ہر چیز کو ہم نے قرآن پاک میں بیان کر دیا ہے "

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) کہ شاید آپ قائل ہوں یا نہ ہوں آپ کو پوچھتا کون ہے ۔ فاضل بریلوی مولوی احمد رضا خان صاحب تو صاف اقرار فرماتے ہیں کہ ختم نزول قرآن سے پہلے ہجرت کے بعد بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض کو نیات کا علم نہ تھا ۔ اور اگر آپ کی مراد مطلق بعض مغیبات کا علم ہے تو یہ فرار عن المبحث ہے اس کی یہاں بحث کب ہے ۔ الغرض روئداد نویس صاحب نے جہاں جواب دینے کی کوشش کی ہے وہاں یا تو مجبور ہو کر اپنے مذہب قدیم کو چھوڑ کر کوئی نیا مذہب اختیار کیا ہے یا ایسا ہی اور کوئی مغالطہ دیا ہے ۔ اور اکثر تو یہ جوانمردی کی ہے کہ جن باتوں کا جواب نہ تھا ان کو سرے سے ذکر ہی نہیں کیا ہے ۔ ع این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند ۔

ناظرین ! ہر دو روئدادوں کا مطالعہ فرما کر ہمارے اس بیان کی تصدیق کر سکتے ہیں ۔ ۱۲

لہ یہ خطاب مولوی اجمل میاں صاحب سے ہے کیوں کہ یہ جرأت انہیں کی ہے ۔ اگر مناظرہ میں مولوی حشمت علی صاحب کبھی یہ کہہ دیتے تو پھر ان کے لئے رضاخانیت وبال جان ہی ہو جاتی ۔ ۱۲

" بارہویں آیت وکل شئ فصلناہ تفصیلا اور ہم نے ہر چیز کی پوری پوری تفصیل کر دی"

تیرہویں آیت ولا حبۃ فی ظلمت الارض ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین

یعنی کوئی ایسا دانہ نہیں جو زمین کی تاریکیوں میں ہو اور نہ تر و خشک مگر کتاب مبین میں ہے "

ان پانچوں آیتوں سے یہ معلوم ہوا کہ قرآن پاک ہر شے کا بیان ہے اور حضور اس کے عالم تھے لہذا حضور کو ہر شے کا تفصیلی علم ہو گیا اور تمام ماکان ومایکون پر اطلاع حاصل ہو گئی۔

چودھویں آیت ذالك من انباء الغیب نوحیہا الیك یعنی یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم نے تیری طرف وحی کی ہیں"

پندرہویں آیت فاوحیٰ الی عبدہ ما اوحیٰ پس وحی کی اپنے حبیب کی طرف جو کچھ کہ وحی کی "

اب دو حدیثیں بھی تبرکاً اور پیش کرتا ہوں۔ طبرانی میں حضرت ابو الدرداء سے مروی ہے۔ لقد ترکنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومایحرك طائر جناحیہ الا ذکر لنا منہ علما. یعنی نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے ہم سے اس حال میں مفارقت کی کہ کوئی پرندہ ایسا نہیں کہ اپنے بازو کو ہلائے مگر حضرت

لہ دراصل اضافہ یہاں سے شروع ہوتا ہے اس سے پہلے آیات اور ان کے جوابات تکمیلاً لفائدہ لکھ دیئے گئے ہیں۔

سہ رضاخانی روئداد میں یہ لفظ اسی طرح لکھا ہوا ہے اور غلط نامہ میں اس کی تصحیح اس طرح کی گئی ہے " پرندا "، معلوم ہوا نون کے بجائے ف لکھ دینا تو بے چارے کاتب کی غلطی تھی لیکن ہ کے بجائے پرندہ کو الف سے لکھنا یہ جناب فضیلت مآب مولوی اجمل میاں صاحب کا کمال ہے اور کیوں نہ ہو آخر تفسیر کو طفسیر لکھنا یہ بھی تو آپ ہی کی خصوصیت ہے۔ ہمارے پاس میاں صاحب کی وہ تحریر بحمداللہ محفوظ ہے جس میں آپ نے تفسیر کے بجائے طفسیر لکھا ہے اور یعسوب کو الف سے یاسوب لکھنا یہ تو حال ہی کی کرامت ہے جس کا جی چاہے خود میاں صاحب کا نکاح خوانی کا رجسٹر دیکھ سکتا ہے اور اس میں یہ دونوں نمونے موجود ہیں۔ میاں صاحب کے کسی عنایت فرما مسٹر عماد الدین صاحب بی اے علیگ نے اپنی ناصحانہ نظم میں کیا خوب لکھا تھا ؎ لکھا تفسیر کو طفسیر یہی علمی لیاقت تھی۔ مگر بنتے تھے علامہ پڑیں گے خوب ہی ڈنڈے۔ اس کے علاوہ اور بھی اس رضاخانی روئداد میں املاء کی ایسی غلطیاں ہیں جن کے متعلق وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ وہ صرف مولوی اجمل میاں صاحب ہی کی کرامت ہیں ان شاء اللہ کسی آئندہ ضمیمہ میں ان کی بھی ایک فہرست شائع کر دی جائے۔ ۱۲

صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے اس کا بھی حال بیان فرما دیا۔

تفسیر روح البیان میں ایک حدیث بیان کی جس کے الفاظ یہ ہیں۔ قال صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ المعراج قطرت فی حلقی قطرۃ فعلمت ما کان وما سیکون یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شب معراج میں میرے حلق میں ایک قطرہ ٹپکایا گیا اس کے فیضان سے مجھے ما کان ومایکون کا علم حاصل ہوگیا" ص ۶۷۔

اس کے علاوہ صفحہ ۶۶۔ پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی ایک روایت کا اضافہ کیا ہے۔ الفاظ یہ ہیں۔

قام فینا النبی صلی اللہ علیہ وسلم مقاما فاخبرنا عن بدء الخلق حتی دخل اھل الجنۃ منازلھم واھل النار منازلھم ؛

یعنی حضور ہم میں ایک بار کھڑے ہوئے تو جب سے مخلوقات کی پیدائش کی ابتداء ہوئی اس وقت سے جب تک جنتی جنت میں چلے جائیں گے اور دوزخی دوزخ میں۔ اس وقت تک تمام چیزوں کا بیان فرما دیا "

نیز اسی صفحہ پر ایک عبارت شرح زرقانی سے نقل کی ہے۔ الفاظ یہ ہیں۔ " اصحابہ صلی اللہ علیہ وسلم جازمون باطلاعہ علی الغیب " صحابۂ کرام یقین کے ساتھ حکم لگاتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کا علم ہے "

ان کے علاوہ اپنے دعوے کی تائید میں جن اقوال کو پیش کیا ہے ہم ان کے جواب دینے کی چنداں ضرورت نہیں سمجھتے کیوں کہ بیشتر تو ان میں وہ ہیں جن کا جواب صاعقہ آسمانی ہی کے مطالعہ سے معلوم ہو سکتا ہے اور کچھ کا جواب ہماری اس مختصر تحریر سے معلوم ہو جائے گا۔ انشاء اللہ العزیز الکریم۔ علاوہ ازیں یہ کہ وہ حجت شرعیہ بھی نہیں۔ اب ہم نمبروار جواب دیتے ہیں۔ بنظر انصاف ملاحظہ فرمایا جائے۔

اس تقریر میں جو پہلی آیت کریمہ ہے اس کا لفظی ترجمہ یہ ہے۔ " اور نازل کیا ہم نے تم پر کتاب کو کہ (وہ) پورا بیان ہے ہر شے کا " آپ کے اس استدلال پر پہلے تو چند مناظرانہ سوالات کئے جاتے ہیں۔ ذرا سوچ سمجھ کر جواب دیا جائے۔

۱ : اگر آپ نے اس کا مطلب یہ سمجھا ہے کہ قرآن عزیز میں ہر چیز کا بیان ہے خواہ وہ ادنیٰ ہو یا اعلیٰ۔ دین کی یا دنیا کی۔ شان نبوت کے مناسب ہو یا غیر مناسب۔ آج کی ہو یا کل کی، حال کی ہو یا مستقبل کی۔ تو آپ خود اس کے قائل نہیں۔ آپ محض ان چیزوں کا علم محیط مانتے ہیں جو ابتدائے آفرینش عالم سے لے کر یوم آخرت تک وجود میں آئیں نہ اس سے قبل کی اشیاء کا نہ اس سے بعد کی اشیاء کا۔ آپ نے اپنی اس روئداد کے صفحہ ۱۲ سطر ۱۱ میں صاف لکھا ہے کہ اللہ تبارک وتعالےٰ کی ذات وصفات کا پورا علم نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے نہ آئندہ ہوگا اور نہ ہو سکتا ہے (ملخصاً)۔ حالانکہ ذات وصفات الٰہیہ بھی مولوی احمد رضا خان صاحب کی تصریح کے مطابق اشیاء میں داخل ہیں۔ "انباء المصطفیٰ" صفحہ ۲ پر فاضل بریلوی لکھتے ہیں۔

"اور اہلسنت کے مذہب میں شے ہر موجود کو کہتے ہیں" اور ظاہر ہے کہ اللہ تبارک وتعالےٰ کی ذات وصفات بھی موجودات میں سے ہیں۔ بلکہ ساری مخلوق کا وجود ظلی اور ذات وصفات الٰہیہ کا وجود اصلی ہے۔ نیز "خالص الاعتقاد" میں آپ کے انہیں اعلیٰ حضرت نے علم قیامت کے متعلق تردد ظاہر کیا ہے کہ آیا وہ داخل ہے یا خارج۔ لہذا اگر اس آیت کریمہ کے یہ عام معنی لئے جائیں گے تو یہ آپ کے مذہب کے بھی مخالف ہے اور جو الزام آپ ہم پہ رکھنا چاہتے تھے وہی بعینہٖ آپ پر بھی وارد ہوگا ؎

ہم الزام ان پہ رکھتے تھے قصور اپنا نکل آیا

۲ : جس طرح اس آیت کریمہ میں قرآن عزیز کو تبیانا لکل شیء فرمایا گیا ہے اسی طرح توریت کے متعلق بھی سورۂ انعام میں ارشاد ہے ولقد اتینا موسی الکتاب تماما علی الذی احسن و تفصیلا لکل شیء دوسری جگہ ارشاد ہے۔ وکتبنا له فی الالواح من کل شیء موعظة وتفصیلا لکل شیء پس آپ کے اصول پر لازم آئے گا کہ توریت میں بھی ہر چیز کا بیان ہو۔ اور علوم قرآن اور علوم توریت برابر ہوں۔ اور قرآن پاک میں کوئی بات توریت سے زیادہ نہ ہو اور یہ یقیناً کفر ہے۔

۳ : پھر یہ بھی لازم آئے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا علم شریف بس حضرت موسےٰ وعیسےٰ علیٰ نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام کے برابر ہو ان سے زیادہ نہ ہو۔ کیونکہ حضور اقدس کی طرح بواسطہ توریت ہر ہر چیز کا پورا پورا علم ان کو بھی ہوگا اور یہ بھی صریح کفر ہے۔

لہ (حاشیہ برصفحہ آئندہ)

سر دست صرف یہی تین مناظرانہ وار کئے جاتے ہیں۔ ان کا جواب آجانے پر اس آیت کے متعلق کچھ اور بھی عرض کیا جائے گا۔ کیوں کہ بدعوی احمد رضا خان صاحب کے نزدیک مسئلہ علم غیب کی نہایت زبردست دلیل ہے۔ اس کے بعد ہم اس آیت کریمہ کا صحیح مطلب مفسرین امت کے کلام سے پیش کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔ تفسیر مدارک التنزیل میں ہے۔

۱ : تبیانا لکل شیء من امور الدین۔ یعنی قرآن عزیز میں دین کی ساری باتوں کا بیان ہے۔

۲ : تفسیر جلالین شریف میں ہے۔ یحتاج الیہ من امر الشریعۃ (ص ۲۲۲) یعنی قرآن شریف میں ان سب باتوں کا بیان ہے جن کی ضرورت لوگوں کو شریعت کی باتوں میں پڑتی ہے۔

۳ : تفسیر جامع البیان میں بھی اس کے قریب قریب الفاظ ہیں۔ (ملاحظہ ہو ص ۲۲۲)

۴ : تفسیر تبصیر الرحمٰن میں ہے۔ لکل شیء من المعارف والاحکام واخبار الماضین۔ یعنی قرآن شریف میں ہر چیز کا بیان ہے معرفت کی باتوں میں سے اور احکام میں سے اور اگلے لوگوں کے واقعات میں سے۔

۵ : تفسیر روح البیان میں ہے۔ لکل شیء یتعلق بامور الدین۔ یعنی قرآن شریف سب دینی باتوں کا بیان ہے۔

۶ : تفسیر معالم التنزیل میں ہے۔ تبیانا لکل شیء یحتاج الیہ من الامر والنہی والحلال والحرام والحدود والاحکام۔ (ص ۱۷۷)۔ یعنی قرآن شریف میں ہر اس چیز کا بیان ہے جس کی حاجت پڑتی ہے۔ یعنی اوامر و نواہی کا حلال و حرام کا۔ حدود، اور احکام کا۔

۷ : تفسیر خازن میں ہے۔ قال اھل المعانی (تبیانا لکل شیء) یعنی من امور الدین ج ۲ ص ۱۲۹

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) ؎ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تو اس لئے کہ توریت خود ان پر نازل ہوئی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا علم توریت ہونا قرآن عزیز میں مذکور ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ویعلمہ الکتاب والحکمۃ والتوراۃ والانجیل الآیۃ ۱۲

یعنی قرآن شریف میں سب دینی باتوں کا بیان ہے۔

۸ : تفسیر بیضاوی شریف میں ہے۔ (تبیانا لکل شیء) من امور الدین (ص ۳۲۲ - ج ۱)۔

یعنی قرآن شریف میں سب دینی باتوں کا روشن بیان ہے۔

۹ : تفسیر ابوالسعود میں ہے۔ (تبیانا لکل شیء) یتعلق بامور الدین (ص ۳۶۴ - ج ۱)۔

یعنی قرآن پاک میں تمام ان چیزوں کا روشن بیان ہے جو دین سے متعلق ہیں۔

۱۰ : تفسیر کبیر میں تقریباً یہی مضمون ہے۔ لیکن چونکہ اس میں اس کو مدلل بیان کیا ہے اس وجہ سے عبارت طویل ہوگئی ہے ہم بقصد اختصار اس کو چھوڑتے ہیں۔ ملاحظہ ہو تفسیر کبیر ص ۳۴۴ ج ۵ ۔

ہم بقصد اختصار صرف انہی دس تفسیروں کے حوالہ جات پر اکتفار کرتے ہیں ورنہ اہلسنت کی صدہا تفاسیر سے اس قسم کی عبارتیں نقل کی جاسکتی ہیں۔

ان عبارات سے ہر ذی فہم سمجھ سکتا ہے کہ مفسرین اہلسنت کے نزدیک اس آیت کریمہ کا مطلب صرف یہ ہے کہ قرآن پاک میں دینی باتوں کا پورا بیان ہے۔ اور الحمد للہ کہ یہی ہمارا عقیدہ ہے۔ بے شک قرآن عزیز میں دین الٰہی کی باتوں کا نہایت واضح اور روشن بیان ہے۔ اور ہمارے آقا و مولا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے عالم ہیں عالم ہی نہیں بلکہ معلم ہیں۔ اور جس کو جو کچھ دین الٰہی کا علم ہے وہ حضور ہی کا صدقہ ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم و بارک وعظم و شرف وکرم۔

ہاں یہ رضا خانیوں ہی کی ذہنیت ہے کہ ان کے نزدیک قرآن شریف میں یہ بھی مذکور ہے کہ فلاں روز اتنی مکھیاں مریں گی، اتنی پیدا ہوں گی، اس قدر مچھر مریں گے اور اس قدر پیدا ہوں گے۔

ناظرین! ذرا ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں کہ کیا قرآن عزیز مکھی، مکڑی، مچھر، پسو اور کیڑے مکوڑوں کے موت وحیات اور دیگر حالات بیان کرنے کے لئے نازل ہوا ہے؟ کیا وہ مچھلی مینڈک اور برساتی کیڑوں کی ہسٹری اور حالات زندگی بتلائے گا؟ میرے نزدیک تو کوئی باایمان بھی اس کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ ہوگا۔ نعوذ باللہ من سوء الفہم۔

اس کے بعد ہم دوسری آیت کریمہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اس کا لفظی ترجمہ یہ ہے " نہ چھوڑی ہم نے کتاب

میں کوئی چیز " اس آیت کریمہ سے جو استدلال کیا جاتا ہے اول تو اس پر وہی تین مناظرانہ سوال کئے جاتے ہیں جو اس سے پہلے استدلال پر کئے گئے۔ تاوقتیکہ ان کے شافی جوابات دے کر دلیل کو دعوے کے مطابق نہ کر دیا جائے اس سے استدلال کرنا بقول مولوی احمد رضا خان صاحب نہ صرف جہالت بلکہ دیوانگی ہے (سوالات کے اعادہ کی حاجت نہیں ناظرین خود جاری فرما سکتے ہیں)۔

اس کے بعد ہم اس آیت کریمہ کا بھی صحیح مطلب مشاہیر مفسرین اہلسنت کی تفاسیر سے نقل کرتے ہیں۔ ملحوظ رہے کہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ بعض نے لفظ " کتاب " سے لوح محفوظ مراد لی ہے اور بعض نے قرآن پاک۔ ظاہر ہے کہ جب لوح محفوظ مراد لی جائے گی (جیسا کہ جلالین شریف ص ۱۱۳۔ و تفسیر جامع البیان ص ۱۱۳۔ و تفسیر مدارک التنزیل ص ۱۸۲۔ و تفسیر تیسیر الرحمٰن ص ۲۱۷ وغیرہ میں ہے) تو آیت کریمہ کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے لوح محفوظ میں کوئی چیز نہ چھوڑی۔ پس اس صورت میں اس آیت کریمہ کو مسئلہ علم غیب سے کوئی تعلق ہی نہ ہوگا۔ اور نہ ہمارے مخالفین اس معنی کے اعتبار سے اس آیت سے استدلال کرتے ہیں۔ ان کا استدلال صرف اس صورت میں ہے جب کہ کتاب سے قرآن پاک مراد ہو۔ لہذا ہم یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ جن مفسرین نے کتاب سے قرآن پاک مراد لیا ہے انہوں نے اس آیت کا مطلب کیا سمجھا ہے۔ آیا وہ جو ہمارے دوست رضا خانیوں نے سمجھا (یعنی یہ کہ قرآن شریف میں ساری باتیں مذکور ہیں خواہ وہ دینی ہوں یا دنیوی، مفید ہوں یا غیر مفید حتی کہ (معاذ اللہ) کیڑے مکوڑوں کا پاخانہ اور پیشاب بھی مذکور ہے) یا وہ معنی سمجھے ہیں جو باتباع مفسرین ہم سمجھتے ہیں۔ (یعنی یہ کہ قرآن شریف میں دین الٰہی کی تعلیم ہے ہدایت کے اصول ہیں۔ معارف کا بیان ہے۔ حقائق کا تبیان ہے)۔ ملاحظہ ہو۔ تفسیر مدارک التنزیل میں ہے۔

او الکتاب القرآن وقولہ من شیء ای من شیء یحتاجون الیہ الخ مدارک ص ۱۸۶۔

یعنی اس آیت میں یا کتاب سے قرآن عزیز مراد ہے تو اس صورت میں شیء سے مراد وہی چیز ہے جس کے لوگ دینی معاملات میں محتاج ہوں۔ یعنی قرآن شریف میں دینی ضروریات کو نہیں چھوڑا گیا۔

تفسیر ابوالسعود میں ہے ای ما ترکنا فی القرآن شیئاً من الاشیاء المھمۃ (ص ۶۲ ج ۴)

یعنی ہم نے قرآن شریف میں (سب ضروری باتیں بیان کر دیں) کوئی چیز بھی ضروریات میں سے نہیں چھوڑی۔

تفسیر کبیر میں ہے قولہ "ما فرطنا فی الکتاب من شیء" یجب ان یکون مخصوصا

ببیان الاشیاء التی یجب معرفتها و الاحاطة بها۔ یعنی اس آیت کریمہ میں جو شے کا لفظ ہے (اس کو عام نہیں رکھا جا سکتا) بلکہ اس کا ان اشیاء کے ساتھ خاص کر دینا واجب ہے جن کی معرفت ضروری ہو اور جن کا علم لابدی ہو۔ یعنی آیت کریمہ کا صرف یہ مطلب ہے کہ ہم نے قرآن شریف میں تمام وہ چیزیں بیان کر دیں جن کا جاننا لازمی ہے ان میں سے کوئی چیز نہ چھوڑی۔

یہاں ہم بخوف طوالت صرف انہیں حوالہ جات پر اکتفاء کرتے ہیں اور ارباب انصاف کے لئے اسی قدر کافی سمجھتے ہیں۔

اس کے بعد ہم چوتھی آیت کریمہ وکل شیء فصلنا ہ تفصیلا کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اس کا ترجمہ یہ ہے "ہم نے ہر چیز کی پوری تفصیل کر دی"

اس استدلال پر بھی ہمارے وہی اٹل تین سوال ہیں جو پہلی دلیل پر وارد کئے جا چکے اور جن کا جواب نہ ہوا اور نہ انشاء اللہ ہو سکے گا (ناظرین ان سوالات کو خود جاری فرمالیں) رہا اس کا صحیح مطلب اس کو ہم چند معتبر و مستند تفاسیر سے نقل کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمایا جائے۔

۱ : تفسیر جلالین شریف میں ہے (وکل شئ) یحتاج الیہ (فصلناہ تفصیلا) ص ۲۲۹
یعنی ہم نے ہر ضروری چیز کی پوری تفصیل کر دی۔

۲ : تفسیر جامع البیان میں ہے (وکل شی) مما تحتاجون الیہ (فصلناہ تفصیلا
یعنی ہم نے ان تمام چیزوں کی پوری تفصیل کر دی جن کی ضرورت تم کو پڑتی ہے۔

۳ : تفسیر مدارک شریف میں بھی یہی ہے۔ ملاحظہ ہو، مدارک ص ۳۵۸

۴ : تفسیر ابو السعود میں ہے (وکل شئ) تفتقرون الیہ فی المعاش والمعاد۔
(ص ۴۰۶ - ج ۶) یعنی ہم نے ہر اس چیز کی پوری تفصیل کر دی جس کی تمہیں امر معاش و معاد میں ضرورت ہے۔

۵ : تفسیر کبیر میں ہے وکل شیء فصلناہ تفصیلا ای کل شی یکم الیہ حاجۃ الخ ص ۳۷، ج ۵۔
یعنی ہم نے ان تمام چیزوں کی پوری تفصیل کر دی جن کی تم کو ضرورت ہے۔

یہاں بھی بقصد اختصار صرف انہی حوالہ جات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ واللہ الھادی الی سبیل الرشاد۔

مفسرین عظام کی ان تصریحات سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ اس آیت کریمہ کا بھی یہی مطلب ہے کہ قرآن عزیز انسانی ضروریات کا کفیل ہے اس میں ضروری ضروری باتیں بیان کر دی گئی ہیں۔ نہ یہ کہ اس میں حشرات الارض (زمین کے کیڑے مکوڑوں) کی سوانح عمری ہو۔ جیسا کہ ہمارے رضاخانی دوستوں کا خیال ہے۔ و العیاذ باللہ رب العلمین۔

آیت نمبر ۳ وکل شیء احصیناہ فی امام مبین۔ ونمبر ۵۔ یعنی ولا حبۃ فی ظلمت الارض ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین۔ کے متعلق ہم صرف اس قدر عرض کر دینا کافی سمجھتے ہیں کہ ان دونوں آیتوں میں کتاب مبین سے لوح محفوظ مراد ہے۔ مفسرین اہلسنت نے تو اسی کی تصریح کی ہی ہے لیکن یہاں تو غضب یہ ہے کہ آپ کے قبلہ و کعبہ مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی بھی لوح محفوظ ہی مراد لے رہے ہیں۔ دیکھو ۔ انباء المصطفےٰ ص ۳ سطر ۲۱ و ۲۲ ۔ اگرچہ تقریباً تمام تفاسیر میں بھی یہی مذکور ہے۔ لیکن ہم خان والا شان کے فرمان عالی شان کے بعد کسی مفسر کی عبارت نقل کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ ؎

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

آیت کریمہ نمبر ۶ و ۷ کے متعلق ہم کچھ عرض کرنے کی حاجت نہیں سمجھتے۔ ناظرین خود فیصلہ فرمالیں کہ ان کو کہاں تک رضاخانیوں کے دعوے سے تعلق ہے۔ پہلی آیت کریمہ کا ترجمہ یہ ہے (اے حبیبؐ دردمندان محبت کے طبیب) یہ غیب کی خبروں میں سے ہے ہم تمہاری طرف اس کو وحی کرتے ہیں۔" دوسری آیت کریمہ کا ترجمہ یہ ہے "پس وحی کی اپنے حبیبؐ کی طرف جو کچھ کہ وحی کی"

غور فرمایا جائے کہ دعوے تو اتنا طویل و عریض کہ بیابانوں کے ذرہ ذرہ کا، سمندروں کے قطرہ قطرہ کا، درختوں کے پتہ پتہ کا، دریاؤں کی مچھلی، مینڈک اور زمین کے ہر کیڑے مکوڑے کی حرکت و سکون کا، حتیٰ کہ پاخانہ و پیشاب وغیرہ وغیرہ کا علم تفصیلی محیط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات شریف سے اکیاسی روز قبل عطا فرمایا گیا اور دلیل یہ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف غیب کی خبروں میں سے کوئی خبر وحی فرمائی یا یہ کہ وحی فرمائی جو کچھ کہ وحی فرمائی۔ سبحان اللہ! واہ رے استدلال۔

قرآنی آیات کی بحث سے فارغ ہوکر اب ہم ان احادیث کی جانب متوجہ ہوتے ہیں جن کا اضافہ رضا خانیوں کی اس جعلی روئداد میں کیا گیا ہے۔ فاقول و باللہ التوفیق۔

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی روایت لقد ترکنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث کے متعلق سردست صرف اس قدر لکھتے ہیں کہ یہ دعوے سے خاص ہے۔ اور دعوٰی عام دلیل خاص سے ثابت نہیں ہوسکتا۔ کما بین فی کتب الاصول۔

دوسری روایت جو جناب نے شب معراج کی پیش کی ہے اس کا ترجمہ آپ کے اصول پر یہ ہے "پس میں نے جان لیا (اس شب معراج میں) جو کچھ کہ ہوچکا اور جو کچھ کہ ہوگا" لہذا یہاں وہی سوال وارد ہوگا کہ اس سے کل مراد ہے یا بعض۔ اگر کل مراد ہے تو یہ آپ کے دعوے سے عام ہے (جیسا کہ رضاخانیوں کے استاد العلماء مولوی نعیم الدین صاحب نے "الکلمۃ العلیاء" میں اس کا اعتراف کیا ہے) لہذا یہ دلیل خود آپ کے بھی مذہب کے مخالف اور آپ کے دعوے سے متخلف ہوگی۔ اور اگر اس سے بعض مراد ہے یعنی وہ جو اس وقت عند اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے مناسب تھا تو وہ ہمارے مخالف نہیں وہ بعینہ ہمارا مذہب ہے۔ دوسرے یہ کہ اگر اس روایت سے یہ علم محیط ثابت ہوگا تو شب معراج میں ہجرت سے بھی بہت پہلے ماننا پڑے گا اور آپ خود اس کے قائل نہیں آپ صرف وفات شریف سے اکیاسی روز قبل اس علم محیط کی تکمیل مانتے ہیں۔ لہذا یہ روایت آپ ہی کے بیان کردہ مطلب کے اعتبار سے آپ کے بھی مخالف ہے۔

تیسرے یہ کہ اس روایت کو تا قیامت صحیح نہیں ثابت کیا جاسکتا۔ صحیح ہونا تو درکنار اس کی پوری اسناد بھی نہیں بتلائی جاسکتیں۔ راویوں کی جرح و تعدیل تو بعد کی چیز ہے۔ لیکن میاں صاحب! افسوس کہ آپ کے سامنے ان چیزوں کا ذکر کرنا ہمارے نزدیک بھینس کے آگے بین بجانے سے کم نہیں۔ کاش کہ کسی ذی علم کا مقابلہ ہوتا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ والی روایت (قام فینا النبی صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث) جس کا اضافہ اس رضاخانی روئداد کے صفحہ ۹۹ پر کیا گیا ہے اس کا مطلب بھی ہرگز یہ نہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وعظ میں رضاخانیوں کا تمام ماکان ومایکون بتلادیا کہوں کہ ظاہر ہے کہ حضور نے یہ تو بیان کیا ہی ہوگا کہ "شراب اس طرح بنائی جاتی ہے، جوا یوں کھیلا جاتا ہے۔ فلاں وقت

ملہ (حاشیہ برصفحہ آئندہ)

زید غسل خانہ میں جائے گا۔ فلاں وقت پاخانہ میں۔ فلاں وقت کلکتہ کے بازار میں گندم کا یہ نرخ ہوگا۔ جو کا یہ نرخ ہوگا۔ ہندوستان میں ایک شہر بریلی ہوگا اس میں ایک پاگل خانہ ہوگا اور اس میں فلاں فلاں پاگل ہوں گے۔ الغرض میرے نزدیک کوئی عقل مند اس کو گوارا نہیں کرے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر دنیا بھر کی ان خرافات کو بیان کیا ہو۔ بلکہ یہ کہنا تو ایک درجہ میں شان نبوت کی توہین کرنا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کام کے لئے تشریف نہیں لائے تھے۔ بلکہ بعثت کی غرض دین الٰہی کی تعلیم تھی۔ لہٰذا اس حدیث شریف کا وہی مطلب ہوگا جو ہمارے اور آپ کے دونوں کے مسلم شیخ الشیوخ شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لمعات شرح مشکوٰۃ شریف میں لکھا ہے۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے الفاظ اس موقعہ پر یہ ہیں۔ ای مما یتعلق بالدین ای کلیاتہ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وعظ میں بدء الخلق سے لے کر دخول جنت و دوزخ تک کی تمام وہ باتیں بیان فرما دیں جو دین سے متعلق تھیں۔ اور اس کے بھی کلیات نہ ہر ہر جزئی۔

الحمد للہ اس دلیل کا فیصلہ ایسے کے قلم سے ہوا جس کے سامنے رضاخانی دم نہیں مار سکتے۔ فللہ الحجۃ السامیہ۔ رہی شرح زرقانی کی عبارت " اصحابہ صلی اللہ علیہ وسلم جازمون باطلاعہ علی الغیب " اس کا جواب صرف اس قدر کافی ہے کہ یہاں غیب سے کل غیب تو نہ تمہارے نزدیک مراد ہو سکتے ہیں نہ ہمارے نزدیک۔ لہٰذا بعض غیب مراد ہوں گے اور اس صورت میں مثبت مدعا نہیں۔ پھر اس سے استدلال بقول مولوی احمد رضا خان صاحب نہ صرف جہالت بلکہ دیوانگی ہے۔

الحمد للہ کہ روئداد نویس صاحب نے جس قدر ثبوت کا اضافہ کیا تھا وہ تمام بھی پہلے ثبوت کی طرح ھباء منثورا ہو گیا۔ وخسر ھنالک المبطلون۔

دوسری قسم کا اضافہ جو اس جعلی روئداد میں کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ رئیس المناظرین حضرت مولانا محمد منظور صاحب

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) ؎ یہ اس نے عرض کیا گیا کہ رضاخانیوں کا ماکان ومایکون بھی دنیا سے نرالا ہے آئندہ انشاء اللہ کسی تحریر میں اس کی تفصیل کی جائے گی۔ (حاشیہ صفحہ ہذا) ؎ اور یہی مطلب بعینہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کا ہے جس کا اضافہ رضاخانی روئداد کے صفحہ ۷۰ پر کیا گیا ہے۔

مدظلہم العالی نے اہلسنت کی طرف سے اپنے دعوے کے ثبوت میں جو ادلۂ قاہرہ پیش کئے تھے اور جن کا جواب مولوی حشمت علی صاحب نمائندۂ فرقہ رضاخانی نے قسم کھانے کو بھی نہ دیا تھا ان کے جوابات دینے کی نہایت زبردست کوشش کی گئی ہے (لیکن الحمدللہ نتیجہ وہی ہوا ہے جو آفتاب پر دھول ڈالنے کا ہوا کرتا ہے)۔

تاہم ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ انتہائی اختصار کے ساتھ ان مضامین پر بھی کچھ تبصرہ کر دیں۔ وباللہ التوفیق۔

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے اپنے دعوے کے ثبوت میں سب سے پہلی آیت کریمہ وما علمناہ[1] الشعر وما ینبغی لہ پیش فرمائی تھی۔ اور بقول بعض مقامی حکام کے، اس پہلی ہی آیت نے ہر ذی فہم کے لئے مناظرہ کا دوٹوک فیصلہ کر دیا تھا۔ اس دلیل پر جو کچھ مولوی حشمت علی صاحب نے مناظرہ میں کلام کیا تھا وہ اور اس کا جواب تو صاعقۂ آسمانی میں مذکور ہو چکا ہے وہاں ملاحظہ فرما لیا جائے۔

اب چھ ماہ کے بعد اس جعلی روئداد میں حضرت مولانا کی اس دلیل کے متعلق بہت کچھ خامہ فرسائی کی گئی ہے۔ لیکن خلاصہ اس ساری تطویل لاطائل کا بھی صرف وہی دو باتیں ہیں جو مولوی حشمت علی صاحب نے تھوڑے لفظوں میں کہہ دی تھیں۔ ایک یہ کہ آیت کریمہ میں شعر سے وہ شعر مراد نہیں ہو سکتا جس کو عرب میں عام طور پر شعر کہا جاتا تھا، بلکہ صرف تخیلات کاذبہ مراد ہیں۔ دوسرے یہ کہ علم سے اس آیت کریمہ میں صرف نفی علم مراد ہے۔

لیکن روئداد نویس صاحب اس کے اس دندان شکن جواب سے بالکل ہی آنکھ میچ گئے جو مناظرہ میں حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے دیا تھا اور جو صاعقۂ آسمانی کے صفحہ ۱۴۹ پر مذکور ہے[2]۔ جس کے بعد مولوی حشمت علی صاحب اس آیت شعر کے متعلق ایک لفظ بھی منہ سے نہ نکال سکے۔ ناظرین حوالہ مذکورہ بالا پھر ملاحظہ فرمالیں۔

اہلسنت کی طرف سے دوسری دلیل آیت کریمہ اِنَّ السَّاعَۃَ اٰتِیَۃٌ اَکَادُ اُخْفِیْھَا[3] الآیۃ

---

[1] ترجمہ: نہیں سکھلایا ہم نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر اور نہ ان کی شان رفیع کے مناسب تھا۔ ۱۲

[2] صاعقۂ آسمانی کے صفحہ ۱۴۹ پر بحوالہ تفسیر ابن کثیر ایک روایت نقل کی ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ عنہما نے بھی آیت کریمہ کا وہی مطلب سمجھا ہے جو ہم مراد لیتے ہیں، نہ وہ جو رضاخانی کہتے ہیں ۱۲

[3] بے تحقیق قیامت کے والی ہے میں ارادہ کرتا ہوں یہ کہ اس کو چھپاؤں۔ ۱۲

پیش کی گئی تھی۔ روئداد نویس صاحب نے اس پر بھی بہت کچھ گہر افشانی فرمائی ہے۔ اور سوالات در سوالات پیدا کئے ہیں۔ لیکن کاش کہ میاں صاحب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور حضرت قتادہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی ان تفسیروں کو بھی نقل فرما دیتے جو اس آیت کی تفسیر میں حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے پیش فرمائی تھیں اور جو صاعقۂ آسمانی صفحہ ۱۰۵ پر ہیں۔ لیکن نقل کیسے کرتے رضاخانیت کا جو گھر بگڑتا تھا۔ خیر ہم اب ان کو پھر نقل کرتے ہیں۔

حبر امت عالم قرآن، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ یقول لا اظھر علیھا احد غیری یعنی اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ۔ اپنے سوا اس قیامت (کے وقت) پر کسی کو اطلاع نہ دوں گا۔ روایت کیا اس کو ابن ابی حاتم نے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں ولعمری لقد اخفاھا اللہ من الملئکۃ المقربین و من الانبیاء و المرسلین۔ یعنی بخدا (قیامت کے وقت) کو چھپا لیا ہے اللہ تعالےٰ نے مقرب فرشتوں اور نبیوں اور رسولوں سے۔ (روایت کیا اس کو ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے)۔ ملحوظ رہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ یہ اس وقت فرما رہے ہیں جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف کو ایک عرصہ ہو چکا ہے۔ فرمایئے میاں صاحب! کیا اب بھی کسی سوال میں کچھ نبض باقی ہے یا سب کا خاتمہ ہو گیا؟ اگر کچھ بھی رمق باقی ہو تو صاف کہہ دینا۔

تیسری دلیل سورۂ لقمان کی آخری آیت انّ اللہ عندہ علم الساعۃ وینزل الغیث ویعلم ما فی الارحام وما تدری نفس ماذا تکسب غدا وما تدری نفس بای ارض تموت ان اللہ علیم خبیر پیش کی گئی تھی جو آج تک سنبھل کے عوام کی بھی زبان پر ہے۔

اس آیت کریمہ کے متعلق بھی روئداد نویس صاحب نے کئی ورق سیاہ کئے ہیں۔ اور سچ یہ ہے کہ بے چاروں نے اپنے قلم کا سارا ہی زور ختم کر دیا ہے۔ اور مولوی نعیم الدین صاحب مراد آبادی کی الکلمۃ العلیا کے ورق کے ورق

لہ بتحقیق اللہ کے پاس ہے قیامت کا علم۔ اور وہی نازل کرتا ہے بارش کو۔ (یعنی یہ بھی اسی کے علم میں ہوتا ہے کہ بارش کب ہوگی) اور وہی جانتا ہے جو کچھ عورتوں کے رحم میں ہوتا ہے۔ اور کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا کرے گا۔ اور کوئی نہیں جانتا کہاں مرے گا بتحقیق اللہ ہی جاننے والا خبردار ہے۔

نقل کر ڈالے ہیں لیکن حاصل اس ساری تطویل کا بھی صرف یہ ہے کہ اس آیت کریمہ میں جن پانچ چیزوں کا ذکر ہے غیر اللہ سے صرف ان کے علم ذاتی کی نفی کی گئی ہے ورنہ ان کا علم بعطائے الٰہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور بہت سے اولیاء کرام کو حاصل ہے۔

ہمیں افسوس کے ساتھ عرض کرنا پڑتا ہے کہ اگر میاں صاحب اس موقعہ پر حضرت قتادہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی اس تفسیر کو بھی نقل کر دیتے جو مناظرہ میں حضرت مولانا محمد منظور صاحب مدظلہم العالی نے اس آیت کریمہ کے مطالب پر روشنی ڈالتے ہوئے بحوالہ "تفسیر ابن کثیر" پیش فرمائی تھی تو آج ہمیں کچھ عرض کرنے کی حاجت نہ ہوتی۔ اس سے خود معلوم ہو جاتا کہ صرف علم ذاتی کی نفی ہے یا علم عطائی کی بھی۔ لیکن وہاں تو ٹھہری ہوئی ہے کہ مقابل کی بات کو کبھی پورا نقل کیا ہی نہیں جائے گا۔ خیر اب ہم اس کو نقل کرتے ہیں۔

تفسیر ابن کثیر صفحہ ۳۲۸ جلد ۴ پر ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرمایا۔

خمس من الغیب استاثر بھن اللہ فلم یطلع علیھن ملکًا مقربا ولا نبیا مرسلاً[1]۔

یعنی یہ غیب کی پانچ چیزیں ہیں جن کو اللہ تعالےٰ نے اپنے لئے خاص کر لیا ہے ان کی اطلاع نہ کسی مقرب فرشتہ کو دی ہے نہ کسی نبی اور رسول کو (علیہما الصلوٰۃ والسلام)۔

فرمائیے! یہ علم عطائی کی نفی ہوئی یا علم ذاتی کی؟ اس سے بھی بڑھ کر اگر ثبوت درکار ہو تو ملاحظہ فرمائیے اس روایت کو انہیں علوم خمسہ کے متعلق مناظرہ میں پیش کی جا چکی ہے۔ اور "صاعقہ آسمانی" کے صفحہ ۱۳۹ پر درج ہے اور نہ معلوم کون سے دل سے آپ نے بھی اپنی روئداد کے صفحہ ۵۳ پر اس کو نقل کر دیا ہے۔ اصل روایت صاعقہ آسمانی میں ملاحظہ فرمائی جائے۔ یہاں صرف اس کا ترجمہ لکھا جاتا ہے۔

"روایت کیا ہے سعید بن منصور اور امام احمد اور امام بخاری نے الادب المفرد میں حضرت ربعی بن

---

[1] یہ کل عبارت چند سطر کی ہے اور اس مسئلہ میں نہایت مفید ہے یہاں صرف اس کا پہلا ٹکڑا نقل کر دیا گیا ہے۔ پوری عبارت صاعقہ آسمانی صفحہ ۱۱۲ پر ملاحظہ ہو۔ ۱۲

حزاش رضی اللہ عنہ سے، فرماتے ہیں کہ " مجھ سے حدیث بیان کی ایک شخص نے بنی عامر میں سے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا علم میں سے کوئی ایسی بات باقی رہ گئی ہے جس کو آپ نہ جانتے ہوں حضور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بہت خیر سکھایا اور بے تحقیق ابھی علم میں سے وہ بھی ہے جس کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ وہی پانچ چیزیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور استشہاد یہی آیت پڑھ دی ، ان اللہ عندہ علم الساعۃ الآیۃ) "

کہیئے ! کیا اب بھی کہا جا سکتا ہے کہ صرف علم ذاتی کی نفی ہے نہ عطائی کی۔ آپ کی عقل رسا سے کچھ زیادہ بعید تو نہ تھا لیکن اس کا کیا علاج ہے کہ آپ اپنی روئداد کے صفحہ ۵۵ پر اسی حدیث کے متعلق یہ لکھ چکے ہیں کہ " اس (حدیث) سے صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تک حضور کو ان علوم خمسہ پر اطلاع نہ دی گئی ہو۔ انتہی " لیجئے یہاں تو آپ نے کھلے لفظوں میں اقرار کر لیا کہ ان پانچوں چیزوں کے علم عطائی کی نفی ہے[1]۔ ؎

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا مرے حق میں
زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا

الحمد للہ کہ علوم خمسہ کی بحث میں جو کچھ اوراق آپ نے سیاہ کئے تھے ان کو خود ہی قلم زد بھی کر دیا اور ہم کو کچھ زیادہ عرض کرنے کی حاجت نہ رہی۔ وکفی اللہ المومنین القتال۔

رہا آپ کا اور آپ کے بڑوں کا یہ فرمانا کہ ممکن ہے ان پانچوں چیزوں کا علم اس حدیث کے بعد عطا فرمایا گیا ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ باب عقائد میں کوئی بات بے دلیل نہیں سنی جاتی تا وقتیکہ کسی دلیل سے یہ نہ ثابت کر دیا جائے کہ اس حدیث کے بعد ان پانچوں چیزوں کا علم کلی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرما دیا گیا۔ اس وقت تک یہ بات

---

[1] اگر کہا جائے کہ یہ اقرار صرف حدیث کے متعلق ہے ، آیت قرآنی کے متعلق۔ تو ہمارا نام یہ ناممکن ہے کہ اس حدیث میں تو علم عطائی کی نفی ہو اور آیت میں صرف ذاتی کی۔ ورنہ لازم آئے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس موقعہ پر اس آیت کریمہ کو بطور استشہاد تلاوت فرمانا رضا خانیوں کا سا بے محل اور بے جوڑ استدلال ہو۔ نعوذ باللہ من ذالک ۔ ۱۲

ہرگز قابل سماعت نہ ہوگی۔ اور یہ انشاء اللہ العزیز تا قیامت ثابت نہیں کیا جاسکتا۔

جو روایات آپ نے روئداد کے صفحہ ۳۳ و ۳۴ و ۳۵ و ۴۸ و ۴۹ پر علوم خمسہ کے ثابت کرنے کے لئے اپنے بڑوں کے رسالوں سے نقل کی ہیں مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت امام مہدی کے پیدا ہونے کی خبر دینا، حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کے یہاں صاحبزادہ کے تولد کی اطلاع دینا، یا غزوۂ خیبر میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے متعلق لاعطین ھذہ الرایۃ غدا الحدیث ارشاد فرمانا، یا مقتولین بدر کی قتل گاہیں دکھلانا یا قبل از قیامت ایک عالمگیر بارش ہونے کی خبر دینا وغیرہ وغیرہ۔ ان میں سے کوئی بھی ایسی نہیں جس سے ان پانچوں چیزوں کا علم کلی ثابت ہو سکے۔ بلکہ ان میں سے ہر ایک میں صرف جزئی واقعات کا ذکر ہے جس کا کسی کو انکار نہیں۔ بیشک اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب پاک ﷺ کو علوم خمسہ کے بہت سے جزئیات کی اطلاع دی۔ لیکن ان کا علم کلی کسی کو عطا نہیں فرمایا۔ اگر علم کلی اور جزئی کا یہ فرق یاد رکھا جائے تو پھر انشاء اللہ کوئی رضاخانی دھوکہ نہیں دے سکتا۔

یہی جواب بعینہٖ میاں صاحب کی اس مہمل تقریر کا ہے جو آیت کریمہ نمبر ۵ وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمھا الا ھو[1] کے متعلق کر کے میاں صاحب نے کاغذ کو بھی اپنے دل کی طرح سیاہ کیا ہے۔ اس لئے کہ یہ طے شدہ ہے کہ اس آیت کریمہ میں مفاتح الغیب سے یہی پانچ چیزیں مراد ہیں (جیسا کہ مناظرہ میں متعدد روایات سے ثابت کیا جا چکا ہے) دیکھو صاحقہ، بلکہ سورۂ لقمان کی مذکورہ بالا آیت ان اللہ عندہ علم الساعۃ الخ۔ بحکم حدیث نبوی اسی آیت "مفاتح الغیب" کی تفسیر ہے لہٰذا جو مطلب اس کا ہوگا وہی اس کا بھی ہوگا۔ اور الحمد للہ کہ ہم روز روشن کی طرح ثابت کر چکے کہ سورۂ لقمان کی اس آیت میں عطائی کی بھی نفی ہے نہ صرف ذاتی کی۔ بس انہیں دلائل سے ثابت ہو گیا کہ آیت مفاتح الغیب میں بھی عطائی کی نفی ہے۔

پھر یہ کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تو صریح ارشاد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مفاتح الغیب کا علم عطا نہیں فرمایا گیا ملاحظہ ہو فتح الباری شرح بخاری شریف۔ لیکن ہمارے میاں صاحب یہی فرمائے جاتے ہیں کہ ان آیات سے علم عطائی کی نفی نکالنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو گھٹانا ہے۔ ایسی توہینوں

---

[1] ترجمہ: اور اسی (اللہ تعالیٰ) کے علم میں ہے مفاتح الغیب۔ نہیں جانتا ان کو اس کے سوا کوئی ۱۲

سے توبہ کرنی چاہیئے۔

او ظالمو! تم اور تمہارے بڑے تعظیم کرتے ہیں اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ شان مصطفویؐ کو گھٹاتے اور توہین کرتے ہیں۔ ارے وہ تو وہ پاک ذات ہے جس نے عمر بھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کفش برداری کی اور " صاحب النعل و الوساده " کا لقب پایا۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں اول اول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو ایک زمانہ تک یہ سمجھتا رہا کہ عبداللہ ابن مسعود رضؓ اہل بیت نبوت سے ہیں۔ کیوں کہ میں دیکھتا تھا کہ آپ گھر والوں کی طرح بلا روک ٹوک کاشانۂ نبوت میں آجایا کرتے تھے۔ یہ وہی ابن مسعود ہیں ملائکہ جن کا ادب کرتے تھے۔ یہ وہی ہیں صحابہ رضؓ جن کو جناب رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا راز دار کہا کرتے تھے۔ لیکن تف آج وہ رضاخانی جن کا امام نافرجام خان بریلوی اپنے پیر بھائی کی نسبت کہتا ہے کہ۔

" جب اُن کا انتقال ہوا اور میں دفن کے وقت ان کی قبر میں اترا مجھے بلا مبالغہ وہ خوشبو محسوس ہوئی جو پہلی بار روضۂ انور کے قریب پائی تھی "

(ملفوظات خان بریلوی۔ ص ۲۵)

(اور پیر کی قبر میں تو شاید اور کچھ بڑھ چڑھ کر ہوگی) آہ! اس کے مقتدی کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضؓ ظالم تھے انہوں نے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان گھٹائی۔ ایسی توہین کرنے والے کو توبہ کرنی چاہیئے۔ (اگرچہ کہا کچھ اپنے پیچ سے ہے)۔

اے بدزبانو! یاد رکھو ان بے گناہوں کا خون رائیگاں نہیں جائے گا۔ قیامت کا میدان ہوگا اور تمہاری زبانوں کے گھائل خدائی دربار میں طالب انصاف ہو کر آئیں گے جن کے آگے آگے سردار دوجہاں صؐ کے غلام ہمارے آقا و مولیٰ حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ ہوں گے جن کی جوتی کا تسمہ بادشاہوں کے تاج سے زیادہ قیمتی ہے۔ اور پیچھے پیچھے اس آخری دور کے مظلوم مدنی تاجدار صؐ کے غلامان غلام ہم اور ہمارے اکابر ہوں گے۔ منتظر رہو اور حساب کے لئے تیار ہو جاؤ۔ خیر بات کہیں کی کہیں جا پہنچی اور اپنے اس آقا کی حمایت میں ہمارا لہجہ کچھ زیادہ تلخ بھی ہو گیا۔ لیکن ہم واللہ معذور ہیں ؎

کیوں کر دل جلوں کے لبوں پر فغاں نہ ہو
ممکن نہیں کہ آگ لگے اور دھواں نہ ہو

اب ہم اس مضمون کو یہیں ختم کرتے ہیں اور اپنے اصلی مقصود کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمایا جائے ان تین مذکورہ بالا آیات کریمہ کے علاوہ چھ آیتیں اور بھی حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے قیامت کے وقت خاص کے علم کے متعلق پیش فرمائی تھیں ان سب کے متعلق بھی ہمارے عنایت فرما مولوی اجمل میاں صاحب نے ان تمام تفاسیر سے آنکھ بند کر کے جو حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے ان آیات کا مطلب بیان کرتے ہوئے مناظرہ میں پیش فرمائی تھیں اور جو ہر آیت کے ذیل میں صاعقہ آسمانی میں درج ہیں۔ نہایت جرأت کے ساتھ یہی لکھ مارا ہے کہ ان سب میں بھی صرف علم ذاتی کی نفی ہے علم عطائی کی نہیں۔ ہم مفسرین کی تمام عبارات کو نقل کر کے اپنی اس تحریر کو زیادہ طول دینا نہیں چاہتے۔ صرف حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا ایک فرمان صاعقہ آسمانی ہی سے نقل کرتے ہیں جو انہوں نے آیت کریمہ یسئلونک عن الساعۃ ایان مرسٰھا قل انما علمھا عند ربی الآیہ (اعراف، رکوع ۲۳) کی تفسیر میں ارشاد فرمایا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔

"انما علمھا عندہ استاثر بعلمھا فلم یطلع علیھا ملکا ولا رسولا"

یعنی اس (قیامت کے وقت) کا علم بس اللہ ہی کو ہے۔ اس نے اپنے لئے خاص کر لیا ہے۔ پس نہ کسی فرشتہ کو اس کی اطلاع دی اور نہ کسی رسول کو"

حضرت عبداللہ ابن عباس رضہ کا یہ فرمان تفسیر کی بہت سی کتابوں مثلاً ابن کثیر، خازن، درمنثور وغیرہا میں موجود ہے۔ ناظرین اس سے فیصلہ فرمالیں کہ آیا یہاں صرف علم ذاتی کی نفی ہے یا عطائی کی بھی۔ اس کے علاوہ تفاسیر کی اور عبارات صاعقہ آسمانی میں ملاحظہ فرمائی جائیں۔

لہ پوری آیت کا ترجمہ یہ ہے "لے ہمارے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں قیامت کے بارے میں کہ کب آئے گی۔ فرما دیجئے بس اس کا علم میرے رب ہی کو ہے۔ نہیں ظاہر کرے گا اس کو اس کے وقت خاص پر مگر اللہ تعالیٰ۔ بھاری ہے وہ آسمانوں اور زمینوں میں وہ اچانک بے خبری ہی میں آئے گی وہ لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں گویا آپ اس کو جانتے ہیں کہہ دیجئے اس کا علم صرف

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

آیت کریمہ یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ما ذا اجبتم قالوا لاعلم لنا انک انت علام الغیوب۔

کا جواب روئداد نویس صاحب نے یہ دیا ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کا یہ فرمانا کہ ہم کو علم نہیں۔ صرف ادب کے طور پر ہوگا۔ اور اس کے ثبوت میں رضا خانیوں کے استاذ العلماء مولوی نعیم الدین صاحب کے رسالہ۔ " الکلمۃ العلیا " سے بحوالہ تفسیر خازن ایک عبارت بھی نقل کی ہے۔ اس کے متعلق ہمیں صرف یہ کہنا ہے کہ تفسیر خازن سے صرف اس ٹکڑے کو نقل کر دینا اور اول و آخر کو ہضم کر جانا تمہاری اور تمہارے استاذ العلماء ہی کی حیاداری ہے۔ چوری کریں اور وہ بھی ہاتھ میں چراغ لے کر ؎ چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

ناظرین کرام! علامہ علی بن محمد خازن نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں چند اقوال نقل فرمائے ہیں

پہلا قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ۔ انبیاء علیہم السلام سوال خداوندی کے جواب میں فرمائیں گے کہ ہم کو آپ کا سا علم نہیں۔ کیوں کہ آپ ان لوگوں کے ظاہر و باطن دونوں کو جانتے ہیں اور ہم کو صرف ان کے ظاہر کا علم ہے۔

دوسرا قول آیت کریمہ کی تفسیر میں یہ نقل فرمایا ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام سوال خداوندی کے جواب میں فرمائیں گے کہ جب تک ہم دنیا میں رہے ان کے اقوال و افعال کا ہم کو علم رہا اور جب دنیا سے ہمیں اٹھا لیا گیا پھر ہمیں معلوم نہیں کہ کیا ہوا اور انہوں نے کیا کیا بدعتیں ایجاد کیں۔

تیسرا قول یہ نقل فرمایا ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام عرض کریں گے اے بار الٰہ ہم کو معلوم نہیں کہ آپ کی اس میں کیا حکمت ہے کہ ہم سے اُس بات کا سوال کیا جا رہا ہے جس کا علم آپ کو ہم سے زیادہ ہے۔

(ان تینوں اقوال سے اہلسنت وجماعت کی پوری پوری تائید ہوتی ہے جیسا کہ ظاہر ہے)۔

چوتھا قول ایک اور نقل کیا ہے لیکن چونکہ خود ہی اس کو ضعیف اور قابل اعتراض قرار دیا ہے لہذا ہم اس کا نقل کرنا بھی غیر ضروری سمجھتے ہیں۔ اس ضعیف قول کے بھی بعد اخیر میں وہ قول نقل کیا ہے جس کو مولوی نعیم الدین صاحب نے، الکلمۃ العلیا میں لیا ہے۔ پھر یہ بھی نہیں کہ مفسر نے اس کو اختیار کیا ہو بلکہ اس کے بعد ہی متصلاً دوسری

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ: اللہ ہی کو ہے، لیکن بہت سے لوگ اس سے ناواقف ہیں

سطر میں انک انت علام الغیوب کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ یعنی انک تعلم ما غاب عنا۔ یعنی انبیاء علیہم السلام کا مطلب یہ ہے کہ اے پروردگار آپ اندرونی باتوں کو بھی جانتے ہیں اور ہم صرف ظاہری باتوں کو۔ اندرونی حالات کی ہم کو خبر نہیں۔

افسوس ہے مولوی نعیم الدین صاحب کی دیانت پر کہ اول و آخر سب حذف کرکے درمیان سے ایک ٹکڑا مفید مطلب نقل کر دیا اور کہہ دیا کہ تفسیر خازن میں یوں لکھا ہے۔ مولوی صاحب اگر ہماری نہیں تو خدا و رسول[1] کی تو شرم کی ہوتی۔ ع

شرم باد ست از خدا و از رسول

الحمد للہ کہ روئداد نویس صاحب نے جن گیارہ آیات کریمہ پر کچھ کلام فرمایا تھا اس سب کا کافی شافی جواب انہی چند سطروں میں ہو چکا۔ رہی آیت کریمہ نمبر ۱۲ وما یعلم جنود ربك الا ھو اس کا لاجواب ہونا عملاً خود میاں صاحب کو بھی تسلیم ہے۔ چنانچہ اس آیت کریمہ کو (شاید بھول کر) اپنی روئداد کے صفحہ ۱۰ پر نقل تو کر دیا ہے لیکن جواب سے بالکل ہی جواب ہے۔ اور آیت کریمہ نمبر ۱۳، و ۱۴، و ۱۵، کو تو نقل بھی نہ کیا بالکل ہی مضم کر گئے۔ شاباش ہے فاضل نوجوان شاباش مردوں کو ایسا ہی چاہئے۔

علیٰ ہذا رسول پاک صاحب لولاک ﷺ کی جس قدر احادیث شریفہ و حضرات صحابہ و تابعین رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین و علماء کرام و صوفیاء عظام کے جتنے بھی اقوال کریمہ حضرت مولانا مولوی محمد منظور صاحب نے مناظرہ کے آخری اجلاس میں پیش فرمائے تھے جنہوں نے رضا خانیوں کے اس غیبیہ عقیدہ کی بالکل ہی قلعی کھول دی تھی ان سب کو تو ایسا ہضم کیا ہے کہ شاید ڈکار تک بھی نہ لی۔ ناظرین ان سب کو صاعقہ آسمانی میں ملاحظہ فرمالیں۔ ہم اس سلسلہ کو یہیں ختم کرتے ہیں۔ اور ناظرین کے مزید فائدہ کے لئے حضرت مولانا مولوی محمد منظور صاحب کے ان مطالبات و مواخذات کی ایک فہرست پیش کرتے ہیں جن کے جوابات مولوی حشمت علی نہ دے سکے۔ اور چھ ماہ کی متفقہ کوششوں کے باوجود رضا خانی روئداد بھی جن کے جواب سے خالی ہے۔ ملحوظ رہے کہ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے کبھی دوران مناظرہ میں اپنے مطالبات کی کوئی فہرست نہیں سنائی اور نہ ان کو قرآن و حدیث پیش کرنے سے ان غیر ضروری باتوں کی فرصت ملی اور نہ درحقیقت یہ مناظر کا کام ہے۔ ہاں جس کے پاس

---

[1] جل ذکرہ وصلی اللہ علیہ وسلم

مولوی حشمت علی صاحب کی طرح اوقات پُری کا کوئی سامان نہ ہو وہ ہر جا نمس میں اگر یہ بے کار باتیں نہ کرے تو بیچارہ اور کیا کرے۔ الغرض حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے کبھی اس بے کار مد میں اپنا کوئی منٹ صرف کرنا مناسب نہ سمجھا اور نہ ہم نے روئداد مناظرہ صاعقہ آسمانی میں کوئی فہرست اس قسم کی شائع کی اور نہ اس کی ضرورت سمجھی۔ اب جب کہ بعض احباب نے اس پر اصرار کیا ہے تو ہم بھی اس ضمیمہ میں ان مطالبات و مواخذات کی ایک فہرست شائع کرتے ہیں۔

ناظرین ! حضرت مولانا مولوی محمد منظور صاحب کے مطالبات دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ گرفتیں جو مولوی حشمت علی صاحب کی تقریروں پر کی گئیں اور وہ ان کے جوابات سے عاجز رہے۔ دوسرے وہ ادلہ و تائیدات جو مذہب اہلسنت وجماعت کے ثبوت میں حضرت مولانا نے پیش کیں اور مولوی حشمت علی صاحب باوجود پے در پے مطالبہ کے ان کے کچھ جوابات نہ دے سکے۔ پہلی قسم کے مطالبات کی تعداد ستر اور دوسری قسم کے مطالبات کی ساٹھ ہے۔ فہرست ہدیۂ ناظرین ہے۔

فہرست مطالبات قسمِ اوّل

انشاء اللہ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہا جائے گا۔ جو کچھ عرض کیا جائے گا بحوالہ صفحہ، صاعقہ آسمانی سے نقل کیا جائیگا۔

(۱) : صفحہ ۸۸ و ۸۹، قرآن عزیز کا نزول کب ختم ہوا ؟ اس سوال کے جواب میں بہت دیر تک تو مولوی حشمت علی صاحب نے اڑان گھائیاں ہی کاٹیں (جس کا اقرار رضا خانی روئداد میں بھی ہے)، بڑی عرق ریزی کے بعد مولوی رحم الٰہی صاحب نے ایک روایت کسی رسالہ سے پڑھوائی۔ جس کا مضمون یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یوم وفات تک وحی نازل ہوئی۔ اس پر مولانا محمد منظور صاحب یہ نقض کیا۔

(۲) : صفحہ ۹۰۔ اس سے مطلق وحی کے اختتام کا وقت معلوم ہوا، نہ قرآن عزیز کا۔ حالانکہ دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ پھر بے چاروں نے ایک دوسری روایت اکیاسی روز والی نکال کر مولوی حشمت علی صاحب سے پیش کرائی۔ حضرت مولانا نے اس پر یہ نقض فرمایا۔

(۳) : صفحہ ۹۱۔ کہ جن لوگوں کا یہ قول ہے ان کا مطلب یہ ہے کہ اس مدت کے بعد احکام کی کوئی آیت نازل نہیں ہوئی اور دوسری قسم کی آیات اس کے بعد بھی نازل ہوئی ہیں لہذا یہ جواب بھی صحیح نہیں۔

۴ : صفحہ ۱۰۔ آپ کا یہ کہنا کہ تمام علوم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے مناسب ہیں قرآن عزیز کا مقابلہ کرنا ہے اس میں علم شعر کے متعلق صاف ارشاد ہے کہ وہ آپ کی شان کے مناسب نہیں۔

۵ : صفحہ ۱۰۔ آپ کے اس قول سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ معاذ اللہ جوئے بازی، شراب سازی وغیرہ کا علم بھی حضور کی شان کے مناسب ہو۔

۶ : صفحہ ۔ اگر آیت کریمہ وما علمناہ الشعر میں شعر منطقی بھی مراد ہو تو ہمارا مدعا پھر بھی ثابت ہے کیوں کہ وہ بھی ماکان ومایکون میں داخل ہے۔

۷ : اگر آپ کے نزدیک اَخَادُ اُخْفِیْھَا میں اخفاء کسی خاص زمانہ تک محدود تھا تو اس تحدید کے دلیل پیش کیجئے۔

۸ : صفحہ ۔ میں نے جس آیت کا مطلب بیان کیا ہے وہ یا حضرت ابن عباس رضؓ کا بیان فرمودہ ہے۔ یا حضرت قتادہ رضؓ کا یا علامہ نسفی رحؒ کا۔ لہذا آپ کا میرے بیان کردہ مطالب کو غلط کہنا ان حضرات کی تغلیط کرنی ہے۔

۹ : صفحہ ۔ سورۂ لقمان والی آیت کا مطلب خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف سے بیان کیا گیا ہے کیا آپ کے نزدیک معاذ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی قرآن عزیز کا مطلب نہیں سمجھا۔

۱۰ : کہئے کیا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ کی ان تصریحات کے علم کے بعد بھی یہ عقیدہ رکھنے کی گنجائش ہے کہ قیامت کا علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھا۔

۱۱ : صفحہ ۔ کیا انہیں شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحؒ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ اس مسئلہ میں رضاخانیوں کے موافق ہیں۔ جنہوں نے اشعۃ اللمعات کے صفحہ ۷۰۳ جلد ۴ وصفحہ ۵۴۳ جلد ۱۔ پر تصریح کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کا علم حاصل نہیں تھا۔

۱۲ : صفحہ ۔ مدارج النبوت کی عبارت کا ہرگز وہ مطلب نہیں ہوسکتا جو آپ بیان کر رہے ہیں۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کے علم کے ساتھ مساوات اور برابری لازم آجائے گی۔ اور اس کو مولوی احمد رضا خان صاحب بھی کفر کہتے ہیں۔

۱۳ : صفحہ ۔ پھر یہ مطلب خود حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کے مسلک کے بھی مخالف ہے۔ کیونکہ علم قیامت کے متعلق ان کا عقیدہ ابھی معلوم ہو چکا ہے۔

۱۴ ؛ صفحہ ۔ کیا آپ اس کے لئے تیار ہیں کہ مسئلہ علم غیب کا فیصلہ کسی کو ثالث مقرر کرکے حضرت شیخ دہلوی کی تصانیف سے کرلیا جائے۔

۱۵ ؛ صفحہ ۔ حدیث (رأیت ربی عز وجل) کس زمانہ کی ہے۔

۱۶ ؛ صفحہ ۔ چونکہ یہ واقعہ شب معراج میں پیش آیا ہے (جیسا کہ حضرت ابن عباس رض کی روایت شاہد ہے) لہذا اگر اس سے جمیع ماکان ومایکون کا علم ثابت ہوگا تو ہجرت سے بھی پہلے مکہ معظمہ میں ماننا پڑے گا اور آپ اس کے خود قائل نہیں۔

۱۷ ؛ صفحہ ۔ حضرت ثوبان کی روایت سے صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ جس وقت حضور کو یہ مشاہدہ کرایا گیا ہو اس وقت دنیا میں جو کچھ تھا اس کو آنحضرت نے دیکھ لیا ہو۔ اور یہ جمیع ماکان ومایکون کا کروڑواں حصہ بھی نہیں۔

۱۸ ؛ صفحہ ۔ پھر اس حدیث میں صرف زمین کا ذکر ہے اور ماکان ومایکون میں عرش کرسی، لوح وقلم سب ہی داخل ہے۔

۱۹ ؛ صفحہ ۔ پھر جس قدر کا علم لازم آتا ہے اس کا بھی تفصیلی نہیں۔ کیونکہ رؤیت کے لئے علم تفصیلی ضروری نہیں۔

۲۰ ؛ صفحہ ۔ علی ہذا حدیث (فعلمت مافی السموت والارض) سے بھی صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت جو کچھ زمین وآسمان میں تھا اس کا علم اجمالی ہوگیا۔ اور ظاہر ہے کہ اس وقت اس زمانہ کی بہت سی چیزیں موجود نہ تھیں۔ میں بھی موجود نہ تھا، آپ بھی موجود نہ تھے، یہ پنڈال بھی موجود نہ تھا۔

۲۱ ؛ صفحہ ۔ حضرت شیخ کی عبارت میں لفظ " بود " خود اسی مطلب کی تائید کر رہا ہے جو بیان کیا گیا۔

۲۲ ؛ صفحہ ۔ کیا حضرت حذیفہ کی روایت کا یہ مطلب ہے کہ حضور علیہ السلام نے اس وعظ میں یہ بیان فرمایا کہ جوا یوں کھیلا جاتا ہے، دیکھو شراب یوں بنائی جاتی ہے، چوری یوں کی جاتی ہے۔ میرے نزدیک تو کوئی عقلمند اس کو گوارا نہ کرے گا۔

۲۳ ؛ صفحہ ۔ پھر یہ کہ حضرت حذیفہ رض کی حدیث میں نہ اکیاسی روز کا ذکر ہے نہ بیاسی روز کا۔

۲۴ : صفحہ ـــــ نیز حضرت ثوبان رض کی حدیث میں بھی اس کا کوئی ذکر نہیں۔

۲۵ : صفحہ ـــــ آیت کریمہ وعلمك مالم تكن تعلم کب نازل ہوئی۔

۲۶ : صفحہ ـــــ یہ آیت کریمہ ۷ھ میں نازل ہوئی ہے اور اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تقریباً سات برس دنیا میں رونق افروز رہے۔ لہٰذا اس کو آپ کے دعوے سے کوئی تعلق نہیں۔ اس نقض کے علاوہ دو نقض

۲۷ و ۲۸ ، اور بھی اس دلیل پر پیش کئے گئے تھے جو صاعقہ آسمانی میں نمبروار مذکور ہیں۔ ملاحظہ ہو صفحہ

۲۹ : صفحہ ـــــ کیا آپ لوگ اس تفسیر کو بھی سینے سے لگائیں گے (اور بسر و چشم قبول کریں گے) جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر سے ٹکرائے (اور اس کے مخالف ہو) یا للعجب۔ زبانی محبت کا دعوے تو اتنا لانبا چوڑا اور دل کی یہ حالت۔

۳۰ : صفحہ ـــــ کیا آپ کے نزدیک ان کاغذ اور پٹھوں کا نام تفسیر ہے ؟ مہربان من ! تفسیر کے معنی ہیں قرآن شریف کے معانی کو کھولنا اور بیان کرنا۔ دیکھو حواشی تفسیر جلالین وغیرہ۔

۳۱ : صفحہ ـــــ حضرت امام ابوحنیفہ رح کا مقولہ ہے کہ اگر میرا کوئی قول حدیث نبوی کے مخالف پاؤ تو دیوار پر مار دو۔ تو کیا آپ کے نزدیک اس کا یہ مطلب ہوگا کہ قول امام کوئی ڈھیلا یا پتھر ہے۔

مولوی حشمت علی صاحب کی دلیل نمبر ۲ کے متعلق تین سوال۔

۳۲ : ۳۳ : ۳۴۔ نمبروار درج ہیں۔ ملاحظہ ہو صاعقہ آسمانی صفحہ

۳۵ : صفحہ ـــــ امام بخاری اور امام احمد وغیرہ کی روایت نے صاف طور پر بتلا دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی علم عطائی کی نفی سمجھی ہے۔

۳۶ : صفحہ ـــــ حضرت ابن عباس رض و ابن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہما کی روایات نے بھی بتلا دیا کہ علم عطائی کی نفی کی گئی ہے۔

۳۷ : صفحہ ـــــ کیا اس کے بعد بھی کسی کو یہ کہنے کی گنجائش ہے کہ صرف علم ذاتی کی نفی ہے۔

۳۸ : صفحہ ـــــ جب یہ ثابت ہو چکا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و حضرت عبداللہ بن عباس رض و حضرت عبداللہ بن مسعود رض نے بھی علم عطائی کی نفی سمجھی ہے تو پھر آپ کے استاذ مولوی نعیم الدین صاحب کا یہ لکھنا کہ وہ اس

آیت سے نفی علم عطائی کی نکالنا ظلم ہے " خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وحضرت ابن عباس رض وابن مسعود رض کو ظالم کہنا ہے جو خالص کفر ہے۔

۳۹ ؛ صفحہ ـــــ جب کہ یہ معلوم ہو چکا کہ آیت کریمہ یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ما ذا اجبتم قالوا لا علم لنا الآیۃ میں انکار انبیاء علیہم السلام کی جانب سے ہوگا تو پھر آپ کے استاذ مولوی نعیم الدین صاحب کا یہ لکھنا کہ " ایسے انکار سوئے ادب پر محمول ہوتے ہیں " کیا صاف طور پر حضرات انبیاء علیہم السلام کو بے ادب اور گستاخ کہنا نہیں ہے ، اور یقیناً ہے اور وہ بھی خالص کفر ہے۔

مولوی حشمت علی صاحب کی دلیل نمبر ۳ پر جو تین سوال۔

۴۰ ؛ ۴۱ ؛ ۴۲ ، کئے گئے تھے وہ صاعقہ آسمانی صفحہ ـــــ پر نمبر وار درج ہیں۔ ملاحظہ فرمائے جائیں۔

مولوی حشمت علی صاحب کی دلیل نمبر ۴ پر جو تین سوال۔

۴۳ ؛ ۴۴ ؛ ۴۵ ، کئے گئے ہیں وہ صفحہ ـــــ پر نمبر وار درج ہیں۔

نیز دلیل نمبر ۵ پر جو تین سوال

۴۶ ؛ ۴۷ ؛ ۴۸ ، کئے گئے ہیں وہ بھی حوالہ بالا پر ملاحظہ ہوں۔

۴۹ ؛ صفحہ ـــــ آیت کریمہ عالم الغیب فلا یظھر علی غیبہ احدا الآیۃ میں سلب عموم ہے یا عموم سلب یا سلب خصوص۔

۵۰ ؛ صفحہ ـــــ اور بہر تقدیر مستثنیٰ متصل ہے یا منقطع۔

۵۱ ؛ صفحہ ـــــ علیٰ ہذا آیت کریمہ ما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب الآیۃ میں سلب عموم ہے یا عموم سلب یا سلب خصوص۔

۵۲ ؛ صفحہ ـــــ اور بہر تقدیر مستثنیٰ متصل ہے یا منقطع۔

۵۳ ؛ صفحہ ـــــ آپ کی دلیل نمبر ۶ سے بقول آپ کے صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی ذریعہ سے اعمال امت کی اطلاع ہوتی ہے اور یہ آپ کے دعوے کا کروڑواں حصہ بھی نہیں۔

۵۴ ؛ صفحہ ـــــ پھر یہ جداگانہ سوال ہے کہ یہ اطلاع کب ہوتی ہے۔ اس میں اکیاسی، بیاسی روز کا کوئی ذکر نہیں۔

۵۵ ؛ صفحہ ـــــ یہ بھی جداگانہ سوال ہے کہ اجمالی ہوتی ہے یا تفصیلی۔

مولوی حشمت علی صاحب کی دلیل نمبر ۱ پر جو تین سوال

۵۶ ؛ ۵۷ ؛ ۵۸ ؛ وارد کئے گئے تھے وہ نمبروار صاعقہ آسمانی صفحہ پر ملاحظہ ہوں۔

۵۹ ؛ صفحہ ـــــ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی روایت سے صاف طور پر معلوم ہو گیا کہ آیت شعر میں شعر سے مراد وہی شعر ہے جس کو عام اہل عرب شعر کہتے تھے۔

۶۰ ؛ صفحہ ـــــ یہ بھی معلوم ہو گیا کہ محض ملکہ کی نفی نہیں کیوں کہ ملکہ کو شعر گوئی میں دخل ہوتا ہے، نہ کسی کا شعر نقل کرنے میں۔

۶۱ ؛ صفحہ ـــــ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر آپ کا یہ بہتان عظیم ہے کہ حضور اقدس ؐ کو شعر کا علم تھا اور حضور ؐ نے غزوۂ حنین کے موقع پر شعر کہا۔ ذرا غور کیجئے آپ کے اس بہتان سے مذہب مقدس کی مضبوط بنیادیں ہل جاتی ہیں۔ اب آپ سے سبق حاصل کر کے دنیا بھر کے کافر کہہ سکتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شاعر تھے۔ اگر انہوں نے یہ فصیح بلیغ قرآن خود بنا لیا ہو تو کیا عجب ہے۔

۶۲ ؛ صفحہ ـــــ بخاری شریف سے جو ایک موزوں کلام آپ نے پڑھا ہے اس کو شعر کہنا ہی حماقت ہے اصطلاح اہل عربیت میں اس قسم کے موزوں کلاموں کو رجز کہا جاتا ہے۔ دیکھو فتح الباری وغیرہ۔

۶۳ ؛ صفحہ ـــــ علاوہ ازیں یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بھی وزن توڑ کر پڑھا تھا تاکہ شعر کی بو بھی نہ رہے اور آپ جیسے مخالفین اسلام کو لب کشائی کی گنجائش ہی نہ رہے۔ تفسیر مدارک شریف میں اس کی تصریح موجود ہے۔

۶۴ ؛ صفحہ ـــــ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب ؒ پر آپ کا یہ محض افترا ہے کہ وہ قیامت کے وقت خاص کا علم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حاصل مانتے ہیں۔ (حضرت شاہ صاحب ؒ نے کہیں ایسا نہیں لکھا)۔

مولوی حشمت علی صاحب کی دلیل نمبر ۸ پر جو تین اعتراض۔

۶۵ ؛ ۶۶ ؛ ۶۷ ؛ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے وارد کئے تھے وہ حوالہ بالا پر نمبروار درج ہیں ملاحظہ فرمالئے جائیں۔

۶۸ ؛ صفحہ ـــــ آپ کا یہ فرمانا کہ " جو علوم اللہ تبارک وتعالےٰ کی شان کے مناسب ہوں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کیسے غیر مناسب ہو سکتے ہیں " مخلوق کو خالق عزوجل پر قیاس کرنا ہے اور یہ قیاس مع الفارق ہے۔ قرآن عزیز میں صاف ارشاد ہے۔ لیس کمثلہ شی۔

۶۹ ؛ صفحہ ـــــ دیکھو اللہ تعالےٰ کی عبادت کرنا انسان کا فرض ہے اور کسی مخلوق کی عبادت کرنا شرک اور کفر الخ۔

۷۰ ؛ صفحہ ـــــ خود آپ کے اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں کہ "خداوند تعالےٰ کو ہر چیز کا علم ذاتی ہے۔ اور اگر کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک ذرہ کے کروڑویں حصہ کا بھی علم ذاتی طور پر مانے تو بلاشبہ مشرک ہے" کہئے ان کے متعلق کیا ارشاد ہے۔

فہرست مطالبات قسم دوم

یعنی وہ ادلہ و تائیدات جن کے جواب کا مطالبہ مولوی حشمت علی صاحب سے کیا گیا اور وہ ان کے جوابات سے عاجز رہے۔

۷۱ ؛ صفحہ ـــــ وما علمناہ الشعر ہم نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر نہیں سکھایا۔

۷۲ ؛ صفحہ ـــــ وما ینبغی لہ اور نہ علم شعر ان کی شان کے مناسب ہے۔

۷۳ ؛ صفحہ ـــــ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان الساعۃ اٰتیۃ اکاد اخفیھا بتحقیق قیامت آنے والی ہے۔ میں ارادہ کرتا ہوں کہ اس کو چھپاؤں۔

۷۴ ؛ صفحہ ـــــ اس کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رض فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اپنے سوا کسی کو قیامت کے وقت کی اطلاع نہ دوں گا۔

۷۵ ؛ صفحہ ۔ حضرت قتادہ رض فرماتے ہیں۔ بخدا قیامت کے وقت کو اللہ تعالےٰ نے چھپا لیا ہے۔ اس کی اطلاع نہ کسی مقرب فرشتہ کو دی ہے نہ کسی نبی و رسول کو۔

۷۶ ؛ صفحہ ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل ؑ سے فرمایا قیامت کے بارہ میں میرا علم تم سے زیادہ نہیں۔ یعنی نہ میں جانوں نہ تم جانو۔

۷۷ ؛ صفحہ ۔ اور فرمایا اے گروہ صحابہ رض یہ سائل جبرئیل امین تھے۔ تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ عقیدہ رکھنا کہ قیامت کا علم سوائے خدا کے کسی کو نہیں جزو دین ہے۔ (عینی و قسطلانی و تحفۃ الباری شرح بخاری)۔

۷۸ ؛ صفحہ ۔ اور فرمایا یہ علم قیامت ان پانچ چیزوں میں سے ہے جن کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

۷۹ ؛ صفحہ ۔ فتح الباری شریف میں ہے اللہ تعالےٰ نے قیامت کے علم کو اپنے لئے خاص کر لیا ہے۔

۸۰ ؛ صفحہ ۔ سورۂ لقمان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان اللہ عندہ علم الساعۃ بے تحقیق اللہ ہی کے پاس ہے قیامت کا علم۔

۸۱ ؛ صفحہ ۔ اور فرماتا ہے وینزل الغیث یعنی یہ بھی اسی کے علم میں ہے کہ بارش کب ہوگی۔

۸۲ ؛ صفحہ ۔ اور فرماتا ہے۔ ویعلم ما فی الارحام یعنی اور وہی جانتا ہے جو کچھ رحموں میں ہوتا ہے۔

۸۳ ؛ صفحہ ۔ اور فرماتا ہے وما تدری نفس ماذا تکسب غدا اور کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا کرے گا۔

۸۴ ؛ صفحہ ۔ اور فرماتا ہے وما تدری نفس باتی ارض تموت اور کوئی نہیں جانتا کہ کہاں مرے گا۔

۸۵ ؛ صفحہ ۔ حضرت قتادہ رض فرماتے ہیں کہ یہ پانچ چیزیں غیب میں سے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے ان کو اپنی ہی ذات کے لئے خاص کر لیا ہے۔ اس کی اطلاع نہ کسی مقرب فرشتہ کو دی نہ کسی نبی و رسول کو۔

۸۶ ؛ صفحہ ۔ سورۂ اعراف میں اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے یسئلونک عن الساعۃ

ایان مرسٰھا قل انما علمھا عند ربی لے ہمارے رسول سے لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں قیامت کب آئے گی۔ فرما دیجئے کہ بس اس کا علم میرے رب ہی کو ہے۔

۸۷ ؛ صفحہ ـــــ اور فرماتا ہے ثقلت فی السموت و الارض اس آیت کریمہ کی تفسیر رسالہ ہذا کے صفحہ پر ملاحظہ ہو۔

۸۸ ؛ صفحہ ـــــ اور فرماتا ہے یسئلونک کانک حفی عنھا قل انما علمھا عند اللہ یعنی لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں گویا کہ آپ اس کو جانتے ہیں۔ فرما دیجئے بس اس کا علم میرے اللہ ہی کو ہے۔

۸۹ ؛ صفحہ ـــــ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ قیامت کا علم بس، اللہ تعالےٰ ہی کو ہے۔ اس کے علم کو اس نے اپنے لئے خاص کر لیا ہے۔ پس اس کی اطلاع نہ کسی مقرب فرشتہ کو دی ہے نہ کسی رسول کو۔

۹۰ ؛ صفحہ ـــــ تفسیر مدارک شریف میں ہے۔ اس نے علم قیامت کو اپنے ہی لئے خاص کر لیا ہے۔ اس کی خبر نہ کسی مقرب فرشتہ کو دی ہے اور نہ کسی رسول کو (علیہا الصلوٰۃ والسلام)۔

۹۱ ؛ صفحہ ـــــ حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی ؒ اشعۃ اللمعات صفحہ ۵۴ پر ارقام فرماتے ہیں قیامت کے وقت کو بجز خداوند تعالےٰ کے اور کوئی نہیں جانتا اور اللہ تعالےٰ نے کسی کو بھی فرشتوں اور رسولوں میں سے اس کی اطلاع نہیں دی۔

۹۲ ؛ صفحہ ـــــ مسلم شریف میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے اپنی وفات سے صرف ایک ماہ قبل ارشاد فرمایا تم لوگ مجھ سے قیامت کا سوال کرتے ہو حالانکہ اس کا علم بس اللہ ہی کو ہے۔

۹۳ ؛ صفحہ ـــــ حضرت شیخ عبدالحق صاحب ؒ اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔ آں خود معلوم من نیست و آنرا جز خدائے تعالےٰ نداند۔ یعنی وہ خود مجھے معلوم نہیں اور اس کو سوائے خداوند تعالےٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔

۹۴ ؛ صفحہ ـــــ اللہ تعالےٰ سورۂ مائدہ میں ارشاد فرماتا ہے یوم یجمع اللہ الرسل ، فیقول ماذا اجبتم قالوا لا علم لنا۔

۹۵ ؛ صفحہ ـــــ اور فرماتا ہے انک انت علام الغیوب۔ جس دن کہ جمع کرے گا اللہ تعالےٰ

رسولوں کو پس فرمائے گا ان سے تم کو کیا جواب دیا گیا۔ عرض کریں گے وہ کہ ہمیں علم نہیں۔ آپ ہی غیب کی باتوں کے جاننے والے ہیں۔

۹۶ ؛ صفحہ ـــــ حضرت خواجہ علی صہائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام فرمائیں گے کہ اگرچہ ہم کو ان کی ظاہری باتوں کی خبر ہے لیکن ہم ان کے دلوں کی حالت کو نہیں جانتے۔ کیوں کہ وہ غیب ہے اور غیب کا احاطہ تیری ہی ذات پاک کا خاصہ ہے۔

۹۷ ؛ صفحہ ـــــ مسند احمد میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کے وقت کا سوال کیا گیا حضور ؐ نے فرمایا کہ بس اس کا علم اللہ ہی کو ہے۔ الحدیث۔

۹۸ ؛ صفحہ ـــــ اللہ تعالیٰ سورۂ ملک میں ارشاد فرماتا ہے ویقولون متی ھذا الوعد ان کنتم صادقین۔ قل انما العلم عند اللہ وانما انا نذیر مبین۔ یہ کفار کہتے ہیں کہ بتلاؤ یہ وعدہ یعنی قیامت کب ہوگا۔ فرما دیجئے اس کا علم بس اللہ ہی کو ہے اور میں تو صرف ڈرانے والا ظاہر کر دینے والا ہوں۔

۹۹ ؛ صفحہ ـــــ تفسیر جامع البیان میں ہے۔ اس وعدہ کے وقت کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

۱۰۰ ؛ صفحہ ـــــ اللہ تعالیٰ سورۂ انعام میں ارشاد فرماتا ہے وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمھا الا ھو اللہ ہی کے علم میں ہیں مفاتح الغیب۔ ان کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

۱۰۱ ؛ صفحہ ـــــ بخاری شریف میں ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مفاتح الغیب پانچ چیزیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا وہی جو سورۂ لقمان کی آیت میں مذکور ہو چکیں۔

۱۰۲ ؛ صفحہ ـــــ حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ فرماتے ہیں۔ مفاتح الغیب وہی پانچ چیزیں ہیں الخ۔

۱۰۳ ؛ صفحہ ـــــ اسی کے قریب حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ کا فرمان بھی ہے۔

۱۰۴ ؛ صفحہ ـــــ حضرت ربعی بن حراش رضؓ کی وہ حدیث جو بحوالہ مسند احمد وغیرہ رسالہ ہذا کے صفحہ پر مذکور ہوئی۔

۱۰۵ ؛ صفحہ ـــــ اللہ تعالیٰ سورۂ احزاب میں ارشاد فرماتا ہے یسئلک الناس عن الساعۃ

قل انما علمها عند الله ۔ اے محبوب تم سے لوگ قیامت کا سوال کرتے ہیں۔ کہہ دو کہ بس اس کا علم اللہ ہی کو ہے۔

۱۰۶ صفحہ ۔ تفسیر جلالین شریف میں ہے۔ تم اس کو نہیں جانتے۔

۱۰۷ صفحہ ۔ اللہ تعالیٰ سورۂ زخرف میں ارشاد فرماتا ہے۔ وعندہ علم الساعۃ الآیۃ اسی (اللہ تعالےٰ) کو ہے قیامت کا علم۔

۱۰۸ صفحہ ۔ تفسیر جامع البیان میں ہے۔ بس اسی کو ہے قیامت کا علم نہ اس کے غیر کو۔

۱۰۹ صفحہ ۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ الیہ یرد علم الساعۃ اللہ ہی کی طرف پھیرا جاتا ہے قیامت (کے وقت) کا علم۔

۱۱۰ صفحہ ۔ جلالین شریف میں ہے لا یعلمہ غیرہ اس کے سوا اس کو کوئی نہیں جانتا۔

۱۱۱ صفحہ ۔ حضرت حسن بصری رض کی وہ روایت جو رسالہ ہذا کے صفحہ پر مذکور ہو چکی۔

۱۱۲ صفحہ ۔ تفسیر کبیر میں امام فخر الدین رازی رح آیت کریمہ یوم یجمع اللہ الرسل کی تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ نقل فرماتے ہیں۔ انما قالوا لا علم لنا الخ یعنی انبیاء علیہم السلام نے جو اللہ تعالےٰ کے سوال کے جواب میں یہ کہا کہ "ہم کو علم نہیں" اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ان کے ظاہر و باطن دونوں کو جانتے ہیں اور ہم کو بس ان کی ظاہری باتوں کی خبر ہے۔

۱۱۳ صفحہ ۔ اللہ تعالیٰ سورۂ مدثر میں فرماتا ہے وما یعلم جنود ربک الا ھو۔ اللہ کے لشکروں (کی تعداد) کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

۱۱۴ صفحہ ۔ اللہ تعالےٰ سورۂ والنزعت میں ارشاد فرماتا ہے۔ یسئلونک عن الساعۃ ایان مرسھا۔ الآیۃ۔

۱۱۵ صفحہ ۔ تفسیر مدارک التنزیل میں ہے۔ وقت قیامت کے علم کی انتہاء اللہ تعالیٰ پر ہوتی ہے۔ اس کے سوا اس کو کوئی نہیں جانتا۔

۱۱۶ صفحہ ۔ اسی کی مثل جلالین شریف میں ہے۔

۱۱۷ ؛ صفحہ ـــــ اللہ تعالےٰ سورۂ نساء میں ارشاد فرماتا ہے ورسلا لم نقصصھم علیک یعنی اے محبوبؐ ہم نے بہت سے ایسے رسول بھیجے ہیں جن کو ہم نے تم سے بیان نہیں کیا۔

۱۱۸ ؛ صفحہ ـــــ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ارشاد فرماتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے حبشیوں میں سے ایک نبی بھیجے تھے اور وہ ان میں سے تھے جن کی اطلاع جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دی گئی۔

۱۱۹ ؛ صفحہ ـــــ اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے قل لا یعلم من فی السموت و الارض الغیب الا اللہ وما یشعرون ایان یبعثون۔ فرما دیجئے اے محبوبؐ کہ نہیں جانتا کوئی نہ آسمان میں اور نہ زمین میں اس غیب کو اللہ کے سوا۔ اور انہیں خبر نہیں کہ کب اٹھائے جائیں گے۔ ۱۲

۱۲۰ ؛ صفحہ ـــــ جلالین شریف میں ہے۔ کہ نہ کسی فرشتہ کو خبر ہے اور نہ کسی انسان کو۔

۱۲۱ ؛ صفحہ ـــــ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ فان تولوا فقل اذنتکم علیٰ سواء وان ادری اقریب ام بعید ما توعدون۔ یعنی پس اگر یہ لوگ (توحید سے) روگردانی کریں تو فرما دیجئے کہ میں تم کو اطلاع دیتا ہوں مساوات پر۔ اور میں نہیں جانتا کہ قریب ہے یا بعید جو تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔

۱۲۲ ؛ صفحہ ـــــ تفسیر ابن کثیر میں ہے۔ یعنی یہ وعدہ وقوع میں تو ضرور آئے گا لیکن مجھے اس کے قرب و بعد کی خبر نہیں۔

۱۲۳ ؛ صفحہ ـــــ بخاری شریف میں حضرت زید بن ارقم رض سے مروی ہے۔ الخ (پوری روایت روئداد کے صفحہ نمبر ـــــ پر ملاحظہ ہو۔ بقصد اختصار ہم صرف حوالہ پر اکتفا کرتے ہیں)۔

۱۲۴ ؛ صفحہ ـــــ بخاری شریف و مسلم شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں اپنے وفات شریف سے صرف تقریباً تین ماہ قبل فرمایا کہ۔ اگر پہلے مجھے اس معاملہ کی خبر ہوتی جو اب بعد میں ہوئی تو میں اپنے ساتھ قربانی نہ لاتا۔

۱۲۵ ؛ صفحہ ـــــ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رح اشعۃ اللمعات میں لکھتے ہیں۔ " اگر من پیش ازیں می دانستم برآمدن از احرام بر شما شاق خواہد آمد من نیز سوق ہدی نمی کردم و من نمی دانستم کہ حکم الٰہی چنیں خواہد بود " یعنی اگر اس سے پہلے مجھے معلوم ہوتا کہ تم پر احرام سے نکلنا شاق گزرے گا تو میں

بھی قربانی ساتھ نہ لانا۔ اور مجھے معلوم نہ تھا کہ حکم الٰہی ایسا ہو جائے گا۔

۱۲۶ صفحہ ۔ مرض الموت والی حدیث جس نے بتلا دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم محیط یوم وفات تک بھی عطا نہیں ہوا۔

۱۲۷ صفحہ ۔ اہلسنت کی مسلّم کتاب شرح عقائد نسفی کی فیصلہ کن اور نہایت مفید عبارت صاعقہ آسمانی صفحہ پر ملاحظہ ہو۔

۱۲۸ صفحہ ۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ روح کی حقیقت کا علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں عطا فرمایا گیا۔

۱۲۹ صفحہ ۔ حضرت شیخ محی الدین اکبر بن عربی رح اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ قیامت کا علم سوا اللہ کے اور کسی کو بھی نہیں۔

۱۳۰ صفحہ ۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رح فرماتے ہیں کہ۔ قیامت کے وقت کی اطلاع جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دی گئی۔ (عبارت رسالہ ہذا کے صفحہ پر ملاحظہ ہو)۔

ناظرین کرام! یہ ہیں ہمارے وہ ایک سو تیس مطالبات قاہرہ جن کے جواب سے رضاخانی جماعت کے مناظر مولوی حشمت علی صاحب عاجز رہے۔ اور الحمد للہ چھ ماہ کی متنفقہ عرق ریزی اور دماغ سوزی کا نتیجہ رضاخانی روئداد بھی آج ان کے جواب سے ساکت ہے۔ روئداد نویس صاحب نے ہمارے بعض مطالبات کے جو ٹوٹے پھوٹے جوابات لکھ کر اپنے ظاہر و باطن کی طرح کاغذ کو بھی سیاہ کیا تھا۔ الحمد للہ کہ اس مختصر ضمیمہ نے ان سب پر بھی پانی پھیر دیا۔

وخسر هنالك المبطلون۔ واعلموا ان الله لا يهدى كيد الخائنين۔

○

رضاخانی روئداد کے متعلق ایک استفساری خط

اور حضرت مولانا محمد منظور صاحب مدظلہٗ کے قلم سے اس کا جواب

حال میں کسی محب سنت کا ایک خط آیا تھا جس کا حاصل یہ تھا کہ " رضاخانی روئداد میں حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی ؒ وحضرت شاہ عبدالعزیز صاحب ؒ وشیخ ملا علی قاری ؒ وعلامہ قسطلانی شارح بخاری ؒ وامام فخرالدین رازی ؒ وعلامہ ابوالسعود ؒ وعلامہ خازن ؒ وصاحب تفسیر روح البیان۔ یہ کل حضرات اس کے قائل ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے وقت خاص کا علم بعطائے الٰہی حاصل تھا۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ یہ نسبت کہاں تک صحیح ہے ؟ "

اس خط کا جو جواب حضرت مولانا نے دیا تھا چونکہ اس میں بہت سی مفید باتیں آگئی ہیں اس لئے ہم اُس کو بجنسہٖ شائع کرتے ہیں۔ (خاکسار ابوالانصار محمد سراج الحق نعمانی عفی عنہ)

نقل جواب باصواب از حضرت مولانا محمد منظور صاحب عم فیضہم

مکرمی زادکم اللہ حرصا علی اتباع السنۃ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

گرامی نامہ موصول ہوا۔ بوجہ عدیم الفرصتی انتہائی اختصار کے ساتھ جواب لکھتا ہوں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ اس مختصر تحریر کو تشفی بخش بنائے۔ وما ھو علی اللہ بعزیز۔

جن حضرات کے اسماء گرامی آپ نے لکھے ہیں ان کی طرف اس بے اصل عقیدہ کی نسبت کرنے والا نہ صرف مفتری و کذاب بلکہ بے حیا بھی ہے۔ آج وہ حضرات دنیا میں زندہ نہیں لیکن ان کی کتابیں جو ان کی زندہ یادگاریں ہیں اس بے اصل عقیدہ کی تردید سے پُر ہیں۔ ان کی طرف اس عقیدہ کی نسبت کرنا ان کی ارواح مقدسہ کو ایذاء پہنچانا اور اپنے آپ کو قیامت میں ان کا مواخذہ دار بنانا ہے۔ یہ حضرات اور ایسے مصنوعی عقیدہ کی تائید ؟ استغفراللہ ثم استغفراللہ۔

اب میں ان حضرات کی چند عبارتیں ان کی مشہور و معروف تصانیف سے نقل کرتا ہوں ان سے معلوم ہو جائے گا کہ علم قیامت کے بارے میں ان کا کیا عقیدہ ہے۔ واللہ ہوالموفق۔

——— حضرت شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ شریف میں حدیث جبرئیل کے تحت میں ارقام فرماتے ہیں۔

" وے تعالےٰ ہیچ کس را از ملائکہ و رسل بر کُل اطلاع ندادہ " (اشعۃ اللمعات جلد اوّل، ص ۴۵)۔

اللہ تعالےٰ نے کسی کو بھی فرشتوں اور رسولوں میں سے اس کی (یعنی قیامت کے وقت) کی اطلاع نہیں دی ہے۔

نیز یہی شیخ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث تسئلونی عن الساعۃ الحدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

یعنی از وقت وقوع قیامت کبریٰ می پرسید آں خود معلوم من نیست و آنرا جز خداوند تعالےٰ نداند " (اشعۃ اللمعات جلد چہارم، ص ۳۷۰)

یعنی اے گروہ صحابہ تم مجھ سے قیامت کے آنے کا وقت پوچھتے ہو وہ خود مجھ کو معلوم نہیں۔ اور اس کو سوائے خدا کے اور کوئی نہیں جانتا "

——— حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر فتح العزیز پارہ تبارک کے ترجمہ معروف بہ تفسیر عزیزی کے صفحہ ۳۶ پر ہے۔

ویقولون متی ھذا الوعد ان کنتم صادقین۔ اور کہتے ہیں (یعنی یہ کفار) کب ہوگا یہ وعدہ اگر تم لوگ سچے ہو۔ سو ان کی اس بات کے جواب میں (قل) کہہ کہ ہم اُس وعدہ کو معین نہیں کر سکتے۔ اس واسطے کہ اللہ تعالےٰ نے ہم کو اس کا علم نہیں دیا۔ بلکہ اس وعدہ کو مبہم اور پوشیدہ رکھا ہے۔ اور اس کو مبہم اور پوشیدہ رکھنے میں ایک بڑی حکمت ہے۔ سو اسی واسطے اس کا علم کسی مخلوقات کو عنایت نہیں ہوا بلکہ (انما العلم عند اللہ) نہیں ہے اس واقعہ کا علم مگر اللہ تعالےٰ کے نزدیک۔ بلکہ ہر شخص کی موت کا علم بھی اسی اللہ تعالےٰ کے پاس ہے۔ سوائے اس کے کوئی نہیں جانتا "

(تفسیر عزیزی، ص ۳۷، مطبوعہ قیومی پریس کانپور)

سورۂ " والنزعت " کی تفسیر میں علم قیامت کے متعلق حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رح نے اس سے بھی زیادہ لکھا ہے۔ لیکن ہم اس عبارت کے نقل کرنے کے بعد کسی مزید ثبوت کی حاجت نہیں سمجھتے۔ اللہ تعالیٰ جس کو ہدایت دیں اس کو اسی قدر کافی ہے۔

——— علامہ قسطلانی رح اپنی مشہور کتاب " ارشاد الساری شرح بخاری شریف " میں حدیث جبرئیل کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ان اللہ تعالیٰ استاثر بعلم وقت مجیئھا (ص ۲۸۰ - ج ۱)

اللہ تعالیٰ نے قیامت کے وقت کا علم اپنے لئے خاص کرلیا ہے۔

ایک جگہ لکھتے ہیں۔

اعتقاد وجود الساعۃ وعدم العلم بوقتھا لغیر اللہ تعالیٰ من الدین۔ (ص ۲۷۷ - ج ۱)

قیامت کے آنے کا اعتقاد، اور اس بات کا اعتقاد کہ اس کے وقت کا علم اللہ کے سوا کسی نہیں، یہ دونوں باتیں جزو دین ہیں۔

——— علامہ علی قاری مکی رح اپنی مشہور کتاب " موضوعات کبیر " میں اپنے زمانہ کے بعض غالی لوگوں کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وقد جاھر بالکذب بعض من یدعی العلم فی زماننا أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعلم متی تقوم الساعۃ ولا ریب انہ الجآء ھؤلاء علی ھذا الغلو اعتقادھم انہ یکفر عنھم سیئاتھم ویدخلھم الجنۃ وکلما غلوا کانوا اقرب الیہ فھم اعنی الناس لامرہ واشدھم مخالفۃ

ہمارے زمانہ کے بعض مدعیان علم نے یہ کھلم کھلا جھوٹ بولا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے وقت کا علم ہے۔ اور بے شک ان مدعیان علم کو اس یاوہ گوئی پر صرف ان کے اس خیال نے مجبور کیا ہے کہ ان کی یہ بات ان کے لئے کفارۂ سیئات بن جائے گی۔ اور ان کو جنت میں داخل کردے گی۔ اور جس قدر بھی وہ آپ کی شان میں غلو سے کام لیں گے اسی قدر آپ سے قربت حاصل ہوگی۔ یہ لوگ حضور رح کے حکم سے بالکل ہی اندھے ہیں

لسنة فيهم شبه ظاهر من النصارىٰ حلوا على المسيح اعظم الغلو خالفوا شرعه ودينه اعظم المخالفة انتهىٰ۔ (موضوعات کبیر، ص ۱۱۹)

اور آپ کی سنت کے سب سے بڑے مخالف ہیں ان میں نصاریٰ کی ظاہر باہر مشابہت ہے۔ انہوں نے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں بڑے غلو سے کام لیا اور ان کی شریعت، اور ان کے دین کی مخالفت کی۔

غور فرمایا جائے کس قدر حیا دار ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ ملا علی قاری رح علم قیامت میں رضا خانیوں کے موافق ہیں۔

——— امام فخر الدین رازی رح تفسیر کبیر میں آیت کریمہ یسئلونک عن الساعۃ الایۃ کے تحت میں ارقام فرماتے ہیں۔

ان وقت الساعة مكتوم عن الخلق۔ (ص ۳۳۰ ج ۴)

یعنی بہ تحقیق قیامت کا وقت ساری مخلوق سے چھپا لیا گیا ہے۔

آگے چل کر انما علمها عند ربی کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ای لا یعلم الوقت الذی فیه یحصل القیامة الا الله سبحانه۔

یعنی قیامت کے وقت خاص کا علم اللہ سبحانہ کے سوا کسی کو نہیں۔

اس کے علامہ رح نے اس کی حکمت بھی بتلائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قیامت کے وقت کا علم تمام مخلوق سے کیوں چھپایا۔ میں بقصد اختصار اس کو چھوڑتا ہوں۔ پھر ثقلت فی السموت والارض کی تفسیر کرتے ہوئے امام تفسیر سدی رح کا قول یہ نقل کرتے ہیں۔

ای اخفیت فی السموت والارض ولم یعلم احد من الملئکة المقربین والانبیاء والمرسلین متی یکون حدوثها او وقوعها۔

یعنی قیامت مخفی ہے آسمانوں اور زمینوں میں۔ اور مقرب فرشتوں اور نبیوں اور رسولوں میں سے کسی کو علم نہیں کہ کب واقع ہوگی۔

نیز آیت کریمہ یسئلك الناس عن الساعة قل انما علمها عند الله کے تحت میں ارقام

فرماتے ہیں۔

ان اللہ اخفاھا لحکمۃ ۔ (ص ۵۹۲ - ج ۶)

یعنی اللہ تعالےٰ نے ایک بڑی حکمت کی وجہ سے قیامت کے وقت کو چھپایا ہے۔

تفسیر کبیر میں اس مضمون کی صدہا عبارتیں موجود ہیں۔ لیکن چونکہ استیعاب مقصود نہیں اس لئے انہی پر اکتفا کرتا ہوں۔

ـــــ تفسیر ابوالسعود میں آیت کریمہ عالم الغیب فلا یظھر علی غیبہ احدا الآیہ کے تحت میں مرقوم ہے۔

واما ما لا یتعلق بھا علی احد الوجھین من الغیوب التی من جملتھا وقت قیام الساعۃ فلا یظھر علیھا احدا ابدا ۔

اور جن غیوب کا تعلق رسالت سے نہ ہو، جن میں سے ایک قیامت کا وقت خاص بھی ہے سو اللہ تعالیٰ ان کی اطلاع کبھی کسی کو نہیں دے گا۔

ـــــ تفسیر خازن میں آیت کریمہ یسئلونک عن الساعۃ الآیہ کے تحت میں ہے۔

استاثر اللہ بعلمھا فلم یطلع علیہ احدا۔ (ص ۳۶۵ - ج ۲)

یعنی اللہ تعالےٰ نے قیامت کے وقت کا علم اپنے لئے خاص کرلیا ہے اس کی اطلاع کسی کو نہیں دی۔

ـــــ اسی آیت کریمہ کے تحت میں تفسیر روح البیان میں ہے۔

قد استاثر بہ لم یطلع علیہ ملکا مقربا ولا نبیا مرسلا ۔ (ص ۸۰۸ ج ۱)

یعنی بے شک اللہ تعالےٰ نے اس کو اپنے ہی لئے خاص کرلیا ہے نہ کسی مقرب فرشتہ کو اطلاع دی ہے، نہ کسی نبی و رسول کو۔

نیز اسی تفسیر میں آیت کریمہ ان اللہ عندہ علم الساعۃ کے تحت میں غیب کے اقسام بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ومنہ ما استاثر اللہ بہ لا یطلع علیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل کما اشار الیہ بقولہ وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمھا الا ھو ومنہ علم الساعۃ

اور غیب کی ایک قسم وہ ہے جس کو اس نے اپنے لئے خاص کرلیا ہے۔ اس کی اطلاع نہ کسی مقرب فرشتہ کو ہوئی ہے نہ کسی نبی و رسول کو علیہا الصلوٰۃ والسلام۔ چنانچہ اسی طرف اشارہ کیا ہے اللہ تعالےٰ نے اپنے اس فرمان میں

فقد اخفا الله علم الساعة ۔ وعنده مفاتح الغيب لا يعلمها الا هو ۔

(تفسیر روح البیان، جلد سوم، صفحہ ۹۰)

اور اسی قسم میں قیامت کے وقت کا علم ہے۔ پس تحقیق اس کو اللہ تعالیٰ نے چھپا لیا ہے۔

پھر آیت کریمہ عالم الغیب فلا یظهر علی غیبه احدا الآیہ کے تحت میں ارقام فرماتے ہیں۔

واما ما لا یتعلق بها علی احد الوجهین من الغیوب التی من جملتها وقت قیام الساعة فلا یظهر علیه احدا ابدا علی ان بیان وقته مخل بالحکمة التشریعیة التی یدور علیها فلک الرسالة ۔

اور جن غیوب کا تعلق رسالت سے نہ ہو جن میں سے ایک قیامت کے وقت کا علم بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اطلاع کبھی بھی کسی کو نہیں دے گا۔ اس کے علاوہ یہ کہ قیامت کے وقت کا بتلا دینا حکمت تشریعیہ کے بھی مخالف ہے جس پر نبوت اور رسالت کا دار و مدار ہے۔

(جلد سوم، ص ۱۱۹)

جن حضرات کے اسمار گرامی آپ نے تحریر فرمائے تھے ان ہی کی یہ چند عبارتیں اور وہ بھی انتہائی اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے نقل کر دی گئی ہیں۔ اب آپ خود فیصلہ فرمالیں کہ وہ نسبت کہاں تک صحیح ہے۔

علم قیامت کی نفی کے بارہ میں اگر قرآن حکیم و نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے نصوص اور صحابہ و تابعین و دیگر بزرگان دین کے اقوال کو جمع کیا جائے تو دو ڈھائی سو صفحہ کی ایک ضخیم کتاب مرتب ہو سکتی ہے۔ لیکن نہ آپ کے لئے اس کی ضرورت ہے اور نہ حقیر کو اس قدر فرصت۔ اگر توفیق ایزدی شامل حال رہے تو انشاء اللہ اس کی کسی قدر تفصیل اپنے رسالہ "بوارق الغیب علی من یدعی لغیر اللہ علم الغیب" میں کروں گا۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ امسال تعلیمی مشاغل کی کثرت کی وجہ سے تالیف کے لئے بہت ہی کم وقت ملتا ہے۔ اور اسی وجہ سے "بوارق" کی اشاعت میں باوجود احباب کی سخت تاکیدوں کے روز بروز تاخیر ہوتی جا رہی ہے ؎

فکر معاش و ذکر خدا یاد رفتگاں
دو دن کی زندگی میں بھلا کوئی کیا کرے

بہرحال اس مختصر تحریر میں اس مسئلہ پر کافی روشنی نہیں ڈالی جا سکتی۔ لیکن اجمالاً اتنا عرض کرتا ہوں کہ

بفضلہٖ تعالےٰ اس وقت میرے پاس آیاتِ قرآنی کے ماسوا تقریباً چالیس۴۰ ایسی حدیثیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے قیامت کے وقتِ خاص کا علم کسی کو عطا نہیں فرمایا۔ جن میں سے کچھ سنبھل کے مناظرہ میں پیش ہو چکی ہیں۔ (روئداد مناظرہ صاعقہ آسمانی میں ملاحظہ فرمالیں) اور ایک اب صرف آپ کی خاطر لکھتا ہوں۔

" روایت کیا ہے امام احمد نے مسند میں، اور ابن ابی شیبہ نے مصنف میں، اور ابن جریر و ابن منذر نے اپنی تفسیروں میں، اور بیہقی نے " البعث والنشور " میں، اور حاکم نے مستدرک میں۔

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لقیت لیلۃ اسری بی ابراھیم وموسٰی و عیسٰی (علیھم السلام) فتذاکروا امر الساعۃ فردوا امرھم الی ابراھیم فقال لا علم لی بھا فردوا امرھم الی موسٰی فقال لا علم لی بھا فردوا امرھم الی عیسٰی فقال اما وجبتھا فلا یعلمھا احد انتھی بقدر الحاجۃ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے شب معراج میں حضرت ابراہیم و موسٰے و عیسٰے علیہم السلام سے ملاقات کی۔ پس انہوں نے قیامت (کے وقت) کا ذکر کیا۔ پس پہلے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام سے سوال کیا گیا۔ انہوں نے فرمایا کہ مجھے علم نہیں۔ پھر حضرت موسٰے علیہ السلام سے سوال کیا گیا انہوں نے بھی فرمایا کہ مجھے علم نہیں۔ پھر یہی مسئلہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے سامنے پیش کیا گیا۔ انہوں نے فرمایا کہ اس کے وقوع کے وقت کو کوئی بھی نہیں جانتا۔

اسی طرح جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت جبرئیل نے حضور کی عمر شریف کے اخیر حصہ میں قیامت کے متعلق سوال کیا تو حضور نے بھی یہی فرمایا کہ " یہ ان پانچ چیزوں میں داخل ہے جن کا علم اللہ تعالےٰ کے سوا کسی کو نہیں " میں نہیں سمجھ سکتا کہ خدا کے ان برگزیدہ رسولوں کی ان زبردست شہادتوں کے بعد کس ثبوت کا انتظار باقی رہ جاتا ہے۔ لیکن یہ سب کچھ اس کے لئے ہے جس کے قلب میں ایمان کا کوئی ذرہ اور خدا کا خوف ہو۔ منکروں کے حق میں خود ارشاد خداوندی ہے۔

وما تغنی الآیات والنذر عن قوم لا یؤمنون (یونس ۱۰ : ۱۰۱)

تہی دستانِ قسمت راچہ سود از رہبرِ کامل
کہ خضر از آبِ حیواں تشنہ می آرد سکندر را

فقط والسلام ختام الکلام رقیم نیاز خاکسار محمد منظور نعمانی غفر اللہ لہ ولوالدیہ۔

ختم ہوا خط کا مضمون

اب ہم اپنی اس حقیر تحریر کو اسی پر ختم کرتے ہیں اور دست بدعا ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو بھی اسی طرح نافع خلائق بنائے جس طرح کہ اصل روئداد صاعقہ آسمانی کو اس نے نافع بنایا۔ والحمد للہ رب العلمین

خاکسار محمد سراج الحق

ناظم دارالاشاعت سنبھل

ضلع مراد آباد (یوپی)